کتاب الجنائز

☆ عیادت اور تعزیت کے فضائل و آداب۔

☆ بیماری کے فضائل، اعمال اور دعائیں۔

☆ میت کے احکام کا جامع اور تفصیلی بیان۔

☆ قبروں کی زیارت کے آداب اور اعمال۔

مرتب

محمد سلمان غفرلہ

فہرست

مریض کی عیادت

﴿احادیثِ طیّبہ کی روشنی میں عیادت کے فضائل﴾

﴿عیادت کے آداب اور اُس کا طریقہ کار﴾

﴿عیادت سے متعلّق چند عمومی کوتاہیاں اور اُن کی اِصلاح﴾

﴿احادیثِ طیّبہ سے ماخوذ عیادت کی کچھ دعائیں﴾

بیمار اور بیماری کے فضائل و اعمال

﴿مَرَض اور مریض کے فضائل احادیثِ طیّبہ کی روشنی میں﴾

﴿بیماری کی حالت میں مریض کیلئے کچھ اہم اعمال﴾

تعزیت کے فضائل اور آداب

"إِنَّا لِلَّهِ" کہنے کے فضائل

تعزیت کے فضائل

تعزیت کے آداب

شہید کی اقسام اور اُن کے احکام

شہیدِ آخرت کی صورتیں

میت کے احکام

﴾زندگی میں موت سے متعلّق احکام﴿

﴿موت کے قریب کے احکام﴾

﴿موت کے بعد کے احکام﴾

قبروں کی زیارت

زیارتِ قبور کے وقت کے کچھ اعمال

زیارتِ قبور کے فوائد

زیارتِ قبور کے آداب

کتاب الْجَنَائِز

جنائز کا معنی:

جنائز "جنازۃ" کی جمع ہے، اور جنازۃ جیم کے فتح اور کسرہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، یعنی جَنازۃ اور جِنازۃ۔ فتح کے ساتھ جَنازۃ میّت کو کہا جاتا ہے، اور کسرہ کے ساتھ جِنازۃ اُس چارپائی کو کہتے ہیں جس پر میّت کو رکھا جاتا ہے، بعض حضرات نے اِس کے برعکس بھی فرق بیان کیا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح:3/1120)

مریض کی عیادت

عیادت کا معنی:

عیادت کا معنی مطلقاً "زیارت" کرنے کے آتے ہیں، لیکن اس کا مشہور اِستعمال "زیارۃ المریض" یعنی مریض کی زیارت کرنے کے معنی ہوتا ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:31/76)

عیادت کا حکم:

مریض کی عیادت کے حکم کے بارے میں کئی اقوال ہیں:

(1)سنّت۔(2)مندوب۔ (3)واجب۔(4)سنّت علی الکفایۃ۔ (5)فرض علی الکفایۃ۔

راجح یہ ہے کہ اگر کوئی دیکھ بھال کرنے والا ہو تو سنت ہے ورنہ واجب ہے۔(مرقاۃ:3/1120)

علّامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عیادت کا حکم اصل میں تو مستحب ہونے کا ہے، لیکن بعض اوقات بعض لوگوں کیلئے وجوب کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔(فتح الباری:10/113)

کافر کی عیادت کا حکم:

کافر دو طرح کے ہیں:(1)عام کافر کی عیادت جائز ہے۔ (2)ملحد و زندیق کافر کی عیادت جائز نہیں۔

عام کافروں کی عیادت کی جا سکتی ہے ،اس میں کوئی حرج نہیں ،خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے ،ایک یہودی لڑکا جو نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا،وہ بیمار ہو گیا آپ ﷺ اُس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور اُس کے سرہانے بیٹھ گئے ،آپ ﷺ نے اُسے اِسلام لانے کیلئے کہا،اُس نے اپنے والد جو کہ قریب ہی میں کھڑے تھے اُن کو(استفسار کی غرض سے)دیکھا،والد نے کہا:ابو القاسم ﷺ کا کہنا مان لو ،وہ لڑکا اِسلام لے آیا۔ آپ ﷺ وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے:تمام تعریفیں اُس کیلئے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچالیا۔ كَانَ غُلاَمٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: «أَسْلِمْ»، فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا القَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: «الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ»۔(بخاری:1356)

اِسی طرح آپ ﷺ کا اپنے چچا ابو طالب کی بیماری میں اُن کی عیادت کرنا بلکہ اُن کیلئے صحت یابی کی دعاء کرنا بھی ثابت ہے،چنانچہ روایت میں آتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو طالب کی بیماری میں نبی کریم ﷺ نے اُن کی عیادت کی،ابو طالب نے کہا:اے میرے بھتیجے!اپنے اُس معبود سے جس کی تم عبادت کرتے ہو ،یہ درخواست کرو کہ وہ مجھے عافیت دیدے، حضور ﷺ نے دعاء مانگی:”اللَّهُمَّ اشْفِ عَمِّي“ اے اللہ میرے چچا کو شفاء عطاء فرما۔(پس اِس دعاء کی برکت سے)ابو طالب اِس طرح (صحیح

ہو کر) کھڑے ہو گئے جیسے اُن کو (بندھی) رسّی سے کھول دیا گیا ہے، (یہ دیکھ کر) ابو طالب نے کہا: اے بھتیجے! تمہارا معبود جس کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہارا کہنا بہت مانتا ہے! حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اے چچا! اگر آپ بھی اللہ تعالیٰ کی اِطاعت کرلیں تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کا کہنا بھی بہت مانیں گے۔عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أَبَا طَالِبٍ، مَرِضَ فَعَادَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنَ أَخِي، ادْعُ إِلَهَكَ الَّذِي تَعْبُدُ أَنْ يُعَافِيَنِي، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اشْفِ عَمِّي» فَقَامَ أَبُو طَالِبٍ كَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنَ أَخِي إِنَّ إِلَهَكَ الَّذِي تَعْبُدُ لَيُطِيعُكَ قَالَ: «وَأَنْتَ يَا عَمَّاهُ لَئِنْ أَطَعْتَ اللَّهَ لَيُطِيعَنَّكَ»۔(طبرانی اوسط:3973)

البتہ ملحد و زندیق کافر جو ظاہری طور پر اِسلام کے دعویدار ہوں اور اِسلام و شریعت کی غلط اور من مانی تشریح کرکے خود بھی گمراہ ہوتے ہوں اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنتے ہوں، ایسے کافروں کے ساتھ کسی قسم کا حسن سلوک اور عیادت و تعزیت کا معاملہ کرنا جائز نہیں، نبی کریم ﷺ نے اس سے بصراحت منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: قدریہ یعنی تقدیر کا اِنکار کرنے والے اِس امّت کے مجوسی ہیں، وہ اگر بیمار ہوجائیں تو اُن کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو اُن کے جنازے میں حاضر نہ ہو۔الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ: إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ۔(ابوداؤد:4691)

ایک اور روایت میں ہے: ہر اُمّت کے مجوسی رہے ہیں، اِس امّت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا اِنکار کرنے والے ہیں، اُن میں جو مرجائے اُن کے جنازے میں حاضر نہ ہونا، اور اُن میں سے جو بیمار ہوجائیں اُن کی عیادت نہ کرو، وہ دجال کے گروہ سے تعلّق رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کررکھا ہے کہ اُن کو

دجال کے ساتھ ہی لاحق کردے گا۔لِكُلِّ أُمَّةٍ مَجُوسٌ وَمَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا قَدَرَ، مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ فَلَا تَشْهَدُوا جَنَازَتَهُ، وَمَنْ مَرِضَ مِنْهُمْ فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَهُمْ شِيعَةُ الدَّجَّالِ، وَحَقٌّ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُلْحِقَهُمْ بِالدَّجَّالِ۔(ابوداؤد:4692)

ایسے لوگوں کی عیادت سے اِس لئے منع کیا گیا ہے کیونکہ عیادت اُن کا اِکرام اور عزّت افزائی ہے جبکہ ایسے لوگ اکرام و اعزاز کے کسی طرح قابل نہیں ،اور اِسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مبتدع (بدعتی) کے بیمار ہونے کی صورت میں اس کی عیادت نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اُس کے جنازے میں شرکت کی جائے گی۔(التنویر شرح الجامع الصغیر:8/106)

فاسق کی عیادت کا حکم:

فاسق کی عیادت جائز ہے ،اِس لئے کہ عیادت مسلمان کے حقوق میں سے ہے،اور وہ مسلمان ہے لہٰذا اس کی عیادت کی جائے گی۔(الدر المختار:6/388)(عالمگیری:5/348)البتہ غالی قسم کا بدعتی جو کسی بڑی بدعت کا مرتکب ہو اُس کی عیادت نہیں کی جائے گی،اِس لئے کہ عیادت کرنا دراصل مریض کا اِکرام اور اُس کی عزّت افزائی ہوتی ہے جبکہ بدعتی کے اِکرام سے منع کیا گیا ہے۔(التنویر شرح الجامع الصغیر:8/106)

عیادت کب کی جائے گی:

بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ سردیوں میں رات کو اور گرمیوں میں دن کو عیادت کرنا مستحب ہے۔لیکن جمہور کے نزدیک عیادت کا کوئی خاص وقت یا دن مقرر نہیں،بیماری کا علم ہونے کے بعد کسی بھی مناسب وقت میں عیادت کی جاسکتی ہے،خواہ بیمار ہونے کے فوراً بعد پتہ چلا ہو یا کئی دن گزرنے بعد بیماری

علم میں آئی ہو۔ البتہ اِس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ ایسے وقت میں عیادت نہ کی جائے جس سے مریض کو تکلیف ہوتی ہو یا اُس کے آرام میں خلل ہوتا ہو۔ اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین دن کے بعد عیادت کرنی چاہیئے اور وہ دلیل میں ابن ماجہ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت تین دن بعد کیا کرتے تھے۔ کَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَعُودُ مَرِيضًا إِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ۔ (ابن ماجہ: 1437) (فتح الباری: 10/113) (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: 31/78، 79)

خلاصہ یہ ہے کہ اِس بارے میں تین قول ہیں:

1. بعض حضرات کے نزدیک: سردیوں میں رات کو اور گرمیوں میں دن کو عیادت کرنا مستحب ہے۔
2. اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ: تین دن کے بعد عیادت کرنی چاہیئے۔
3. جمہور کے نزدیک: عیادت کا کوئی خاص وقت یا دن مقرر نہیں، بیماری کا علم ہونے کے بعد کسی بھی مناسب وقت میں عیادت کی جاسکتی ہے۔

جمہور کی جانب سے اِبن ماجہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے جو قابلِ اِستدلال نہیں اور اس کے ذریعہ عیادت کے حکم کو جو احادیث میں بغیر کسی قید کے مطلقاً آیا ہے، اُس کو مقیّد نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر بالفرض اِس کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تین دن مؤخر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مریض کے مرض کا اچھی طرح پتہ چل جائے، کیونکہ عموماً کسی کے بیمار ہونے کا فوراً پتہ نہیں چلتا بلکہ پتہ چلتے چلتے وقت لگتا ہے اور بسا اوقات اس میں تین دن بھی لگ سکتے ہیں۔ (حاشیۃ السندی بتغیر: 1/439)

﴿احادیثِ طیّبہ کی روشنی میں عیادت کے فضائل﴾

پہلی فضیلت: عیادت کرنے والا جنت کی میوہ خوری میں ہوتا ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: بے شک مسلمان جب اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ مستقل جنّت کی میوہ خوری میں (مصروف) رہتا ہے یہاں تک کہ وہ (عیادت سے) واپس آجائے۔إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ۔(مسلم:2568)خُرْفَةٌ: چناہوا میوہ۔(مصباح اللغات)

ایک اور روایت میں ہے: جو اپنے مسلمان بھائی کے پاس عیادت کی غرض سے آئے تو وہ جنت کی میوہ خوری میں ہوتا ہے۔مَنْ أَتَى أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، عَائِدًا، مَشَى فِي خَرَافَةِ الْجَنَّةِ۔(ابن ماجہ:1442)

دوسری فضیلت: عیادت کرنے والے کو حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کی عیادت کے برابر قرار دیا ہے:

کسی شخص کی عیادت کرنا ایسا ہے جیسے بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی عیادت کرنا، اللہ تعالیٰ اگرچہ ہر بیماری سے پاک ہیں، اُسے کوئی بیماری وتکلیف ہرگز ہرگز لاحق نہیں ہوسکتی، لیکن یہ مسلمان کی عیادت کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم عمل کو خود اپنی عیادت کے برابر قرار دیا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ کہے گا: اے پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تو رب العالمین ہے اللہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اس کی

عیادت نہیں کی کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، وہ کہے گا اے پروردگار میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا اور حالانکہ تو تو رب العالمین ہے تو اللہ فرمائے گا: کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا تھا، کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، وہ کہے گا: اے پروردگار! میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اس کو پانی نہیں پلایا تھا اگر تو اسے پانی پلاتا تو تو اسے میرے پاس پاتا۔إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي، قَالَ: يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ، فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي، يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ، فَلَمْ تَسْقِنِي، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي۔(مسلم:2569)قوله:لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ،أَيْ: لَوَجَدْتَ رِضَائِي۔(مرقاۃ:3/1123)

تیسری فضیلت: ستر ہزار فرشتے عیادت کرنے والوں کیلئے دعاء اور اِستغفار کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت کے لیے اگر صبح کے وقت جائے تو شام تک اور شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اُس کیلئے رحمت کی دعاء کرتے ہیں اور جنت میں

اُس کیلئے ایک باغ مقرر ہوجاتا ہے۔مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الجَنَّةِ۔(ترمذی:969)

ایک اور روایت میں فرشتوں کا اِستغفار کی دعاء کرنا مذکور ہے۔چنانچہ مروی ہے:کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کیلئے شام کو نکلے تو اُس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی نکلتے ہیں،جو اُس کیلئے صبح ہونے تک اِستغفار کرتے رہتے ہیں،اور اُس کیلئے جنّت میں ایک باغ مقرر ہو جاتا ہے،اور جو صبح کے وقت عیادت کیلئے آئے تو اُس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں،جو اُس کیلئے شام ہونے تک اِستغفار کرتے رہتے ہیں،اور اُس کیلئے جنّت میں ایک باغ مقرر ہوجاتا ہے۔مَا مِنْ رَجُلٍ يَعُودُ مَرِيضًا مُمْسِيًا، إِلَّا خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَتَاهُ مُصْبِحًا، خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُمْسِيَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ۔(ابوداؤد:3098)

ایک روایت میں صبح سے شام تک کے بجائے پورے دن یعنی چوبیس گھنٹے ستر ہزار فرشتوں کا دعاء کرنا بھی منقول ہے،چنانچہ مَروی ہے کہ:بے شک اللہ تعالیٰ بیمار کی عیادت کرنے والے پر اُسی وقت سے جس وقت وہ عیادت کیلئے جائے،ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرمادیتے ہیں جو اگلے دن اُسی وقت تک اُس عیادت کرنے والے کیلئے رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں۔إِنَّ اللّٰهَ يُوَكِّلُ بِعَائِدِ السَّقِيْمِ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِي تَوَجَّهَ إِلَيْهِ فِيْهَا سَبْعِيْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ إِلىٰ مِثْلِهَا مِنَ الْغَدِ۔(کنزالعمال:25126)

چوتھی فضیلت: عیادت کرنے والے کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں:

عیادت کرنے والا جب کسی مریض کی عیادت کرنے کی غرض سے نکلتا ہے کہ تو اِس شان سے نکلتا ہے کہ اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نورانی اور پاکیزہ مخلوق یعنی فرشتے بھی نکلتے ہیں اور اُن کی تعداد بھی کوئی ایک دو نہیں، بلکہ ستر ہزار ہوتی ہے، اللہ اکبر!!۔ چنانچہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد مروی ہے: کوئی مسلمان کسی مریض کی عیادت کیلئے نکلے تو ستر ہزار فرشتے اُس کے ساتھ نکلتے ہیں اور اُس کے پیچھے چلتے ہیں، اگر صبح نکلے تو شام تک اور شام کو نکلے تو صبح تک (اُس کے لئے مغفرت کی دعاء کرتے رہتے ہیں) اور اُس کیلئے جنّت کا ایک باغ مقرر ہو جاتا ہے۔مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مَرِيضًا إِلَّا خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يُشَيِّعُونَهُ، إِنْ كَانَ مُصْبِحًا حَتَّى يُمْسِيَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ مِنَ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مُمْسِيًا شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ مِنَ الْجَنَّةِ۔(مستدرکِ حاکم:1294)مَنْ عَادَ مَرِيضًا بُكْرَةً شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُ لَهُ حَتَّى يُمْسِيَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ عَادَهُ مَسَاءً شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُ لَهُ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ۔(السنن الکبریٰ للبیہقی:6585)

پانچویں فضیلت: جنّت میں اُس کیلئے ایک باغ مقرر ہو جاتا ہے:

عیادت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا ایک فضل یہ ہوتا ہے کہ اُس کیلئے جنّت میں ایک باغ مقرر کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ گذشتہ احادیث میں مذکور ہے۔وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الجَنَّةِ۔(ترمذی:969)

چھٹی فضیلت: فرشتے دن بھر اُس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ جب عیادت کرنے والا مریض کے پاس سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کردیتے ہیں جو اُس کیلئے دن بھر اِستغفار کرتے رہتے اور اُس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔فَإِذَا خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ، وَيَحْفَظُونَهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ۔(شعب الایمان:8745)

ساتویں فضیلت: ستر سال کی مسافت کے بقدر جہنم سے دوری:

جس نے اچھی طرح وضو کرکے اجر و ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی اُس کو جہنم سے ستر سال کی مَسافت کے قدر دور کردیا جاتا ہے۔مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ، مَسِيرَةَ سَبْعِينَ خَرِيفًا۔(ابوداؤد:3097)

آٹھویں فضیلت: عیادت کرنے والے کیلئے فرشتے کی دعاء:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: جو کسی مریض کی عیادت کرے تو آسمان سے ایک پکارنے والا پکار کر یہ کہتا ہے: تم (دنیا و آخرت میں) خوش رہو، اور بہت اچھا رہے تمہارا چلنا اور تمہیں جنت میں ایک بڑا درجہ اور مرتبہ حاصل ہو۔مَنْ عَادَ مَرِيضًا، نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔(ابن ماجہ:1443)

ایک روایت میں خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے اِس صدا اور پکار کا تذکرہ کیا گیا ہے، نیز اُس میں یہی فضیلت اُس صورت میں بھی ذکر کی گئی ہے جبکہ کوئی شخص اپنے کسی دینی بھائی کی زیارت کیلئے اُس سے ملنے کیلئے جاتا ہے

چنانچہ روایت میں ہے ، حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی عیادت کرتا ہے یا اپنے دینی بھائی کی زیارت کرتا ہے (یعنی ملنے کیلئے جاتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: تم (دنیاو آخرت میں) خوش رہو، اور بہت اچھا رہے تمہارا چلنا اور تمہیں جنت میں ایک بڑا درجہ اور مرتبہ حاصل ہو۔مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَهُ فِي اللَّهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الجَنَّةِ مَنْزِلًا۔(ترمذی:2008)(شعب الایمان:8611)

نویں فضیلت: عیادت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے:

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے: جو کسی بیمار کی عیادت کرے تو وہ بیٹھنے تک مسلسل اللہ کی رحمت میں داخل رہتا ہے اور جب وہ (بیمار کے پاس) بیٹھتا ہے تو اللہ کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔مَنْ عَادَ مَرِيضًا، لَمْ يَزَلْ يَخُوضُ فِي الرَّحْمَةِ حَتَّى يَجْلِسَ،فَإِذَا جَلَسَ اغْتَمَسَ فِيهَا۔(مسند احمد:14260)

دسویں فضیلت: عیادت کرنا ایک دن کے روزے کے ثواب کے برابر ہے:

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جو کسی مریض کی عیادت کرے اور اُس کے پاس بیٹھ جائے تو جب تک وہ اُس کے پاس بیٹھے رحمتِ الٰہی اُس کو ہر جانب سے گھیر لیتی ہے اور جب وہ اُس کے پاس سے اٹھ کر چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے ایک دن کے روزے کا اجر لکھ دیتے ہیں۔ مَامِنْ رَجُلٍ يَعُودُ مَرِيضًا،فَيَجْلِسُ عِنْدَهُ إِلَّا تَحَفَّفَتْهُ الرَّحْمَةُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ مَا جَلَسَ عِنْدَهُ،فَإِذَا خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ أَجْرَ صِيَامِ يَوْمٍ۔(فوائدِ تمام:1681)(کنز العمال:25184)

گیارہویں فضیلت: عیادت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قُدس کے سائے میں ہوتا ہے:

ایک روایت میں ہے: مریض اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں اور اُس کی عیادت کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کے قُدس کے سائے میں ہوتا ہے۔وَكَانَ الْمَرِيضُ فِي ظِلِّ عَرْشِهِ، وَكَانَ الْعَائِدُ فِي ظِلِّ قُدْسِهِ۔(مسند ابی یعلیٰ الموصلی:3429)(مجمع الزوائد:3762)

بارہویں فضیلت: عیادت کرنا جنازے کے پیچھے جانے سے بھی بہتر ہے:

مریض کی عیادت کرنا جنازے کے پیچھے جانے سے بھی زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ عِيَادَةُ الْمَرِيضِ أَعْظَمُ أجْراً مِن اتّباعِ الجْنَائِزِ۔(کنزالعمال:25154)

تیرہویں فضیلت: مریض کی عیادت افضل ترین نیکی ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک تمام نیکیوں میں سب سے افضل نیکی مریض کی عیادت کرنا ہے، اور بے شک تمہاری عیادت کی تکمیل یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھ مریض پر رکھ کر اُس سے اُس کا حال دریافت کرو کہ وہ کیسا ہے۔وَإِنَّ مِنْ أَفْضَلِ الْحَسَنَاتِ عِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَإِنَّ مِنْ تَمَامِ عِيَادَتِكَ أَنْ تَضَعَ يَدَكَ عَلَيْهِ، وَتَسْأَلَهُ كَيْفَ هُوَ؟۔(معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم:6785)(الآحاد والمثانی لابن اَبی عاصم:2638)

چودہویں فضیلت: عیادت کیلئے ایک گھڑی بیٹھنا ایک ہزار سال کی عبادت کے برابر ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جو کسی مریض کی عیادت کرے اور اُس کے پاس ایک گھڑی بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے ایک ہزار سال کی عبادت کا اجر جاری فرمادیتے ہیں، ایسے ہزار سال جس میں اُس نے ایک پلک

جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہو۔مَنْ عَادَ مَرِيضًا فَجَلَسَ عِنْدَهُ سَاعَةٍ أَجْرَى اللّٰهُ تَعَالَى لَهُ أَجْرَ عَمَلَ أَلْفِ سَنَةٍ لَا يَعْصِي اللّٰهَ تَعَالَى فِيهَا طَرَفَةَ عَيْنٍ۔(حلیۃ الاولیاء:8/161)(کنز العمال:25174)

پندرہویں فضیلت:ہر قدم پر ایک نیکی کا ملنا اور گناہ کا معاف ہو جانا:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے:اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے جو صبح کی نماز پڑھ کر اللہ کی رضاء و خوشنودی اور آخرت کے (بہترین انجام اور ثواب) کے حصول کیلئے کسی مریض کی عیادت کرنے کیلئے جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں،ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو اجر و ثواب (کے سمندر) میں غرق ہو جاتا ہے۔رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا صَلَّى الْغَدَاةَ، ثُمَّ خَرَجَ يَعُودُ مَرِيضًا يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللهِ، وَالدَّارَ الْآخِرَةِ، يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ حَسَنَةً، وَيَمْحُو عَنْهُ سَيِّئَةً، فَإِذَا جَلَسَ عِنْدَ الْمَرِيضِ غَرِقَ فِي الْأَجْرِ۔(شعب الایمان:8748)

سولہویں فضیلت:عیادت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:پانچ اعمال ایسے ہیں کہ جو انہیں کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ضمان (حفاظت) میں آجاتا ہے:جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا کسی جنازہ کے ساتھ نکلا یا جہاد کیلئے نکلا یا اپنے اِمام (حاکم) کے پاس اُس کی مدد اور توقیر کیلئے داخل ہوا یا اپنے گھر ہی میں بیٹھا رہا تاکہ لوگ اُس کے شر سے اور وہ لوگوں کے شر سے محفوظ رہے۔خَمْسٌ مَنْ فَعَلَ وَاحِدَةً مِنْهُنَّ كَانَ ضَامِنًا عَلَى اللهِ:مَنْ عَادَ مَرِيضًا، أَوْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ، أَوْ خَرَجَ غَازِيًا، أَوْ دَخَلَ عَلَى إِمَامِهِ يُرِيدُ تَعْزِيرَهُ وَتَوْقِيرَهُ، أَوْ قَعَدَ فِي بَيْتِهِ فَسَلِمَ النَّاسُ مِنْهُ وَسَلِمَ مِنَ النَّاسِ۔(طبرانی کبیر:2037)

سترہویں فضیلت: عیادت پر جنّت واجب ہونے کی ایک خاص شکل:

اگر کسی دن عیادت کے ساتھ ساتھ جنازے کے پیچھے جانے اور روزہ رکھنے کی توفیق بھی مل جائے تو جنّت واجب ہو جاتی ہے، نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے کسی مریض کی عیادت کی، جنازہ کے پیچھے گیا اور اُسی دن اُس کو روزہ رکھنے کی توفیق بھی مل گئی تو اُس کیلئے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔مَنْ عَادَ مَرِيضًا، وَشَيَّعَ جِنَازَةً، وَوُفِّقَ لَهُ صِيَامُ ذَلِكَ الْيَوْمِ أَمْسَى وَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔(مصنّف عبد الرزاق:6765)

فائدہ:

احادیث کے مطابق سات اعمال ایسے ہیں جو اگر سارے کے سارے کسی جمعہ کے دن سر انجام دیدیے جائیں تو اللہ کے فضل سے جنّت واجب ہو جاتی ہے، اور اُن میں سے ایک "عیادت" بھی ہے:

❶ مریض کی عیادت۔ ❷ جنازہ میں حاضر ہونا۔ ❸ روزہ رکھنا۔ ❹ جمعہ کی نماز پڑھنا۔

❺ غلام آزاد کرنا۔ ❻ نکاح میں شرکت۔ ❼ صدقہ کرنا۔

اب اِن سے متعلّق احادیث ملاحظہ فرمائیں:

اِرشادِ نبوی ہے: پانچ اعمال ایسے ہیں جو کسی نے ایک دن کر لیے تو اللہ تعالیٰ اُسے اہلِ جنّت میں سے لکھ دیتے ہیں: مریض کی عیادت کی، جنازہ میں حاضر ہوا، اُس دن روزہ رکھا، جمعہ کے لئے گیا اور غلام آزاد کیا۔خَمْسٌ مَنْ عَمِلَهُنَّ فِي يَوْمٍ كَتَبَهُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ: مَنْ عَادَ مَرِيضًا، وَشَهِدَ جَنَازَةً، وَصَامَ يَوْمًا، وَرَاحَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَأَعْتَقَ رَقَبَةً۔(صحیح ابن حبان مخرجاً:2771)

جس نے جمعہ کے دن روزہ رکھا، مریض کی عیادت کی، جنازہ میں حاضر ہوا، صدقہ کیا اور غلام آزاد کیا اُس

کیلئے اِن شاء اللہ جنّت واجب ہوگئی ۔مَنْ وَافَقَ صِيَامَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَعَادَ مَرِيضًا، وَشَهِدَ جِنَازَةً، وَتَصَدَّقَ وَأَعْتَقَ رَقَبَةً، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ذَلِكَ الْيَوْمَ إِنْ شَاءَ اللهُ۔(شعب الایمان:2778)

ایک اور روایت میں ہے جس نے جمعہ کی نماز پڑھی ،روزہ رکھا،مریض کی عیادت کی ،جنازہ میں حاضر ہوااور نکاح میں شرکت کی اُس کیلئے جنّت واجب ہوجاتی ہے۔مَنْ صَلَّى الْجُمُعَةَ وَصَامَ يَوْمَهُ، وَعَادَ مَرِيضًا، وَشَهِدَ جِنَازَةً، وَشَهِدَ نِكَاحًا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔(طبرانی اوسط:2348)

﴿عیادت کے آداب اور اُس کا طریقہ کار﴾

عیادت ایک انتہائی قیمتی اور مبارک عمل ہے، لیکن اس عمل کو آداب کالحاظ رکھتے ہوئے سرانجام دیناچاہیئے تاکہ اس کے اجر وثواب کو مکمل طور پر حاصل کیا جاسکے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آداب کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے مریض کو تکلیف و اذیّت پہنچے، جس سے عیادت کرنے والا "نیکی برباد اور گناہ لازم" کا مصداق بن جائے۔عیادت کے آداب کا خلاصہ یہ ہے کہ عیادت سنّت کے مطابق کی جائے ،احادیثِ طیّبہ میں نبی کریم ﷺ کی عیادت کا طریقہ بڑی تفصیل سے ملتا ہے،ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے طریقے سے بہتر عیادت کا کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا،حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے بہترین عیادت کرنے والے تھے۔كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ شَيْءٍ عِيَادَةً لِلْمَرِيضِ۔(نسائی:1981)أي أحسن النَّاس من حَيْثُ الْعِبَادَة۔(حاشیۃ السندی:4/72)

ذیل میں احادیثِ طیّبہ کی روشنی میں عیادت کے آداب ذکر کیے جارہے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی قولی و فعلی تعلیمات سے ماخوذ ہیں،ان کو پڑھ کر اس کے مطابق عیادت کی کوشش کیجئے:

پہلا ادب: تسلّی دینا:

عیادت کا ایک اہم ادب یہ ہے کہ بیمار سے ہمیشہ تسلّی آمیز جملے کہنے چاہیئے اور اُس کو جلد صحت یاب ہو جانے کا بھرپور یقین دلانا چاہیئے اگرچہ بیماری کتنی خطرناک اور مایوس کُن ہی کیوں نہ ہو، اور کوئی ایسی ناخوشگوار بات ہرگز نہیں کرنی چاہیئے جس سے وہ مایوس ہو اور اپنی صحت یابی کے بارے میں نااُمیدی کا شکار ہو جائے۔

حضرت ابو مجلز فرماتے ہیں کہ مریض سے وہی بات کرو جو اُس کو اچھی لگے۔عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ:لَا تُحَدِّثِ الْمَرِيضَ إِلَّا بِمَا يُعْجِبُهُ۔(شعب الایمان:8793)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِرشاد فرماتے ہیں: جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اُسے اُس کی زندگی کے بارے میں دلاسہ اور تسلّی دو، کیونکہ یہ کسی چیز کو لوٹائے گا تو نہیں لیکن اُس کے دل کو خوش کردے گا۔إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى المَرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي أَجَلِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيُطَيِّبُ نَفْسَهُ۔(ترمذی:2087)

دوسرا ادب: بیمار کے سرہانے بیٹھنا:

عیادت کا ایک ادب یہ ہے کہ اگر بیمار کے سرہانے بیٹھنا ممکن ہو اور اُسے اِس کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچنے کا اِمکان نہ ہو تو سرہانے بیٹھنا چاہیئے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بیمار کے سرہانے بیٹھنا ثابت ہے، چنانچہ یہودی لڑکا جس کی عیادت کیلئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لے گئے تھے اُس واقعہ میں بھی یہی منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُس

کے سرہانے بیٹھے۔ كَانَ غُلاَمٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ۔(بخاری:1356)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مریض کی عیادت کرتے تو اُس کے سر کے پاس یعنی سرہانے بیٹھتے اور یہ دعاء پڑھتے: "أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ" **میں عظمتوں والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو عظمتوں والے عرش کا مالک ہے یہ کہ وہ تمہیں شفاء عطاء فرمادے۔** كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاعَادَ الْمَرِيضَ جَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهِ ثُمَّ قَالَ سَبْعَ مَرَّاتٍ:أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ۔(مسند ابی یعلیٰ موصلی:2430)

تیسرا ادب: مریض کو اِسلام کی دعوت دینا:

مَریض اگر کافر ہو تو اُسے اِسلام کی دعوت دینی چاہیئے تاکہ اُس کی آخرت کا معاملہ سنور سکے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی یہودی لڑکے کو جبکہ آپ اُس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تھے، آپ نے اُسے اِسلام کی دعوت پیش کی تھی، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اُس نے اِسلام قبول کرلیا اور اپنی آخرت کی دائمی کامیابی لے کر دنیا سے رخصت ہوا۔ اِس قصہ کی تفصیل ماقبل گزر چکی ہے۔(بخاری:1356)

چوتھا ادب: عیادت کیلئے پیدل جانا:

عیادت کیلئے پیدل بھی جاسکتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر سواری کو بھی اِستعمال کیا جاسکتا ہے، نبی کریم ﷺ سے دنوں طریقے ثابت ہیں، لیکن افضل اور بہتر طریقہ پیدل جانا ہے، تاکہ حدیث کے مطابق ہر ہر قدم پر نیکی ملے اور گناہ معاف ہو جائیں۔

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے جو صبح کی نماز پڑھ کر اللہ کی رضاء وخوشنودی اور آخرت کے (بہترین انجام اور ثواب) کے حصول کیلئے کسی مریض کی عیادت کرنے کیلئے جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں، ایک گناہ معاف کردیتے ہیں اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو اجر و ثواب (کے سمندر) میں غرق ہوجاتا ہے۔رَحِمَ اللهُ رَجُلًا صَلَّى الْغَدَاةَ، ثُمَّ خَرَجَ يَعُودُ مَرِيضًا يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللهِ، وَالدَّارَ الْآخِرَةِ، يَكْتُبُ اللهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ حَسَنَةً، وَيَمْحُو عَنْهُ سَيِّئَةً، فَإِذَا جَلَسَ عِنْدَ الْمَرِيضِ غَرِقَ فِي الْأَجْرِ۔(شعب الایمان:8748)

سوار ہوکر عیادت کرنے کا ثبوت:

نبی کریم ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے جس کے پالان پر فدک کی چادر تھی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا، جنگ بدر سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو نکلے۔عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ، عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ، وَأُسَامَةُ وَرَاءَهُ، يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي حَارِثِ بْنِ الخَزْرَجِ، قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ۔(بخاری:6207)

پیدل عیادت کیلئے جانے کا ثبوت:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا تو نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس عیادت کیلئے پیدل تشریف لائے۔مَرِضْتُ مَرَضًا، فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، وَأَبُو بَكْرٍ، وَهُمَا مَاشِيَانِ۔(بخاری:5651)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لائے تو نہ آپ خچر پر سوار تھے اور نہ ہی گھوڑے پر۔عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:جَاءَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلاَ بِرْذَوْنٍ۔(بخاری:5664)

پانچواں ادب: باوضو عیادت کرنا:

جس نے اچھی طرح وضو کرکے اجر وثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی اُس کو جہنم سے ستر سال کی مَسافت کے قدر دور کردیا جاتا ہے۔مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ، مَسِيرَةَ سَبْعِينَ خَرِيفًا۔(ابوداؤد:3097)

علّامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:سنّت یہ ہے کہ وضو کرکے عیادت کی جائے،اِس لئے کہ جب وضو کی حالت میں مریض کیلئے یا اپنے لئے دعاء کی جائے گی تو اُس کی قبولیت کا زیادہ اِمکان ہوگا۔حضرت زین العرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:وضو کرکے عیادت کرنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ عیادت کرنا دراصل ایک عبادت ہے اور عبادت کو وضو کے ساتھ کامل طریقے سے کرنا ہی زیادہ افضل ہے۔(مرقاۃ:3/1135)

چھٹا ادب: مریض کے پاس کم بیٹھنا اور جلدی اُٹھ جانا:

عیادت کا ایک اہم ادب یہ ہے کہ مریض کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا جائے،کیونکہ زیادہ دیر بیٹھنے کی صورت میں اُسے تکلیف ہوسکتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:سنت یہ ہے کہ مریض کے پاس کم بیٹھا جائے اور آوازوں میں کمی کی جائے،چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں جب شور اور اختلاف زیادہ ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اِرشاد فرمایا: میرے پاس سے کھڑے ہو جاؤ۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيفُ الْجُلُوسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيضِ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ: «قُومُوا عَنِّي»۔(مشکوۃ المصابیح:1589)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد نقل فرماتے ہیں: افضل عیادت اونٹنی کے دو مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ کے بقدر رہے۔الْعِيَادَةُ فُوَاقُ نَاقَةٍ۔(شعب الایمان:8786)

اونٹنی کا دودھ دوہنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے تھوڑا سا دود نکالنے کے بعد پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور بچوں کو تھنوں سے لگا دیتے ہیں تاکہ دودھ خوب اچھی طرح اتر جائے اور اس کے بعد فوراً دوبارہ دودھ نکالنا شروع کر دیتے ہیں، اِس طرح کرنے سے دودھ زیادہ مقدار میں حاصل ہوتا ہے۔اِس دوسری مرتبہ دودھ دوہنے میں بہت کم وقفہ کیا جاتا ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عیادت کی مقدار کو اُس وقفہ کی مقدار کے برابر قرار دے کر عیادت کا افضل طریقہ بیان فرمایا ہے۔

مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیّب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے مرسلاً مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: سب سے افضل عیادت وہ ہے جس میں (مریض کے پاس) سے جلدی اُٹھ جایا جائے۔أَفْضَلُ الْعِيَادَةِ سُرْعَةُ الْقِيَامِ۔(شعب الایمان:8785)

اجر و ثواب کے اعتبار سے سب سے افضل عیادت وہ ہے جس میں مریض کے پاس سے جلدی اُٹھ جایا جائے۔أفْضَلُ الْعِيَادَة أجْراً سُرعة الْقِيَام مِن عِنْد الْمَرِيْض۔(کنز العمال:25153)

ایک حدیثِ مرفوع میں ہے: سب سے زیادہ اجر و ثواب کا باعث بننے والی عیادت وہ ہے جو سب سے ہلکی ہو اور تعزیت ایک ہی مرتبہ ہوتی ہے۔أَعْظَمُ الْعِيَادَةِ أَجْرًا أَخَفُّهَا وَالتَّعْزِيَةُ مَرَّةً۔(مسند البزار:2/255)

ساتواں ادب: مریض کے پاس شور شرابے سے گریز کرنا:

عیادت کا ایک ادب یہ ہے کہ مریض کے پاس آوازوں کو پست رکھا جائے اور شور و شغب سے بہر صورت اجتناب کیا جائے تاکہ اس سے مریض کو تکلیف نہ پہنچے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ابھی گزری ہے کہ:

سنت یہ ہے کہ مریض کے پاس کم بیٹھا جائے اور آوازوں میں کمی کی جائے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں جب شور اور اختلاف زیادہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: میرے پاس سے کھڑے ہو جاؤ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيفُ الْجُلُوسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيضِ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ: «قُومُوا عَنِّي»۔ (مشکوۃ المصابیح: 1589)

آٹھواں ادب: عیادت صرف اللہ کی رضاء کیلئے کرنا:

عیادت بلکہ ہر عمل کا طریقہ یہ ہے کی اُس کو صرف اللہ کو راضی کرنے کیلئے کیا جائے، کوئی نفسانی اغراض اور دنیاوی مصالح یا نام و نمود اور دکھلاوا ہرگز پیشِ نظر نہیں رکھنا چاہیئے، کیونکہ یہ عمل کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے جو صبح کی نماز پڑھ کر اللہ کی رضاء و خوشنودی اور آخرت کے (بہترین انجام اور ثواب) کے حصول کیلئے کسی مریض کی عیادت کرنے کیلئے جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں، ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو اجر و ثواب (کے سمندر) میں غرق ہو جاتا ہے۔ رَحِمَ اللهُ رَجُلًا صَلَّى الْغَدَاةَ، ثُمَّ خَرَجَ يَعُودُ مَرِيضًا يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللهِ، وَالدَّارَ الْآخِرَةِ، يَكْتُبُ اللهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ حَسَنَةً، وَيَمْحُو عَنْهُ سَيِّئَةً، فَإِذَا جَلَسَ عِنْدَ الْمَرِيضِ غَرِقَ فِي الْأَجْرِ۔ (شعب الایمان: 8748)

نیز مکافات بھی مدِّ نظر نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ تو صرف بدلہ چکانے والی بات ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جو تمہاری عیادت نہ کرے تم اُس کی عیادت کرو اور جو تمہیں ہدیہ نہ دے تم اُسے ہدیہ پیش کرو۔عُدْ مَنْ لَا يَعُودُكَ، وَاهْدِ لِمَنْ لَا يَهْدِي لَكَ۔(شعب الایمان:7722)(کنز العمال:25150)

نواں ادب: عیادت کیلئے صبح جانا:

عیادت کیلئے کسی بھی مناسب وقت میں جاسکتے ہیں، البتہ بعض احادیث میں صبح کا وقت ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ وقت طبیعت کے تر و تازہ اور فریش ہونے کا ہوتا ہے، مریض اِس وقت تازہ دم ہوتا ہے، اُس کو عیادت میں عموماً اس وقت کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی، اِس لئے اگر ممکن ہو تو عیادت کیلئے صبح کے وقت کا اہتمام کرنا چاہیئے، چنانچہ حدیث میں ہے جو ما قبل کئی مرتبہ گزر چکی ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے جو صبح کی نماز پڑھ کر اللہ کی رضاء و خوشنودی اور آخرت کے (بہترین انجام اور ثواب) کے حصول کیلئے کسی مریض کی عیادت کرنے کیلئے جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں، ایک گناہ معاف کردیتے ہیں اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو اجر و ثواب (کے سمندر) میں غرق ہوجاتا ہے۔رَحِمَ اللهُ رَجُلًا صَلَّى الْغَدَاةَ، ثُمَّ خَرَجَ يَعُودُ مَرِيضًا يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللهِ، وَالدَّارَ الْآخِرَةِ، يَكْتُبُ اللهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ حَسَنَةً، وَيَمْحُو عَنْهُ سَيِّئَةً، فَإِذَا جَلَسَ عِنْدَ الْمَرِيضِ غَرِقَ فِي الْأَجْرِ۔(شعب الایمان:8748)

دسواں ادب: مریض سے سلام اور مصافحہ کرنا:

عیادت کا ایک ادب یہ ہے کہ مریض کے پاس پہنچ کر اُس سے سلام و مصافحہ کیا جائے، چنانچہ حدیث میں

ہے: نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب تم میں سے کوئی مریض کے پاس داخل ہو تو اُس کو چاہیئے کہ مریض سے مصافحہ کرے۔قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَرِيضٍ فَلْيُصَافِحْهُ۔(شعب الایمان:8779)

گیارہواں ادب: مریض کے سر یا ہاتھ پر ہاتھ رکھنا:

ایک ادب یہ ہے کہ اگر مریض کو ناگوار نہ ہو اور ممکن ہو تو عیادت کرتے ہوئے سر پر یا مریض کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے جائیں، اِس عمل سے اپنائیت کا احساس بھی ہوتا ہے اور مریض کو ہاتھوں کے لمس سے سکون بھی ملتا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: مریض کی مکمل عیادت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے ہاتھ کو اُس کے چہرہ (پیشانی) پر رکھے اور اُس سے (اُس کا حال) دریافت کرے کہ وہ کیسا ہے، اور تمہارے درمیان محبت کا مکمل ہونا مصافحہ کرنے میں ہے۔وَمِنْ تَمَامِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ أَنْ يَضَعَ أَحَدُكُمْ يَدَهُ عَلَى وَجْهِهِ، أَوْ عَلَى يَدِهِ، فَيَسْأَلَهُ كَيْفَ هُوَ، وَتَمَامُ مَحَبَّتِكُمْ بَيْنَكُمِ الْمُصَافَحَةُ۔(طبرانی کبیر:7854)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام میں سے کسی کی عیادت کی جن کو کوئی تکلیف لاحق تھی، آپ ﷺ نے مریض کے ہاتھ کو پکڑا اور اپنا ہاتھ اُس کی پیشانی پر رکھ دیا، آپ ﷺ اِس عمل کو (مریض کی پیشانی پر ہاتھ رکھنا) مریض کی عیادت کی تکمیل سمجھتے تھے۔عَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ بِهِ وَجَعٌ، وَأَنَا مَعَهُ فَقَبَضَ عَلَى يَدِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ وَكَانَ يَرَى ذَلِكَ مِنْ تَمَامِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ۔(مجمع الزوائد:3778)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی مریض کے پاس داخل ہو تو اُس کو چاہیئے کہ مریض سے مصافحہ کرے اور اپنے ہاتھ اُس کی پیشانی پر رکھے اور اُس سے پوچھے کہ وہ کیسا ہے، اور مریض کو زندگی کی امید دلائے اور اُس سے درخواست کرے کہ وہ تمہارے حق میں دعاء کرے اِس لئے کہ مریض کی دعاء فرشتوں کی دعاء کی طرح ہوتی ہے۔إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَرِيضٍ فَلْيُصَافِحْهُ، وَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَلْيَسْأَلْهُ كَيْفَ هُوَ، وَلْيُنْسِئْ لَهُ فِي الْأَجَلِ، وَيَسْأَلْهُ أَنْ يَدْعُوَ لَهُمْ، فَإِنَّ دُعَاءَ الْمَرِيضِ كَدُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ۔(شعب الایمان:8779)

بارہواں ادب: مریض کی خیریت دریافت کرنا:

عیادت کا ایک ادب احادیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مریض سے اُس کی خیریت دریافت کی جائے اور اُس کے حال کو پوچھا جائے کیونکہ یہ دراصل اُس کے غم میں شریک ہونے کی ایک صورت ہے، نیز اس سے مریض کی بیماری کی صورتحال معلوم ہوتی ہے اور اُسے کوئی قیمتی مشورہ دیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: تم میں سے کسی کی اپنے بھائی کی مکمل عیادت یہ ہے کہ وہ مریض پر اپنے ہاتھ رکھ کر دریافت کرے اُس کی صبح شام کس حال میں ہوئی ہے۔یعنی وہ کیسا ہے۔مِنْ تَمَامِ عِيَادَةِ أَحَدِكُمْ أَخَاهُ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَيَسْأَلَهُ: كَيْفَ أَصْبَحَ، كَيْفَ أَمْسَى۔(شعب الایمان:8770)

تیرہواں ادب: عیادت ایک مرتبہ کرنا:

عیادت ایک مرتبہ کرنی چاہیئے اور ایک سے زائد مرتبہ بھی عیادت کرنا جائز ہے بشرطیکہ مریض پر باریعنی

بوجھ نہ ہو اور ایک سے زائد مرتبہ بھی وقفے کے ساتھ دن چھوڑ چھوڑ کر عیادت کرنی چاہیے، تاکہ بیمار کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً مروی ہے کہ مریض کی عیادت ایک مرتبہ کرنا سنّت ہے اور اس سے جو زیادہ ہو گا وہ نفل ہے۔عِيَادَةُ الْمَرِيضِ مَرَّةً سُنَّةٌ، فَمَا زَادَ فنافلةٌ۔(طبرانی کبیر:11669)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: دن چھوڑ چھوڑ کر اور وقفہ کے ساتھ عیادت کیا کرو، اور بہترین عیادت وہ ہے جو سب سے زیادہ ہلکی ہو۔ أَغِبُّوا فِي الْعِيَادَةِ، وَأَرْبِعُوا فِي الْعِيَادَةِ، وَخَيْرُ الْعِيَادَةِ أَخَفُّهَا۔(شعب الایمان:8782)

أَغِبُّوا: يُقَالُ: غَبَّ الرجُل إِذَا جَاءَ زَائِرًا بَعْدَ أَيَّامٍ. وَقَالَ الحسَن: فِي كُلِّ أسبُوع

أَرْبِعُوا: أَيْ دَعُوه يَوْمَيْنِ بَعْدَ العِيادة وأْتُوه الْيَوْمَ الرَّابِعَ .(النھایہ لابن الاثیر:3/336)(2/190)

چودھواں ادب: عیادت میں تاخیر نہ کرنا:

ایک ادب یہ ہے کہ جب کسی کے بیمار ہونے کا علم ہو تو اُس کی عیادت میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ پہلے دن ہی اگر ممکن ہو تو عیادت کرلی جائے، کیونکہ شروع میں طبیعت کی خرابی زیادہ ہوتی ہے اور کسی کی تسلّی اور تعاون کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اِرشاد سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے، چنانچہ فرمایا: مریض کی عیادت کرنا پہلے دن سنّت اور اُس کے بعد تطوّع (یعنی نفل) ہے۔عِيَادَةُ الْمَرِيضِ أَوَّلَ يَوْمٍ سُنَّةٌ وَبَعْدَ ذَلِكَ تَطَوُّعٌ۔(طبرانی کبیر:11210)

پندرہواں ادب: مریض اگر مغلوب الحال ہو تو عیادت نہ کرنا:

بعض اوقات مرض اِس نوعیت کا ہوتا ہے کہ مریض کی عیادت کرنا ممکن نہیں ہوتا، یا عیادت کی وجہ سے مریض کو لازمی تکلیف پہنچتی ہے، ایسی صورت میں اُس کی صحت یابی اور شفاء یاب ہونے کیلئے دعاء کرنی چاہیئے، عیادت کرنے پر مُصر اور بضد نہیں ہونا چاہیئے، کیونکہ یہ مریض کو تکلیف پہنچانے کے مترادف ہوتا ہے، جس سے بچنا بہر حال ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بہترین عیادت وہ ہے جو سب سے زیادہ ہلکی ہو اور اگر مریض مغلوب الحال ہو تو اُس کی عیادت نہیں کی جائے گی۔خَيْرُ الْعِيَادَةِ أَخَفُّهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَغْلُوبًا فَلَا يُعَادُ۔(شعب الایمان:8782)

سولہواں ادب: مریض کو اُس کی پسند کی چیز کھلانا جبکہ اُس کے لئے وہ نقصان دہ نہ ہو:

بیماری کی حالت میں منہ کا ذائقہ بڑی حد تک بدل جاتا ہے اور بعض اوقات اِسی کیفیت میں مریض کا دل کسی خاص چیز کے کھانے کا کر رہا ہوتا ہے، ایسے میں دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ وہ چیز مریض کیلئے نقصان دہ نہ ہو اور معالج کی طرف سے اُس کا پرہیز نہ بتایا گیا ہو تو مریض کو منع نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ کوشش کرکے کہیں سے بھی اُسے حاصل کرکے مریض کو کھلانا چاہیئے، نبی کریم ﷺ نے اِس کی تعلیم دی ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مریض کو وہ چیز کھلائی جس کی اُسے خواہش تھی، اللہ تعالیٰ اُسے جنّت کے پھل کھلائیں گے۔(طبرانی کبیر:6107)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی شخص کی عیادت کی، آپ نے اُس سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟ اُس سے کہا میں گندم کی روٹی کھانا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے

لوگوں سے اِرشاد فرمایا: جس کے پاس گندم کی روٹی ہو اُسے چاہیئے کہ اپنے بھائی کے لئے بھیج دے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا مریض کسی چیز کے کھانے کی خواہش کرے تو اُسے کھلا دینا چاہیئے ۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،عَادَ رَجُلًا، فَقَالَ:«مَا تَشْتَهِي؟» قَالَ: أَشْتَهِي خُبْزَ بُرٍّ،قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«مَنْ كَانَ عِنْدَهُ خُبْزُ بُرٍّ، فَلْيَبْعَثْ إِلَى أَخِيهِ» ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«إِذَا اشْتَهَى مَرِيضُ أَحَدِكُمْ شَيْئًا،فَلْيُطْعِمْهُ»۔(ابن ماجہ:1439)

ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض کی منشاء اور خواہش پوچھتے ہوئے خود اس کے سامنے مختلف چیزوں کا نام بھی لینا چاہیئے تاکہ کوئی چیز جو مریض کے ذہن میں نہ ہو لیکن ہوسکتا ہے کہ سن کر اُسے یاد آجائے اور وہ اپنی خواہش بتاسکے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی مریض کی عیادت کیلئے تشریف لائے، آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی چیز کھانے کا دل کر رہا ہے؟ کیا تم کیک کھانا چاہتے ہو؟ اُس نے کہا: جی ہاں! پس لوگوں نے اُس کیلئے کیک کا انتظام کیا۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ:دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ، فَقَالَ:«أَتَشْتَهِي شَيْئًا؟ أَتَشْتَهِي كَعْكًا؟» قَالَ:نَعَمْ، فَطَلَبُوا لَهُ۔(ابن ماجہ:1440)

سترہواں ادب: مریض کو کسی چیز کے کھانے پر مجبور نہیں کرنا چاہیئے:

مریض کے ساتھ کسی چیز کے کھانے میں زبردستی نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ اِس سے بعض اوقات فائدہ کے بجائے نقصان ہوجاتا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اپنے مریضوں کو کھانے یا پینے پر مجبور نہ کیا کرو اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔لَا تُكْرِهُوا

مَرْضَاكُمْ، عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَإِنَّ اللهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ۔(شعب الایمان: 8793)اِس سے معلوم ہوتاہے کہ مریض کو کھلانے پلانے میں زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔

اٹھارہواں ادب:مریض کے پاس کوئی چیز نہ کھانا:

عیادت کا ایک ادب یہ ہے کہ مریض کے پاس ایسی کوئی چیز کھانے سے اجتناب کرنا چاہیئے جس سے مریض کو پرہیز ہو، کیونکہ اِس سے مریض کا دل بھی چاہے گا کہ وہ چیز کھائے لیکن ممنوع ہونے کی وجہ سے اُسے نہیں دی جاسکے گی، جس سے اُس کو تکلیف ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ کی روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کرے تو اُسے چاہیئے مریض کے سامنے کوئی چیز نہ کھائے اِس لئے کہ یہ اُس کی عیادت کا حصہ ہے۔إذَا عَادَ أَحَدُكُمْ مَرِيْضاً فَلَا يَأْكُلْ عِندَه شَيئاً فَإنّه حَظّه مِن عِيَادَته۔(کنزالعمال:25138)

لیکن یہ حکم اُس وقت ہے جبکہ بیمار اُس کو نہ کھاسکتا ہو ورنہ اُس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تو اور بھی زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ اس طرح مریض بھی بے تکلفی کے ساتھ کھالے گا۔

انیسواں ادب:مریض سے اپنے لئے دعاء کرانا:

بیمار پر اللہ کا خاص فضل ہوتا ہے، حدیث کے مطابق اُس کی دعاء فرشتوں کی دعاء کی طرح ہوتی ہے، لہٰذا عیادت کرنے والے کو چاہیئے خود بھی مریض کیلئے دعاء کرے اور مریض سے بھی اپنے لئے دعاء کی درخواست کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں کہ مریضوں کی عیادت کیا کرو اور اُن

سے درخواست کیا کرو کہ وہ تمہارے حق میں دعاء کریں، اِس لئے کہ بیمار کی دعاء مقبول ہوتی ہے اور اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔عُودُوا الْمَرْضَى،وَمُرُوهُمْ فَلْيَدْعُوا لَكُمْ، فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَرِيضِ مُسْتَجَابَةٌ، وَذَنْبُهُ مَغْفُورٌ۔(طبرانی اوسط:6027)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اُس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لئے دعاء کرے اِس لئے کہ اُس کی دعاء فرشتوں کی دعاء کی طرح ہوتی ہے۔إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مَرِيضٍ، فَمُرْهُ أَنْ يَدْعُوَ لَكَ؛فَإِنَّ دُعَاءَهُ كَدُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ۔(ابن ماجہ:1441)

بیسواں ادب: بیمار کی خدمت خود اپنے ہاتھوں سے کرنا:

عیادت کا ایک ادب یہ ہے کہ بیمار کی خدمت کا کوئی کام ہو تو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے خود اپنے ہاتھوں سے اُس کو سرانجام دینا چاہیئے،اور اس میں کوئی عار یا بوجھ نہیں سمجھنا چاہیئے،کیونکہ یہ تو ثواب کا کام ہے،بھلا ثواب کے کام کو بھی عار یا بوجھ سمجھا جاسکتا ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ مریض کا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرلیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت جُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کرتے ہوئے دیکھا،میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن (کے کسی عضو) کو کپڑے سے سینک رہے تھے۔رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،عَادَ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَمِّدُهُ بِخِرْقَةٍ۔(طبرانی کبیر:1584)

اکیسواں ادب: مریض کو دعاء دینا:

عیادت کا ایک اہم ادب یہ ہے کہ بیمار کیلئے دعاء کی جائے اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ مریض کیلئے غائبانہ

دعاء کرنے کے ساتھ ساتھ مریض کے سامنے بھی دعاء دی جائے تاکہ وہ بیمار اِس دعاء پر آمین کہہ سکے، کیونکہ بیماری کی دعاء ملائکہ کی دعاء کی طرح ہوتی ہے لہٰذا جب وہ عیادت کرنے والے کی دعاء کے جواب میں آمین کہے گا تو ان شاء اللہ دعاء قبول ہوگی، نیز اِس طرح دعاء دینے سے اُس کا دل بھی خوش ہو جائے گا، چنانچہ روایت میں آپ ﷺ کا مریض کے سامنے دعاء دینا منقول ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے، جب آپ نے نکلنے کا اِرادہ کیا تو اِرشاد فرمایا: اے سلمان! اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف کو دور کرے، تمہارے گناہ کو معاف کرے، تمہیں دین میں عافیت بخشے اور تمہارے جسم کو مقررہ مدّت تک عافیت نصیب کرے۔ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ، قَالَ: يَا سَلْمَانُ كَشَفَ اللهُ ضُرَّكَ، وَغَفَرَ ذَنْبَكَ، وَعَافَاكَ فِي دِينِكَ، وَجَسَدِكَ إِلَى أَجَلِكَ۔ (طبرانی کبیر: 6106)

﴿عیادت سے متعلّق چند عمومی کوتاہیاں اور اُن کی اِصلاح﴾

عیادت کے بارے میں معاشرے میں مختلف قسم کی کوتاہیاں پائی جاتی ہیں جن سے بچنا ضروری ہے، ذیل میں چند بڑی اور اہم کوتاہیوں کو بغرضِ اِصلاح ذکر کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

پہلی کوتاہی: عیادت کو غیر ضروری اور غیر اہم سمجھنا:

بعض لوگ عیادت کو یہ کہہ کر قابلِ اعتناء نہیں سمجھتے کہ یہ سنّت یا مستحب ہی تو ہے، کوئی فرض و واجب تو نہیں، حالانکہ سنّت عمل کوئی ترک کرنے کیلئے نہیں بلکہ اپنانے اور عمل میں لانے کیلئے ہوتا ہے، بالخصوص جبکہ اُس کے بارے میں اتنی تاکید کی گئی اور ترغیب دی گئی ہو، بے پناہ فضائل اور اجر و ثواب کو بیان کیا ہو تو

اُس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔اِس لئے ہر گز شیطان کے اِس دھوکہ کا شکار نہیں ہونا چاہیئے، کیونکہ اِس بُری اور غلط سوچ کی وجہ سے شیطان اِنسان کو بہت سے فضیلت والے اعمال سے سے محروم کرکے بہت بڑے نقصان اور خسارے کا شکار کردیتا ہے۔

دوسری کوتاہی: صرف جاننے والوں کی عیادت کرنا:

عموماً معاشرے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ مریض کی عیادت کرنا صرف جاننے والے کیلئے یا رشتہ دار اور پڑوسی وغیرہ کیلئے ہے، جبکہ احادیثِ مبارکہ میں اِس طرح کی کوئی قید اور تحدید نہیں، یہ ایک عمومی حکم ہے سب ہی کو اس کا اہتمام کرنا چاہیئے اور اپنے پرائے کا فرق ہر گز نہیں رکھنا چاہیئے۔اور یہ بالکل ایسا ہی حکم ہے جیسے سلام کے بارے میں آتا ہے کہ اپنے جاننے والے اور نہ جاننے والے سب ہی کو سلام کرنا چاہیئے ۔تَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔(بخاری:12)اِسی طرح اپنے جاننے والے اور نہ جاننے والے سب ہی کی عیادت کرنی چاہیئے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:31/79)

تیسری کوتاہی: مکافات کے طور پر عیادت کرنا:

ایک کوتاہی یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ صرف اُن لوگوں کی عیادت کو ضروری اور اہم سمجھا جاتا ہے جو ہماری بیماری میں ہمیں پوچھنے اور حال دریافت کرنے کیلئے آئے ہوں،اور جنہوں نے ہمیں بیماری میں نہ پوچھا ہو ہم اُس کی بیماری میں عیادت کرنے کو پسند نہیں کرتے، حالآنکہ یہ اخلاق نہیں ،یہ تو مکافات ہے، حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کی عیادت کرنے کا بھی بصراحت حکم دیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جو تمہاری عیادت نہ کرے تم اُس کی عیادت کرو اور جو تمہیں ہدیہ نہ دے تم اُسے ہدیہ پیش

کرو۔عُدْ مَنْ لَا يَعُودُكَ، وَاهْدِ لِمَنْ لَا يَهْدِي لَكَ۔(شعب الایمان:7722)(کنز العمال:25150)

چوتھی کوتاہی: مریض کے پاس دیر تک بیٹھنا:

ایک کوتاہی یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ مریض کے پاس دیر تک بیٹھا جاتا ہے اور لوگ اِس کا خیال نہیں رکھتے کہ مریض کو آرام وراحت کی ضرورت ہے اور وہ ہمارے بیٹھنے کی وجہ سے پریشان ہورہا ہے، چنانچہ بیٹھ کر کافی دیر تک مریض سے یا اُس کے گھر والوں سے یا آپس ہی میں دیر تک گپ شپ میں لگے رہتے ہیں اور مریض بیچارہ مروّت میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا اور آزادانہ آرام سے آنے والوں کی وجہ سے بیٹھ بھی نہیں سکتا اور نیند کی ضرورت ہو تو سو بھی نہیں سکتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ زبردستی سب کچھ برداشت کرتا رہتا ہے۔یاد رکھئے!!اِس طرح کی کوتاہی مریض کو تکلیف پہنچانے اور اذیت دینے کے مترادف ہے لٰہذا اِس سے بہر صورت بچنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔نبی کریم ﷺ نے عیادت میں تخفیف کو پسند کیا ہے اور افضل ترین عیادت اُسی کو قرار دیا ہے جو سب سے زیادہ ہلکی ہو۔اِس بارے میں اِرشاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ و السلام ”عیادت کے آداب“ میں گزر چکے ہیں۔

پانچویں کوتاہی: غیر مناسب وقت میں عیادت کرنا:

ایک کوتاہی یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ لوگ مریض کی عیادت میں بسا اوقات مناسب وقت کا لحاظ نہیں رکھتے، چنانچہ مریض کے آرام اور نیند کے وقت میں عیادت کیلئے چلے جاتے ہیں اور بعض اوقات اُس کو نیند سے جگاکر عیادت کرتے ہیں، اِسی طرح رات گئے عیادت کیلئے پہنچ جاتے ہیں جو عموماً سونے کا وقت ہوتا ہے، اِس سے مریض کو تکلیف تو ہوتی ہی ہے، گھر والے بھی پریشان ہوجاتے ہیں۔

اِس کیلئے بہت ہی مناسب طریقہ یہ ہے کہ فون وغیرہ کے ذریعہ پہلے سے مریض سے یا اُس کے گھر والوں سے صحیح اور مناسب وقت لے لیا جائے پھر عیادت کی جائے، اِس میں سب ہی کیلئے راحت ہے۔

چھٹی کوتاہی: مریض کے ساتھ مایوس کُن لہجہ اپنانا:

ایک کوتاہی یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ بعض لوگ ناسمجھی میں مریض کو اُس کی بیماری کے بارے میں خوف دلاتے ہیں، دوسرے لوگوں کے بارے میں اسی بیماری کے اندر مرجانے کے قصے سناتے ہیں، جس کے نتیجہ میں مریض کی آدھی جان ویسے ہی نکل جاتی ہے اور اُسے اپنی بیماری کے بارے میں نااُمیدی سی ہوجاتی ہے، یاد رکھئے! یہ انتہائی غلط طریقہ ہے، جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے مریض کو اُمید دلانے کی تعلیم دی ہے اور اس کا فائدہ یہ بیان کیا ہے کہ اس سے اُس کی زندگی میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور نہ ہی آنے والی مصیبت یا موت ٹَل سکے گی، لیکن کم از کم اتنا فائدہ ہوگا کہ اُس کا دل خوش ہوجائے گا۔(ترمذی:2087)

ساتویں کوتاہی: غلط مشورہ دینا:

مریض کو اُس کی بیماری میں ہرگز غلط مشورہ نہیں دینا چاہیئے، بہت سے لوگ اِس ادب کا خیال نہیں رکھتے اور اپنی سمجھ کے مطابق طریقہ علاج یا غذاؤں کے حوالے سے ایسے مشورے دیدیتے ہیں جو بعض اوقات مریض کیلئے مُفید ہونے کے بجائے مُضر اور نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، اور مریض اُن پر عمل کرکے اپنے لئے اور بھی پریشانی کھڑی کرلیتا ہے۔

آٹھویں کوتاہی: مریض کیلئے کچھ لے جانے کو ضروری سمجھنا:

ایک کوتاہی معاشرے میں یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ مریض کی عیادت کیلئے جاتے ہوئے کچھ پھل یا جوسز وغیرہ لے جانے کو انتہائی ضروری سمجھا جاتا ہے اور اِس کا اِس قدر اہتمام کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی چیز نہ مل سکے یا فی الحال خریدنے کیلئے انتظام اور پیسے نہ ہوں تو عیادت ہی کو ترک کردیا جاتا ہے، اور بسا اوقات مریض یا اُس کے گھر والے بھی اِس بات سے ناراض ہوتے ہیں کہ عیادت کیلئے خالی ہاتھ آکر چلا گیا۔

یاد رکھیں!! یہ خیال اور سوچنے کا انداز بالکل غلط ہے، عیادت کے بارے میں اِرشاداتِ نبویہ کے اندر ہمیں ایسی کوئی چیز نہیں ملتی، لہٰذا اس نظریہ اور سوچ کی اِصلاح نہایت ضروری ہے۔

نویں کوتاہی: مریض کے سامنے کچھ کھانا:

بعض اوقات یہ کوتاہی دیکھنے میں آتی ہے کہ مریض کے سامنے ایسی کوئی چیز کھائی جاتی ہے جو اُس کیلئے مضر اور نقصان دہ وتی ہے، اِس سے مریض کو تکلیف لاحق ہوتی ہے، کیونکہ اُس کی طبیعت میں وہ چیز کھانے کا تقاضا پیدا ہوتا ہے جس کو مریض کی خیر خواہی میں پورا کرنا درست نہیں ہوتا، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض صرف للچائی نگاہوں سے اُس چیز کو دیکھتا رہ جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اِس عمل سے مریض کو تکلیف پہنچتی ہے، جس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

دسویں کوتاہی: مریض کو کسی چیز کے کھانے پر مجبور کرنا:

بعض لوگ مریض کو کسی چیز کے کھلانے میں اتنے مُصر ہوتے ہیں کہ بہر صورت کسی بھی طرح مریض کو کوئی چیز کھلانے کی ضد کرتے ہیں اور مریض منع کرنے کے باوجود بھی اُس چیز کو دل دبا کر زبردستی کھانے

پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں اُسے بعض اوقات اُلٹی بھی آجاتی ہے، ورنہ کم از کم تکلیف تو ہوتی ہی ہے۔ اِس بارے میں آپ ﷺ کی بھی تعلیم یہی ہے کہ مریض کے ساتھ کھانے پینے میں زبردستی نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُسے کھلاتے اور پلاتے ہیں۔

گیارہویں کوتاہی: مریض کو اُس کی آرامگاہ سے نکالنا:

بعض اوقات مریض گھر کے اندرونی کسی ایسے کمرے میں محوِ استراحت ہوتا ہے جہاں کسی شخص کیلئے جانا گھر میں پردے وغیرہ کے حوالے سے گھر والوں کیلئے پریشان کُن ہوتا ہے، نیز مریض کیلئے وہاں سے اُٹھ کر باہر آکر ملاقات کرنا بیماری کی وجہ سے ممکن نہیں ہوتا، ایسی صورت میں مریض کے ساتھ زبردستی نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ بہر صورت باہر آکر ملاقات کرے اگرچہ اُس سے چارپائی سے اُٹھا بھی نہ جارہا ہو، کیونکہ اِس سے اُس کو تکلیف ہوگی، نیز خود گھر کے اندرونی کمرے میں جاکر ملنے پر بضد ہونا گھر والوں کیلئے تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی صوررت میں یا تو فون پر عیادت کرلینے پر اکتفا کرلینا چاہیئے یا گھر والوں سے مل کر مریض کی حالت دریافت کرلینا چاہیئے، ان شاء اللہ! یہ بھی عیادت کے قائم مقام ہو جائے گا اور یا پھر کسی اور مناسب وقت میں آکر جبکہ یہ مجبوری و پریشانی باقی نہ رہے اُس وقت عیادت کرلینی چاہیئے۔

﴿احادیثِ طیّبہ سے ماخوذ عیادت کی کچھ دعائیں﴾

عیادت کے وقت کی کچھ دعائیں احادیثِ طیّبہ میں منقول ہیں، عیادت کے وقت اُن کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے، یہ دعائیں احادیث سے منقول ہیں، لہٰذا ان کے پڑھنے میں برکت بھی زیادہ ہے اور دعاؤں کی قبولیت کا امکان بھی زیادہ ہے، لہٰذا بڑے اہتمام سے ان کو پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے:

پہلی دعاء:" لَا بَأْسَ، طَهُورٌ ":

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کے پاس عیادت کرنے کی غرض سے جاتے تو یہ کہا کرتے تھے: «لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ» کوئی حرج نہیں ،اِن شاء اللہ یہ بیماری (گناہوں سے) پاک کرنے والی ہے۔(بخاری:3616)

دوسری دعاء:" أَذْهِبِ الْبَأسَ رَبَّ النَّاسِ ":

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعاء پڑتے تھے:

«أَذْهِبِ الْبَأسَ رَبَّ النَّاسِ،وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي،لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا»

ترجمہ: اے لوگوں کے پردگار! بیماری دور کردے اور شفاء دے، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفاء نہیں دے سکتا، ایسی شفاء دے جو بیماری کو بالکل نہ چھوڑے۔(مسلم:2191)

تیسری دعاء:" بِاسْمِ اللهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا ":

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے بدن کے کسی حصہ (کے درد) کی شکایت کرتا یا (اس کے جسم کے کسی عضو پر) پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اِشارہ کرتے جس کا طریقہ حدیث کے راوی حضرت سفیان نے عملی طور پر یوں بیان کیا کہ زمین پر اپنی شہادت کی انگلی رکھ کر پھر اُس کو اُٹھالیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی پر لعابِ دہن لگا کر اُس کو مٹی سے لگاتے اور پھر اُس انگلی کو متاثرہ مقام پر پھیرتے اور یہ دعاء پڑھتے) :

«بِاسْمِ اللهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، لِيُشْفَى بِهِ سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا»

اللہ تعالیٰ کے نام سے میں برکت حاصل کرتا ہوں، یہ مٹی ہمارے بعض آدمیوں کے لعابِ دہن سے آلودہ ہے تاکہ ہمارا بیمار ہمارے پروردگار کے حکم سے شفاء یاب ہو جائے۔(مسلم:2194) (ابن ماجہ:3521)

چوتھی دعاء:" مُعَوِّذَات ":

معوّذات پناہ دینے والی سورتوں کو کہا جاتا ہے، اور اس کا اِطلاق اصلاً تو سورۃ الفلق اور سورۃ النّاس پر ہی ہوتا ہے، لیکن اکثر حضرات نے سورۃ الکافرون اور سورۃ الاِخلاص کو بھی اس میں داخل کیا ہے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ چاروں قُل پڑھ کر اپنے پورے بدن پر دم کرلینا چاہیے۔(مرقاۃ:3/1126)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو معوّذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیتے اور اپنا ہاتھ بدن پر (جہاں تک پہنچتا) پھیر لیتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں مبتلاء ہوئے تو میں معوّذات پڑھ کر اُسی طرح آپ پر دم کردیا کرتی تھی جیسا کہ آپ خود معوّذات پڑھ کر دم کرتے تھے، اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہاتھ آپ کے بدن پر پھیر دیا کرتی تھی۔ كَانَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ، فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، طَفِقْتُ أَنْفِثُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفِثُ، وَأَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ۔(بخاری:4439)

پانچویں دعاء:" أَعُوذُ بِاللهِ وَقُدْرَتِهِ ":

حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جسم میں تکلیف کا اظہار کیا جو اُن کو اِسلام لانے بعد سے لاحق تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: اپنا ہاتھ جسم میں درد کی جگہ پر رکھو اور تین مرتبہ

"بِسْمِ اللَّهِ " پڑھو اور سات مرتبہ یہ دعاء پڑھو :« أَعُوذُ بِاللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ »
ترجمہ: میں اللہ سے اُس کی عزّت اور اُس کی قدرت کے ذریعہ اس (درد) کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جسے میں محسوس کر رہا ہوں اور (آئندہ اس کی زیادتی سے) ڈر تا ہوں۔(مسلم:2202)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان ابن ابي العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسی تکلیف لاحق تھی جو قریب تھا کہ مجھے ہلاک کر ڈالتی، لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف دور کر دی، پس میں اِس عمل کے بارے میں اپنے گھر والوں کو اور دوسروں کو بھی تلقین کرنے لگا۔(ابوداؤد:3891)

چھٹی دعاء:" بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ ":

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی!، حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ دعاء پڑھی:
«بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ، أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اللَّهُ يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ» ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں ہر اُس چیز سے جو آپ کو اذیت پہنچائے اور ہر ذات کے شر سے یا ہر حاسد کی آنکھ سے، اللہ آپ کو شفاء دے، میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں۔(مسلم:2186)

ساتویں دعاء:" أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ ":

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اِن کلمات کے

ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیا کرتے تھے:

« أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ »

ترجمہ: میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامّہ (جو کامل اور مکمل ہیں) کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتاہوں ہر شیطان کی بُرائی، ہر ہلاک کر دینے والے زہریلے جانور اور ہر نظر لگانے والی آنکھ کے شر سے۔ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اِن ہی کلمات کے ذریعے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے۔(ترمذی:2060)

آٹھویں دعاء:" أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ":

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت کا وقت حاضر نہ ہوا ہو اور اُس کے پاس حاضر ہو کر یہ دعاء سات مرتبہ پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ اُسے اس مرض سے ضرور شفاء عطاء فرمادیں گے۔ دعاء یہ ہے:

« أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ » ترجمہ: میں عظمتوں والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو عظمتوں والے عرش کا مالک ہے یہ کہ وہ تمہیں شفاء عطاء فرمادے۔(ابوداؤد:3106)

نویں دعاء:" اللَّهُمَّ اشْفِهِ اللَّهُمَّ عَافِهِ ":

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں (بہت سخت) بیمار ہو گیا، نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں یہ دعاء کر رہا تھا: اے اللہ اگر میری وفات کا قریب آگیا ہے تو مجھے راحت پہنچادیجئے اور اگر (وفات کا وقت) بعد میں ہے تو مجھے اُٹھادیجئے (صحیح کر دیجئے) اور اگر آزمائش ہے تو مجھے

ثابت قدمی عطاء فرمایئے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کیا کہا؟ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے وہ کلمات دہرا دیے، آپ ﷺ نے سن کر یہ اِرشاد فرمایا:

« **اللَّهُمَّ اشْفِهِ اللَّهُمَّ عَافِهِ** » ترجمہ: اے اللہ! اسے شفاء عطاء فرمایئے، اے اللہ! اسے عافیت دید یجئے۔

پھر آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہو گیا اور پھر وہ تکلیف دوبارہ مجھے کبھی نہیں ہوئی۔(مستدرک حاکم:4239)

دسویں دعاء: " مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ " :

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کو بخار اور تمام تکالیف کے موقع پر پڑھنے کیلئے یہ دعاء سکھلایا کرتے تھے:

«بِسْمِ اللَّهِ الكَبِيرِ، أَعُوذُ بِاللَّهِ العَظِيمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ، وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ»

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت چاہتا ہوں جو بزرگ و برتر ہے، میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جو عظمت والا ہے، ہر جوش مارنے والی رگ کی بُرائی (یعنی تکلیف) سے اور آگ کی گرمی کی بُرائی (یعنی بخار) سے۔(ترمذی:2075)

گیارہویں دعاء: " رَبُّنَا اللَّهُ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ " :

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جس کو کوئی تکلیف ہو یا اُس کے کسی بھائی کو ہو تو یہ مذکورہ دعاء پڑھے، وہ ان شاء اللہ شفاء پا جائے گا۔

« رَبَّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ، تَقَدَّسَ اسْمُكَ، أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ، اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا، أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ، أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هَذَا الْوَجَعِ، فَيَبْرَأَ» ترجمہ: ہمارا پروردگار اللہ ہے ، ایسا اللہ جو آسمان میں ہے، اے اللہ! تیرا نام بہت ہی پاک ہے، تیرا حکم آسمان وزمین دونوں میں ہے، اے اللہ جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے پس ایس طرح اپنی رحمت زمین یں بھی نازل فرما۔ اے اللہ! ہمارے چھوٹے اور بڑے (تمام) گناہ بخش دے، تو پاکیزہ لوگوں کا پروردگار ہے، اے اللہ! اپنی رحمتوں میں سے (عظیم) رحمت نازل فرما اور اِس بیماری سے شفاء عطاء فرما۔ (ابوداوٗد:3892)

بارہویں دعاء:" أَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحَزَنَ" :

حضرت ابن عمرو فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کیلئے آئے تو اُسے چاہیئے یہ دعاء پڑھے:

«اللَّهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا، أَوْ يَمْشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ »

ترجمہ: اے اللہ! اپنے بندے کو شفاء دے تاکہ وہ تیرے لئے دشمن کو زخمی کرے (یعنی جہاد میں شرکت کرسکے) یا تیرے لئے جنازے میں جاسکے۔ (ابوداوٗد:3107)

☆.........☆.........☆.........☆

بیمار اور بیماری کے فضائل و اعمال

﴿مَرَض اور مریض کے فضائل احادیثِ طیّبہ کی روشنی میں﴾

احادیثِ طیّبہ میں بیماریوں کے اور بیماریوں میں مبتلاء ہو کر صبر کرنے والوں کے بہت فضائل بیان کیے ہیں ،اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن پر آنے والی بیماریاں اور تکلیفیں بھی در اصل اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت ہی ہوتی ہیں اور انجامِ کار راحتوں کے حصول کا ذریعہ بنتی ہیں،اِس لئے ایک مؤمن کو صبر و تحمّل کا دامن چھوڑ کر اُن فضائل سے محروم نہیں ہونا چاہیئے۔ذیل میں وہ فضائل ملاحظہ فرمائیں:

پہلی فضیلت:مریض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خیر و بھلائی کا اِرادہ ہوتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر و بھلائی کا اِرادہ فرماتے ہیں وہ(جسمانی،مالی یا کسی اور)مصیبت میں مبتلاء ہوجاتا ہے۔مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ۔(بخاری:1536)

دوسری فضیلت:بیماری انسان کیلئے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: کسی مسلمان کو جب کوئی تھکاوٹ ،درد،رنج ،حزن ،اذیت اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ کوئی کانٹا بھی اُس کو چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ذریعہ اُس کے گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔مَا يُصِيبُ المُسْلِمَ، مِنْ نَصَبٍ وَلاَ وَصَبٍ، وَلاَ هَمٍّ وَلاَ حُزْنٍ وَلاَ أَذًى وَلاَ غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ۔(بخاری:5641)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار تھا، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو تو بہت سخت بخار ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جی ہاں! مجھے تمہارے دو آدمیوں کے برابر بخار چڑھتا ہے، میں نے کہا: کیا یہ اِس وجہ سے ہوتا ہے کہ آپ کو دوگنا ثواب ملے؟ آپ نے اِرشاد فرمایا: ہاں! اور پھر فرمایا: جس مسلمان کو (بیماری یا کسی اور وجہ سے) تکلیف پہنچتی ہے خواہ کانٹا چبھنے یا اس سے بھی اوپر کی کوئی تکلیف ہو تو اللہ تعالیٰ اُس تکلیف کی وجہ سے اُس کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں جیسے درخت اپنے پتوں کو جھاڑ دیتا ہے۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا؟ قَالَ: «أَجَلْ، إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلاَنِ مِنْكُمْ» قُلْتُ: ذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ؟ قَالَ:أَجَلْ، ذَلِكَ كَذَلِكَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔(بخاری:5641)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: مؤمن مرد یا مؤمن عورت کی جان ،اولاد اور مال کو مسلسل مصیبت و بلاء پہنچتی رہتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ (مرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا (کیونکہ مصائب و آلام کی وجہ سے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَا يَزَالُ البَلَاءُ بِالمُؤْمِنِ وَالمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ۔(ترمذی:2399)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب بندے کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں اور اس کے اعمال میں ایسا کوئی عمل نہیں ہوتا جو اُس کے گناہوں کو مٹاسکے تو اللہ تعالیٰ اُس کو غم اور حزن میں مبتلاء کردیتے ہیں تاکہ اُس

کے گناہوں کو دور کردے۔إِذَا كَثُرَتْ ذُنُوبُ الْعَبْدِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَا يُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ،ابْتَلَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالْحُزْنِ لِيُكَفِّرَهَا عَنْهُ۔(مسند احمد:25236)

حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں کسی شخص کی وفات ہوگئی تو ایک شخص نے کہا: اس کیلئے مبارک باد ہے کہ یہ مر گیا اور کسی بیماری میں مبتلاء نہیں ہوا، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: افسوس ہے تم پر! تمہیں کیا معلوم شاید کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی مرض میں مبتلاء کر دیتا جو اس کیلئے کفارہ سیئات (گناہوں کی معافی کا ذریعہ) بن جاتا۔عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَهُ الْمَوْتُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ،فَقَالَ رَجُلٌ: هَنِيئًا لَهُ مَاتَ وَلَمْ يُبْتَلَ بِمَرَضٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: وَيْحَكَ، وَمَا يُدْرِيكَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ ابْتَلَاهُ بِمَرَضٍ يُكَفِّرُ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ۔(مؤطا مالک:1979)

حدیثِ قدسی میں ہے: اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: بے شک میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو جب کسی مصیبت میں مبتلاء کر دیتا ہوں اور وہ اُس مصیبت و آزمائش پر میری حمد و ثناء بیان کرتا ہے تو وہ اپنے بستر (علالت) سے اُس دن کی طرح گناہوں سے (پاک و صاف ہو کر) اُٹھتا ہے جس دن اُس کی ماں نے اُس کو جَنا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندے کو (بیماری کی وجہ سے) قید کر دیا ہے اور اُس کو مصیبت میں ڈال دیا ہے لہٰذا اے فرشتو! تم لوگ اُس کیلئے وہی عمل (لکھنا) جاری رکھو جو تم اُس کیلئے لکھتے تھے۔إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: إِنِّي إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنًا، فَحَمِدَنِي عَلَى مَا ابْتَلَيْتُهُ، فَإِنَّهُ يَقُومُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا، وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِي، وَابْتَلَيْتُهُ، فَأَجْرُوا لَهُ كَمَا كُنْتُمْ تُجْرُونَ لَهُ۔(مسند احمد:17118)

تیسری فضیلت: بیماری انسان کیلئے آئندہ کے اعتبار سے نصیحت ہوتی ہے:

حضرت عامر رام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بیماریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: بیشک مؤمن جب کسی بیماری میں مبتلاء ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اُسے بیماری سے نجات عطاء کر دیتے ہیں تو یہ بیماری اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ بھی ہوتی ہے اور آئندہ کیلئے باعثِ نصیحت ہوتی ہے، اور بے شک منافق جب بیمار ہوتا ہے اور پھر اُسے بیماری سے نجات دی جاتی ہے تو اس کی مثال اُس اونٹ کی طرح ہوتی ہے جسے اُس کے مالک نے باندھا اور پھر چھوڑ دیا، اور اُس اونٹ کو بالکل معلوم نہیں ہوا کہ مالک نے اُسے یوں باندھا تھا اور کیوں چھوڑ دیا۔إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ، ثُمَّ أَعْفَاهُ اللَّهُ مِنْهُ، كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ، وَمَوْعِظَةً لَهُ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ، وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيرِ، عَقَلَهُ أَهْلُهُ، ثُمَّ أَرْسَلُوهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوهُ، وَلَمْ يَدْرِ لِمَ أَرْسَلُوهُ۔(ابوداؤد:3089)

چوتھی فضیلت: بخار انسان کو گناہوں کی گندگیوں سے پاک صاف کر دیتا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امّ سائب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے (جو سخت بخار میں مبتلاء تھیں اور جسم پر لرزہ طاری تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: تمہیں کیا ہوا جو تم (اِس قدر) کانپ رہی ہو؟ اُنہوں نے فرمایا: یہ بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار کو بُرا مت کہو، کیونکہ یہ بنی آدم کے گناہوں کو اِس طرح دور کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے۔دَخَلَ عَلَى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيِّبِ فَقَالَ: «مَا لَكِ؟ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيِّبِ تُزَفْزِفِينَ؟» قَالَتْ: الْحُمَّى، لَا بَارَكَ اللهُ فِيهَا، فَقَالَ: «لَا تَسُبِّي الْحُمَّى، فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ، كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ»۔(مسلم:2575)

پانچویں فضیلت: دنیا کا بخار آخرت کی آگ کا بدلہ بن جاتا ہے:

نبی کریم ﷺ نے کسی مریض کی عیادت کی جو بخار میں مبتلاء تھا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، آپ ﷺ نے اُس سے اِرشاد فرمایا: خوشخبری سن لو، بے شک اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: بخار میری آگ ہے جسے میں اپنے بندے پر اِس لئے مسلط کرتا ہوں تاکہ وہ (بخار) اس کے حق میں قیامت کے دن دوزخ کی آگ کا بدلہ اور حصّہ ہوجائے۔أَبْشِرْ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: نَارِي أُسَلِّطُهَا عَلَى عَبْدِي الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا، لِتَكُونَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ فِي الْآخِرَةِ۔(مسند احمد:9676)

چھٹی فضیلت: بیمار کیلئے حالتِ صحت کے معمولات کا ثواب جاری رہتا ہے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر میں جاتا ہے (اور اس کی بیماری یا سفر کی وجہ سے معمولات ترک ہوجاتے ہیں) تو اُس کیلئے اُسی کے مثل اعمال لکھ دیے جاتے ہیں جو وہ مقیم اور صحیح ہونے کی حالت میں کیا کرتا تھا۔إِذَا مَرِضَ العَبْدُ، أَوْ سَافَرَ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا۔(بخاری:2996)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب بندہ عبادے کے کسی نیک راستہ پر ہوتا ہے اور پھر بیمار ہوجاتا ہے (جس کی وجہ سے اُس عبادت کے کرنے پر قادر نہیں رہتا) تو اُس فرشتے سے کہا جاتا ہے جو اُس بندہ کے (نیک اعمال لکھنے کے) اوپر مقرر ہوتا ہے: اس بندہ کے لئے اُسی عمل کے مثل لکھو جو وہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا، یہاں تک میں اسے تندرستی عطاء کروں

یا اسے اپنے پاس بلالوں۔إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَانَ عَلَى طَرِيقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ، ثُمَّ مَرِضَ، قِيلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهِ: اكْتُبْ لَهُ مِثْلَ عَمَلِهِ إِذَا كَانَ طَلِيقًا، حَتَّى أُطْلِقَهُ، أَوْ أَكْفِتَهُ إِلَيَّ۔(مسند احمد:6895)

جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندے کو کسی جسمانی بیماری میں مبتلاء فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ (اعمالِ صالحہ لکھنے پر مامور فرشتے سے) فرماتے ہیں: اس کے اُس نیک عمل کو لکھتے رہنا جو یہ کیا کرتا تھا، پھر اگر اللہ تعالیٰ اُس کو شفاء عطاء کرتے ہیں تو اُس کے گناہوں کو دھو دیدتے اور پاک کر دیتے ہیں اور اُس کی روح قبض کر لیتے ہیں تو اُس کی مغفرت کر دیتے اور رحم فرمادیتے ہیں۔أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا ابْتَلَى اللهُ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ بِبَلَاءٍ فِي جَسَدِهِ، قَالَ اللهُ: اكْتُبْ لَهُ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ، فَإِنْ شَفَاهُ غَسَلَهُ وَطَهَّرَهُ، وَإِنْ قَبَضَهُ غَفَرَ لَهُ وَرَحِمَهُ۔(مسند احمد:12503)

حضرت شقیق فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو ہم لوگ آپ کی عیادت کیلئے گئے،وہ ہمارے سامنے رونے لگے،لوگوں نے (یہ سوچ کر کہ یہ بیماری کی تکلیف اور زندگی کی محبّت کی وجہ سے رو رہے ہیں)اِس پر ناگواری کا اِظہار کیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:میں بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں کیونکہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے ”اَلْمَرَضُ كَفَّارَةٌ“ یعنی بیماری گناہوں کیلئے کفارہ ہوتی ہے،میں تو صرف اِس لئے رو رہا ہوں کہ میں سستی(یعنی بڑھاپے)کی حالت میں بیماری میں مبتلاء ہوا،اور قوّت (یعنی جوانی کی)حالت میں بیمار نہیں ہوا،اِس لئے کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اس کی بیماری کے ایّام میں وہی اعمال لکھے جاتے ہیں جو اس کے بیمار ہونے سے پہلے لکھے جاتے تھے اور بیماری نے اُس کو روک دیا۔مَرِضَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُود فَعُدْنَاهُ فَجَعَلَ يَبْكِي فَعُوتِبَ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَبْكِي لِأَجْلِ الْمَرَضِ لِأَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:الْمَرَضُ كَفَّارَةٌ»

وَإِنَّمَا أَبْكِي أَنه أَصَابَنِي عَلَى حَالِ فَتْرَةٍ وَلَمْ يُصِبْنِي فِي حَال اجْتِهَاد لِأَنَّهُ يكْتب للْعَبد من الْجَرّ إِذَا مَرِضَ مَا كَانَ يُكْتَبُ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَمْرَضَ فَمَنَعَهُ مِنْهُ الْمَرَضُ۔(مشکوۃ المصابیح:1586)

ساتویں فضیلت: آنکھوں کی بینائی چھن جانے پر صبر کا بدلہ جنت ہے:

حدیثِ قدسی میں ہے: اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: جب میں اپنے کسی بندہ کو اُس کی دونوں پیاری چیزوں (یعنی دونوں آنکھوں کو چھین کر) میں مبتلاء کردیتاہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں ان دونوں کے بدلہ میں اسے جنّت عطاء کردیتا ہوں۔إِنَّ اللَّهَ قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الجَنَّةَ۔(بخاری:5653)

آٹھویں فضیلت: بیماری رفعِ درجات کا ذریعہ بھی ہوتی ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب بندہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی بڑا درجہ مقرر ہوجاتا ہے جس تک وہ بندہ اپنے عمل کے ذریعہ نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اُس کو جسمانی یا مالی طور پر یا اولاد کی جانب سے کسی مصیبت میں مبتلاء کردیتے ہیں، پھر اُس کو اُس پر صبر کی توفیق دیتے ہیں یہاں تک کہ اُس کو (صبر کی برکت سے) اُس درجہ تک پہنچادیتے ہیں جو اُس کیلئے مقرر ہوا تھا۔إِذَا سَبَقَتْ لِلْعَبْدِ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ، ابْتَلَاهُ اللهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ، ثُمَّ صَبَّرَهُ حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنْهُ۔(مسند احمد:22338)(ابوداؤد:3090)

نویں فضیلت: مصائب پر صبر کرنے والوں کو قابلِ رشک اجر ملتا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: قیامت کے دن جبکہ اہلِ مصیبت کو اجر دیا جارہاہوگا تو (اُس اجر کی کثرت کو دیکھ کر) اہلِ عافیت (جنہیں دنیا میں خوب عافیت کی زندگی ملی ہوگی) اِس

بات کی تمنا کریں گے کہ کاش! اُن کی کھالوں کو دنیا میں قینچیوں کے ذریعہ کاٹا گیا ہوتا۔عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«يَوَدُّ أَهْلُ العَافِيَةِ يَوْمَ القِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ البَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالمَقَارِيضِ»۔(ترمذی:2402)

دسویں فضیلت: پیٹ کے امراض میں مرنے والا عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے:

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جس کو اُس کے پیٹ (کے امراض) نے ہلاک کردیا ہو اُس کو قبر میں عذاب نہیں دیا جائے گا۔مَنْ قَتَلَهُ بَطْنُهُ لَمْ يُعَذَّبْ فِي قَبْرِهِ»۔(ترمذی:1064)

گیارہویں فضیلت: بیمار کی دعاء فرشتوں کی طرح ہوتی ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اُس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لئے دعاء کرے اِس لئے کہ اُس کی دعاء فرشتوں کی دعاء کی طرح ہوتی ہے۔إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مَرِيضٍ، فَمُرْهُ أَنْ يَدْعُوَ لَكَ؛فَإِنَّ دُعَاءَهُ كَدُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ۔(ابن ماجہ:1441)

بارہویں فضیلت: بیمار اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوتا ہے:

ایک روایت میں ہے: مریض اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں اور اُس کی عیادت کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کے قُدس کے سائے میں ہوتا ہے۔وَكَانَ الْمَرِيضُ فِي ظِلِّ عَرْشِهِ، وَكَانَ الْعَائِدُ فِي ظِلِّ قُدْسِهِ۔(مسند ابی یعلیٰ الموصلی:3429)(مجمع الزوائد:3762)

تیرہویں فضیلت: بیمار مستجاب الدعوات ہوتا ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں کہ مریضوں کی عیادت کیا کرو اور اُن

سے درخواست کیا کرو کہ وہ تمہارے حق میں دعاء کریں، اِس لئے کہ بیمار کی دعاء مقبول ہوتی ہے اور اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔عُودُوا الْمَرْضَى، وَمُرُوهُمْ فَلْيَدْعُوا لَكُمْ، فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَرِيضِ مُسْتَجَابَةٌ، وَذَنْبُهُ مَغْفُورٌ۔(طبرانی اوسط:6027)

﴿بیماری کی حالت میں مریض کیلئے کچھ اہم اعمال﴾

بیماری کی حالت میں احادیثِ طیّبہ کی روشنی میں ہمیں مندرجہ ذیل اعمال اختیار کرنے کی تعلیم و تلقین ملتی ہے ،ان کو بغور پڑھئے اور بیماری کی حالت میں اِن کو اپنانے کی کوشش کیجئے ، جس سے ان شاء اللہ بیماری کو واقعۃً آخرت کمانے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی کے حصول کا بہترین ذریعہ بنایا جاسکتا ہے:

پہلا عمل:صبر و تحمل:

اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان کیلئے بیماری بھی ایک رحمت ہوتی ہے جس کا کچھ اندازہ بیماری کے فضائل اور اُس میں ملنے والے اجر و ثواب کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے، جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔اِس لئے اِس کو اپنے لئے رحمت ہی سمجھنا چاہیئے،زحمت سمجھ کر گلہ شکوہ کرنا،بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے واویلا کرنا اور اجر و ثواب کو ضائع کردینے والے کلمات کو زبان پر لانے سے بہر صورت احتراز کرنا چاہیئے تاکہ بیماری کے اُس اجر و ثواب کو صحیح طریقے سے حاصل کیا جاسکے۔

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: قیامت کے دن جبکہ اہلِ مصیبت کو اجر دیا جارہا ہوگا تو(اُس اجر کی کثرت کو دیکھ کر)اہلِ عافیت (جنہیں دنیا میں خوب عافیت کی زندگی ملی ہوگی)اِس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش!اُن کی کھالوں کو دنیا میں قینچیوں کے ذریعہ کاٹا گیا ہوتا۔عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«يَوَدُّ أَهْلُ العَافِيَةِ يَوْمَ القِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ البَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالمَقَارِيضِ»۔(ترمذی:2402)

دوسرا عمل: توکّل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ **جو شخص اللہ پر توکل اور بھروسہ کرے گا اللہ اس کی مہمات کے لئے کافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کام کو جس طرح چاہے پورا کرکے رہتا ہے اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔**

توکل کے معنی یہ نہیں کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے علاج کے طریقوں اور دواؤں کو بھی اِستعمال نہ کیا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اسباب اختیار یہ کو ضرور اختیار کرے مگر بھروسہ اسباب پر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ پر کرے کہ جب تک اس کی مشیت و ارادہ نہ ہو جائے مجھے شفاء حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ (خواب میں) مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔ بعض نبی گزرتے اور ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والا) صرف ایک ہوتا۔ بعض گزرتے اور ان کے ساتھ دو ہوتے بعض کے ساتھ پوری جماعت ہوتی اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس سے آسمان کا کنارہ ڈھک گیا تھا میں سمجھا کہ یہ میری ہی امت ہو گی لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگ ہیں پھر مجھ سے کہا کہ دیکھو میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمانوں کا کنارہ ڈھانپ لیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر دیکھو، ادھر دیکھو، میں نے دیکھا کہ بہت سی جماعتیں ہیں جو تمام افق پر

محیط تھیں۔ کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور اس میں سے ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بے حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے پھر صحابہ مختلف جگہوں میں اٹھ کر چلے گئے اور آنحضرت ﷺ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اس کے متعلق مذاکرہ کیا اور کہا کہ ہماری پیدائش تو شرک میں ہوئی تھی البتہ بعد میں ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے لیکن یہ ستر ہزار ہمارے بیٹے ہوں گے جو پیدائش ہی سے مسلمان ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بد فالی نہیں کرتے، نہ منتر سے جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ فرمایا کہ ہاں۔ ایک دوسرے صاحب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ:عُرِضَتْ عَلَيَّ الأُمَمُ، فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلاَنِ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الأُفُقَ، فَرَجَوْتُ أَنْ تَكُونَ أُمَّتِي، فَقِيلَ: هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، ثُمَّ قِيلَ لِي: انْظُرْ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الأُفُقَ، فَقِيلَ لِي: انْظُرْ هَكَذَا وَهَكَذَا، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الأُفُقَ، فَقِيلَ: هَؤُلاَءِ أُمَّتُكَ، وَمَعَ هَؤُلاَءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ " فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ يُبَيَّنْ لَهُمْ، فَتَذَاكَرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: أَمَّا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِي الشِّرْكِ، وَلَكِنَّا آمَنَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَلَكِنْ هَؤُلاَءِ هُمْ أَبْنَاؤُنَا، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «هُمُ الَّذِينَ لاَ

يَتطَيَّرُونَ، وَلاَ يَسْتَرْقُونَ، وَلاَ يَكْتَوُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتوَكَّلُونَ» فَقامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «نَعَمْ» فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا؟ فَقَالَ:«سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ»۔(بخاری:5752)

تیسرا عمل:امیدِ ثواب:

بیمار کیلئے احادیثِ طیّبہ میں بکثرت فضائل ذکر کیے گئے ہیں جیسا ماقبل اس کی تفصیل گزری ہے۔ایک مؤمن کو اللہ تعالیٰ سے اپنی بیماری میں اللہ تعالیٰ سے اُس اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیئے۔

نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے کا جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اُن کو یہ کہلوا بھیجا :إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔بے شک اللہ ہی کیلئے ہے وہ بھی جو اُس نے لیا اور وہ بھی جو اُس نے دیا،اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک مقررہ مدّت تک ہے،پس اُنہیں چاہیئے کہ صبر سے کام لیں اور اجر و ثواب کی اُمید رکھیں۔(بخاری:1284)

اجر و ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے اِس طرح دعاء کی جاسکتی ہے:

یا اللہ!میرا صبر تو اِس قبل نہیں کہ میں آپ سے اُس اجر و ثواب کے حصول کی امید کھ سکوں،لیکن یا اللہ!آپ کی رحمت تو اِس قابل ضرور ہے کہ میں اُس سے اپنے لئے عظیم المرتبت اجر و ثواب کیلئے امیدیں لگاسکوں،پس یا اللہ!میں اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں،آپ میری اُمید واِستحقاق سے بڑھ کر اپنی شان کے مطابق مجھے اجر و ثواب سے نوازدیجئے اور اِس بیماری والی رحمت کو عافیت والی رحمت سے تبدیل کردیجئے، کیونکہ میں بہت کمزور ہوں،مجھ میں برداشت کی سکت نہیں،یا اللہ مجھے عافیت بخش دیجئے۔

چوتھا عمل: کثرتِ دعاء کا اہتمام :

بیماری کی حالت میں مریض کی دعاء مقبول ہوتی ہے لہٰذا ایسے وقت کو قیمتی سمجھتے ہوئے اپنے لئے اور کُل اُمّت کیلئے خوب دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں کہ مریضوں کی عیادت کیا کرو اور اُن سے درخواست کیا کرو کہ وہ تمہارے حق میں دعاء کریں، اِس لئے کہ بیمار کی دعاء مقبول ہوتی ہے اور اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔عُودُوا الْمَرْضَى،وَمُرُوهُمْ فَلْيَدْعُوا لَكُمْ، فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَرِيضِ مُسْتَجَابَةٌ، وَذَنْبُهُ مَغْفُورٌ۔(طبرانی اوسط:6027)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اُس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لئے دعاء کرے اِس لئے کہ اُس کی دعاء فرشتوں کی دعاء کی طرح ہوتی ہے۔إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مَرِيضٍ، فَمُرْهُ أَنْ يَدْعُوَ لَكَ؛فَإِنَّ دُعَاءَهُ كَدُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ۔(ابن ماجہ:1441)

پانچواں عمل: دعاءِ عافیت:

دعاؤں میں بھی بطورِ خاص سب سے زیادہ اہم چیز عافیت مانگنا ہے، انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا خواہاں ہونا چاہیئے، اور بیماری کی حالت میں تو اور بھی اِس دعاء کی کثرت کرنی چاہیئے:

سیدنا انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ ایسے شخص کی عیادت فرمائی جو بیماری سے چوزے کی طرح ہوگیا تھا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا: کیا تم کوئی خاص دعا یا اللہ سے سوال کیا کرتے تھے؟ اس نے عرض کیا ہاں! میں کہا کرتا تھا اے اللہ! جو سزا تو مجھے

آخرت میں دینے والا ہے وہ دنیا میں ہی دے دے (تاکہ آخرت میں محفوظ رہوں) یہ سن کر نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: سبحان اللہ! تجھ میں اتنی طاقت کہاں؟ یا فرمایا: تجھ میں اتنی استطاعت کہاں؟ تو نے اس طرح دعا کیوں نہ کی:

اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے اللہ! ہمیں دنیا و آخرت دونوں جگہ کی بھلائی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچالے۔ سیدنا انس رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کہتے ہیں کہ پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اچھا کر دیا۔عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ؟» قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ أَقُولُ: اللهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ، فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: سُبْحَانَ اللهِ لَا تُطِيقُهُ-أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ-أَفَلَا قُلْتَ: اللهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ،قَالَ: فَدَعَا اللهَ لَهُ، فَشَفَاهُ۔(مسلم:2688)

چھٹا عمل: موت کی تمنا نہ کرنا:

حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے، کیونکہ یا تو وہ (نیک و صالح) مؤمن ہو گا تو امید ہے کہ (اعمالِ صالحہ میں) اور بھی آگے بڑھ جائے اور یا وہ گناہ گار ہو گا تو (زندگی ہونے کی صورت میں اُمید ہے کہ) شاید وہ توبہ کرلے۔لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ المَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ۔(بخاری:7235)

حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے

اور نہ موت کے آنے سے پہلے ہی اُس کی دعاء کرے، کیونکہ جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو اُس کے عمل (کا سلسلہ) منقطع ہو جاتا ہے، اور بے شک مؤمن کی زندگی اُس کو خیر و بھلائی میں ہی زیادہ کرتی ہے (لہٰذا موت کی تمنا مت کیا کرو)۔لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، وَلَا يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُ، إِنَّهُ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ، وَإِنَّهُ لَا يَزِيدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهُ إِلَّا خَيْرًا۔(مسلم:2682)

حضرت عبید بن خالد سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں میں بھائی چارہ کرایا تھا۔ چنانچہ ایک) جہاد میں (قتل ہو گیا اور اس کا دوسرا ساتھی ایک ہفتہ بعد یا اس کے قریب فوت ہوا، ہم نے اس کا جنازہ پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے) اس کے حق میں (کیا کہا ہے؟ ہم نے کہا: ہم نے اس کے لیے دعا کی اور کہا: اے اللہ! اس کو اپنے ساتھی کے ساتھ ملا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس کی وہ نمازیں جو اس کے بعد پڑھتا رہا، وہ روزے جو اس کے بعد رکھتا رہا اور وہ عمل جو اس کے بعد کرتا رہا، کیا ہوئے؟ ان کے درمیان تو اتنا فاصلہ ہے جیسے کہ زمین و آسمان کے درمیان۔عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ قَالَ: آخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، فَقُتِلَ أَحَدُهُمَا، وَمَاتَ الْآخَرُ بَعْدَهُ بِجُمُعَةٍ، أَوْ نَحْوِهَا، فَصَلَّيْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا قُلْتُمْ؟» فَقُلْنَا: دَعَوْنَا لَهُ، وَقُلْنَا: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَلْحِقْهُ بِصَاحِبِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:فَأَيْنَ صَلَاتُهُ بَعْدَ صَلَاتِهِ، وَصَوْمُهُ بَعْدَ صَوْمِهِ؟۔(ابوداؤد:2524)

ساتواں عمل:امیدِ مغفرت:

مؤمن کو اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں مغفرت اور بخشش کی اُمید رکھنی چاہیئے، خصوصاً بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں مغفرت کی اُمید اور بھی بڑھ جانی چاہیئے، یعنی اگر اِس بیماری میں میرا انتقال ہو جائے تو بے شک

میرا پروردگار بڑا رحیم و کریم ہے، مغفرت و بخشش کرنے والا ہے، مجھے اپنے پردگار سے بھرپور اُمید ہے کہ وہ مجھے معاف کردے گا اور بخشش کی چادر میں ڈھانپ لے گا۔

حدیثِ قدسی میں ہے ، اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسی وہ مجھ سے اُمید رکھتا ہے۔أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي۔(بخاری:7405)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے سنا، آپ اِرشاد فرما رہے تھے: تم میں سے ہرگز کسی شخص کو موت نہیں آنی چاہیئے مگر اِسی حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اچھا ہی گمان رکھتا ہو۔«لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ»۔(مسلم:2877)

آٹھواں عمل: حقوقِ واجبہ کی وصیت:

اِنسان کی زندگی اور موت کا کچھ پتہ نہیں، اِس لئے کوئی چیز اگر وصیت سے متعلق ہو تو اُس کو لکھ لینا چاہیئے، تاکہ اچانک سے موت آجانے کی صورت میں کوئی لین دین کے معاملات یا نماز روزے کے فدیہ وغیرہ کی وصیت کرنا ترک ہی نہ ہو جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: کسی ایسے مسلمان کے لیے جس کے پاس وصیت کے لائق کوئی چیز ہو ، جائز نہیں ہے کہ وہ دو راتیں بھی وصیت تحریر کئے بغیر بسر کرے۔مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ۔(بخاری:2738)

☆.........☆.........☆.........☆

تعزیت کے فضائل اور آداب

تعزیت کا حکم :

علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تعزیت کرنا مَردوں اور عورتوں کیلئے مستحب ہے، بشرطیکہ عورتوں کا کسی فتنے میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِس کی تعلیم و تلقین فرمائی ہے، احادیثِ طیّبہ کے مطابق تعزیت کرنے والے کو قیامت کے دن عزّت کا جوڑا پہنایا جائے گا اور اُسے وہی اجر ملے گا جو مصیبت زدہ کو مصیبت پر صبر کرکے ملتا ہے۔(شامیہ:2/240)

صبر کرنے کا اجر و ثواب:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مومن (کامل) کا عجب حال ہے اگر اسے راحت و بھلائی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو جب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور صبر کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا مومن کو اس کے ہر کام میں ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ وہ جو لقمہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں دیتا ہے (اس پر بھی ثواب ملتا ہے)۔عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ ،عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " عَجِبْتُ لِلْمُسْلِمِ ، إِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ احْتَسَبَ وَصَبَرَ ، وَإِذَا أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ اللهَ وَشَكَرَ،إِنَّ الْمُسْلِمَ يُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى فِيهِ۔(شعب الایمان:9477)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندہ کے عزیز و محبوب کو جو اہل دنیا سے اٹھالیتا ہوں اور وہ بندہ اس پر ثواب کا طلبگار ہوتا ہے (یعنی صبر کرتا

ہے) تو میرے پاس اس کے لئے جنت سے بہتر کوئی جزاء نہیں ہے۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى:مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ، إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ، إِلَّا الجَنَّةُ۔(بخاری:6424)

حدیثِ قدسی میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! اگر تو(کسی مصیبت کے وقت) صبر کرے اور صدمہ کے ابتدائی مرحلہ ہی پر ثواب کا طلب گار ہو تو میں تیرے لئے جنت سے کم کسی اجر و ثواب پر راضی نہیں ہوتا (یعنی میں تجھے اس کے بدلہ میں جنت ہی میں داخل کروں گا)۔«ابْنَ آدَمَ إِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى، لَمْ أَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُونَ الْجَنَّةِ»۔(ابن ماجہ:1597)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا: اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایک ایسی امت پیدا کروں گا کہ جب انہیں کوئی پسندیدہ چیز یعنی نعمت و راحت ملے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز یعنی تکلیف و مصیبت پہنچے گی تو ثواب کی امید رکھیں گے اور صبر کریں گے، حالآنکہ نہ تو عقل ہو گی اور بردباری۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! یہ کیسے ہو گا جب کہ نہ عقل ہو گی نہ بردباری؟ پروردگار نے فرمایا: میں انہیں اپنی بردباری اور اپنے علم میں سے کچھ حصہ دے دوں گا۔إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ: يَا عِيسَى، إِنِّي بَاعِثٌ مِنْ بَعْدَكَ أُمَّةً إِذَا أَصَابَهُمْ مَا يُحِبُّونَ يَحْمَدُونَ اللهَ، وَإِنْ أَصَابَهُمْ مَا يَكْرَهُونَ احْتَسَبُوا، وَصَبَرُوا ، وَلَا حِلْمَ وَلَا

عِلْمَ.فَقَالَ: يَا رَبِّ،كَيْفَ يَكُونُ هَذَا لَهُمْ، وَلَا حِلْمَ وَلَا عِلْمَ؟ قَالَ: أُعْطِيهِمْ مِنْ حِلْمِي وَعِلْمِي۔(شعب الایمان:9480)

اولاد کے مرنے پر صبر کے فضائل:

دوزخ سے حفاظت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے اللہ کو پیارے ہو جائیں وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا ہاں! صرف قسم پوری کرنے کے لئے (یعنی پل صراط کے اوپر سے گزرے گا جو کہ جہنم کے اوپر قائم ہو گا)۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«لاَ يَمُوتُ لِمُسْلِمٍ ثَلاَثَةٌ مِنَ الوَلَدِ، فَيَلِجَ النَّارَ، إِلَّا تَحِلَّةَ القَسَمِ»۔(بخاری:1251)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی: یارسول اللہ! مردوں نے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقدس ارشادات سے استفادہ کیا اب آپ ایک دن ہمارے لئے بھی مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اس دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور آپ ہمیں بھی وہ باتیں بتائیں جو اللہ نے کو بتائیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا! تم عورتیں فلاں دن اور فلاں جگہ جمع ہو جانا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عوتیں جمع ہو گئیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باتیں انہیں سکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی تھیں پھر آپ نے (یہ بھی فرمایا) کہ تم میں سے جس نے اپنی اولاد میں سے تین اولاد (خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں) بھیج دیے ہوں (یعنی اس کے تین بچے مر گئے ہوں) تو وہ بچے اس کے لئے آگ سے پردہ ہو جائیں گے (یعنی اسے دوزخ میں نہ جانے دیں گے) ان میں سے ایک عورت نے دو مرتبہ یہ سوال کیا کہ: یارسول

اللہ! اگر دو بھیجے (تو تب بھی یہ فضیلت نصیب ہو گی؟) آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: ہاں! جس عورت کے دو بچے مر گئے ہوں (اس کے لئے بھی یہی بشارت ہے)۔عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ، فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ، فَقَالَ: «اجْتَمِعْنَ فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِي مَكَانِ كَذَا وَكَذَا»، فَاجْتَمَعْنَ، فَأَتَاهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: «مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلاَثَةً، إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ»، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوِ اثْنَيْنِ؟ قَالَ: فَأَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: «وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ»۔(بخاری:7310)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی اولاد میں سے ایسے تین بچے جو حد بلوغت کو نہ پہنچے ہوں آگے بھیجے ہوں (یعنی اس کے مرنے سے پہلے مر گئے ہوں) تو وہ اس کے لئے آگ سے مضبوط پناہ ہوں گے۔ (یہ سن کر) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تو دو بچے بھیجے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں دو بھی (ہوں تو یہی فضیلت حاصل ہو گی) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جو کہ قاریوں کے سردار ہیں، کہا: میں نے تو ایک ہی بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ایک بھی (آگ سے پناہ ہو گا)۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَدَّمَ ثَلَاثَةً لَمْ يَبْلُغُوا الحُلُمَ كَانُوا لَهُ حِصْنًا حَصِينًا مِنَ النَّارِ»، قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ، قَالَ: «وَاثْنَيْنِ»، فَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ سَيِّدُ القُرَّاءِ: قَدَّمْتُ وَاحِدًا، قَالَ: «وَوَاحِدًا، وَلَكِنْ إِنَّمَا ذَاكَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى»۔(ترمذی:1061)

جنّت میں داخلہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی انصاری عورتوں سے فرمایا تم میں سے جس عورت کے بھی تین بچے مر جائیں اور وہ عورت ثواب کی طلبگار ہو تو وہ جنت میں داخل کی جائے گی۔ یہ سن کر ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا کہ یا دو بچے مر جائیں یعنی اس بشارت کو تین کے ساتھ خاص نہ کیجئے بلکہ یہ فرمایئے کہ تین مر جائیں یا دو مریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) دو بچے بھی مر جائیں تو یہ بشارت ہے۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِنِسْوَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ: «لَا يَمُوتُ لِإِحْدَاكُنَّ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبَهُ، إِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ» فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: أَوِ اثْنَيْنِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «أَوِ اثْنَيْنِ»۔(مسلم:2632)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جس شخص کے دو بچے بالغ ہونے سے پہلے مر گئے اللہ تعالیٰ اسے ان دونوں بچوں کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اور آپ کی امت میں سے جس شخص کا ایک ہی بچہ مرا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے موفقہ! جس شخص کا ایک بچہ مرا ہو اس کے لئے بھی یہ بشارت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اگر جس شخص کا ایک بچہ بھی نہ مرا ہو؟ تو اس کے لئے کیا بشارت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں تو اپنی امت کا میر منزل ہوں ہی کیونکہ میری (وفات کی) مصیبت جیسی کسی اور مصیبت سے دوچار نہ ہوئے ہوں گے۔مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهِمَا الجَنَّةَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ»، قَالَتْ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ:«فَأَنَا فَرَطُ أُمَّتِي لَنْ يُصَابُوا بِمِثْلِي»۔(ترمذی:1062)

فائدہ: ”فَرَط“ اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلہ سے پہلے منزل پر پہنچ کر اہل قافلہ کے لئے سامان خورد ونوش تیار کرتا ہے یہاں اس حدیث میں مذکور ”فَرَط“ سے مراد وہ بچہ ہے جو بالغ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو جائے ایسے بچہ کو ”فرط“ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ آخرت میں اپنے والدین سے پہلے ہی پہنچ کر اپنے والدین کے لئے جنت کی نعمتوں کا انتظام کرتا ہے یعنی وہ اپنے ماں باپ کو اللہ رب العزت سے سفارش و شفاعت کرکے جنت میں لے جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ کسی شخص نے اُن سے دریافت کیا: میرا (چھوٹا) بچہ مر گیا ہے جس کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوں کیا آپ نے اپنے دوست یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ان پر اللہ کی رحمتیں اور اللہ کا سلام نازل ہو کوئی ایسی بات بھی سنی ہے جو ہمارے مردوں (یعنی فوت شدہ چھوٹے بچوں) کی طرف سے ہمارے دلوں کو خوش کر دے (یعنی جس سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے چھوٹے بچے مر گئے وہ آخرت میں ہمارے کچھ کام آئیں گے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جنت میں دریا کے جانور کی طرح ہوں گے جب ان میں کسی کا باپ اسے ملے گا تو وہ بچے اپنے باپ کے کپڑے کا کونہ پکڑ لے گا اور اسے اس وقت تک نہ چھوڑے گا جب تک کہ اس باپ کو جنت میں داخل نہ کر دے گا۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ: مَاتَ ابْنٌ لِي فَوَجَدْتُ عَلَيْهِ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ خَلِيلِكَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ شَيْئًا يُطَيِّبُ بِأَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا؟ قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «صِغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ يلقى أحدهم أَبَاهُ فَيَأْخُذ بِنَاحِيَةِ ثَوْبِهِ فَلَا يُفَارِقُهُ حَتَّى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ»۔(مشکوۃ المصابیح:1752)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن دو مسلمانوں کے (یعنی ماں اور باپ کے) تین بچے مر جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے ان دونوں یعنی ماں باپ کو جنت میں داخل کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بھی فرما دیجیے کہ جن کے دو بچے بھی مر گئے ہوں؟ (ان کے لئے بھی یہ بشارت ہے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جن کے دو بچے بھی مر جائیں (اُن کیلئے بھی یہی بشارت ہے) صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بھی فرما دیجیے کہ جن کا ایک ہی بچہ مر گیا ہو؟ (تو اُن کیلئے بھی یہی بشارت ہے؟)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ایک بچہ (بھی اگر مر جائے تو اس کے والدین کے لئے بشارت ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کسی عورت کا کچا حمل بھی گر جائے تو وہ اپنی ماں کو اپنی آنول نال کے ذریعہ جنّت کی طرف کھینچ کرلے جائے گا بشرطیکہ اس کی ماں (صبر کرے اور) اجر و ثواب کی اُمید رکھے۔ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يُتَوَفَّى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ إِلَّا أَدْخَلَهُمَا اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمَا،فَقَالُوا:يَا رَسُولَ اللهِ أَوْ اثْنَانِ؟ قَالَ:أَوْ اثْنَانِ.قَالُوا: أَوْ وَاحِدٌ؟ قَالَ: أَوْ وَاحِدٌ، ثُمَّ قَالَ:وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ السِّقْطَ لَيَجُرُّ أُمَّهُ بِسَرَرِهِ إِلَى الْجَنَّةِ إِذَا احْتَسَبَتْهُ۔(مسند احمد:22090)

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا کرتا تھا اور اس کا لڑکا بھی اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تم اسے (بہت ہی) عزیز رکھتے ہو (جو ہر وقت تمہارے ساتھ ہی ہوتا ہے) اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (میں اس سے اپنی محبت کو کیا بتاؤں بس) اللہ تعالیٰ آپ سے ایسی ہی محبت کرے جیسا کہ میں اپنے اس بچہ سے کرتا ہوں۔ (کچھ عرصہ کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو (اپنے باپ کے ساتھ) نہیں پایا تو پوچھا: فلاں

شخص کا بیٹا کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کا لڑکا تو مر گیا۔ (اس کے بعد جب وہ شخص حاضر ہوا تو اس سے) آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ کل قیامت کے روز تم جنت کے جس دروازہ پر بھی جاؤ وہاں اپنے لڑکے کو اپنا منتظر پاؤ تا کہ وہ تمہاری سفارش کرے اور تمہیں اپنے ساتھ جنت میں لے جائے؟!! ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ بشارت بطور خاص اسی شخص کے لئے ہے یا ہم سب کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم سب کے لئے ہے۔عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ،فَقَالَ لَهُالنَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُحِبُّهُ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَحَبَّكَ اللهُ كَمَا أُحِبُّهُ، ففَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فقَالَ مَا فَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ؟قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَاتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِيهِ:أَمَا تُحِبُّ أَنْ لَا تَأْتِيَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، إِلَّا وَجَدْتَهُ يَنْتَظِرُكَ؟ فَقَالَ رَجُلٌ:يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَهُ خَاصَّةً أَمْ لِكُلِّنَا؟ قَالَ:بَلْ لِكُلِّكُمْ۔(مسند احمد:15595)

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ سقط (یعنی ناتمام بچہ جو ماں کے پیٹ سے وقت سے پہلے گر گیا ہو گا) کے والدین کو دوزخ میں داخل (کرنے کا ارادہ) کرے گا تو وہ اپنے پروردگار سے جھگڑے گا، چنانچہ اس سے کہا جائے گا: پروردگار سے جھگڑنے والے اے ناتمام بچے! اپنی ماں کو جنت میں لے جاؤ لہٰذا وہ ناتمام بچہ اپنے والدین کو اپنی آنول نال کے ذریعہ کھینچے گا یہاں تک کہ انہیں جنت میں لے جائے گا۔إِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهُ، إِذَا أَدْخَلَ أَبَوَيْهِ النَّارَ، فَيُقَالُ: أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ أَدْخِلْ أَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ، فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهِ، حَتَّى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ۔(سنن ابن ماجہ:1608)

جنت میں گھر "بیت الحمد" کا ملنا:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی مومن بندے کا کوئی بچہ مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں یعنی ملک الموت اور اس کے معاون فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندہ کے بچہ کی روح قبض کی ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے اس کے دل کا پھل (لختِ جگر) لے لیا وہ عرض کرتے ہیں کہ جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے اس حادثہ پر میرے بندہ نے کیا کہا؟ وہ عرض کرتے ہیں: اس نے تیری تعریف کی اور" اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک بڑا گھر بنا دو اور اس کا نام **بیت الحمد** رکھ دیا جاتا ہے۔عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا مَاتَ وَلَدُ العَبْدِ قَالَ اللَّهُ لِمَلَائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُولُ اللَّهُ: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ۔(ترمذی:1021)

" إِنَّا لِلَّهِ " کہنے کے فضائل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کے جوتے کا تسمہ (بھی) ٹوٹ جائے تو اسے چاہئے کہ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھے کیونکہ یہ بھی ایک مصیبت ہی ہے۔إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ أَحَدِكُمْ فَلْيَسْتَرْجِعْ، فَإِنَّهُ مِنَ الْمَصَائِبِ۔(شعب الایمان:9244)اِس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی بڑی تمام تکلیفوں اور مصیبتوں میں "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیۓ۔

ذیل میں اس "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" کہنے کے فضائل ملاحظہ فرمائیں:

پہلی فضیلت: اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایات، مہربانیاں اور ہدایت کی نعمت کا حاصل ہونا :

جو مصائب و آلام اور تکالیف وشدائد کے موقع پر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایات، مہربانیاں اور ہدایت کی نعمت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اِرشاد ہے:
قَالَ اللہ تَعَالیٰ:أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔(البقرۃ:157)
ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں ہیں اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں۔(آسان ترجمہ قرآن کریم)

دوسری فضیلت: ہر مرتبہ استرجاع پر از سرِ نَو اجر ملتا ہے:

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان مرد وعورت کو کوئی مصیبت وصدمہ پہنچے اور خواہ کتنا ہی طویل زمانہ گزر جانے کے بعد وہ مصیبت وصدمہ یاد آجائے اور وہ اس وقت "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کو پھر وہی ثواب نئے سرے سے عطاء کرتا ہے، جو اس دن عطا کیا گیا تھا جب کہ وہ اس مصیبت وصدمہ سے دوچار ہوا تھا۔عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«مَنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ، فَقَالَ إِذَا ذَكَرَهَا: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، جَدَّدَ اللَّهُ لَهُ مِنْ أَجْرِهَا مِثْلَ مَا كَانَ يَوْمَ أَصَابَتْهُ»۔(طبرانی اوسط:4944)

تیسری فضیلت: نقصان کا تدارک، انجام کی بہتری اور بہترین بدَل کا حاصل ہونا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو مصیبت کے وقت "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھے اللہ تعالیٰ (اُسے اس کی برکت سے تین انعامات عطاء کرتے ہیں) اُس کے نقصان کا تدارک فرمادیتے ہیں، اور اُس کا انجام بہتر کردیتے ہیں (جس کے نتیجے میں مصیبت انجامِ کار کے اعتبار سے بہتر ثابت ہوتی ہے) اور اُس کو ایسا بہترین بدل (نعم البدل) عطاء کرتے ہیں جس سے وہ خوش ہوجاتا

ہے۔«مَنِ اسْتَرْجَعَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ جَبَرَ اللهُ مُصِيبَتَهُ، وَأَحْسَنَ عُقْبَاهُ، وَجَعَلَ لَهُ خَلَفًا صَالِحًا يَرْضَاهُ»۔(طبرانی کبیر:13027)

چوتھی فضیلت:مصیبت کانعم البدل حاصل ہوتا ہے:

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ اِرشاد فرمارہے تھے:

کوئی مسلمان جسے کوئی مصیبت پہنچی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کردہ الفاظ: ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“ کہے(اور یہ پڑھے): ” اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا “ ۔ترجمہ: ”اے اللہ ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطاء فرمائیے اور مجھے اس سے بہترین بدل عطاء فرمائیے۔“ تو اللہ تعالیٰ اُسے نعم البدل عطاء فرمادیتے ہیں۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب(میرے شوہر)حضرت ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے سوچا کہ ابو سلمہ سے بہتر کون مسلمان ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ اوّلیں اُس گھرانے سے تعلّق رکھتے تھے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہجرت کی تھے، لیکن پھر بھی میں نے یہ دعاء پڑھ لی، پس(اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بدلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم(شوہر کی حیثیت سے)عطاء کیے۔عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ، فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللهُ: {إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ}،اللهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا أَخْلَفَ اللهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا، قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، قُلْتُ: أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ؟ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ إِنِّي قُلْتُهَا، فَأَخْلَفَ اللهُ لِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(مسلم:918)

پانچویں فضیلت:مصیبت پر اجر ملتا ہے:

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: کوئی بندہ جسے کوئی مصیبت پہنچی ہو اور وہ: ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“ کہے(اور یہ پڑھے): ” اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلُفْ لِيْ خَيْرًا

مِنْهَا " ۔ ترجمہ: "اے اللہ ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطاء فرمائیے اور مجھے اس سے بہترین بدل عطاء فرمائیے۔" تو اللہ تعالیٰ اُسے مصیبت پر اجر عطاء فرماتے ہیں اور اُسے نعم البدل عطاء فرمادیتے ہیں۔مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ، فَيَقُولُ: {إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ} اللهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا أَجَرَهُ اللهُ فِي مُصِيبَتِهِ، وَأَخْلَفَ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا۔(مسلم:918)

چھٹی فضیلت: اِنّاللہ پڑھنا اِس امّت کی خصوصیت ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِرشاد فرماتے ہیں: میری امّت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو امّتوں میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی اور وہ مصیبت کے موقع پر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" کہنا ہے۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أُعْطِيَتْ أُمَّتِي شَيْئًا لَمْ يُعْطَهُ أَحَدٌ مِنَ الْأُمَمِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ {إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ}۔(طبرانی کبیر:12411)

ساتویں فضیلت: جنّت کے مقدّس باغات کا ملنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: چار طرح کے لوگ جنت کے مقدس باغات میں ہونگے: ایک وہ جو بغیر کسی شک کے " لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ " کو تھامے رہے، دوسرا وہ جو نیکی کرکے خوش ہو اور اُس (نیکی کی توفیق ملنے) پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے، تیسرا وہ جو گناہ ہو جائے تو غمگین ہو اور استغفار کرے اور چوتھا وہ جو مصیبت پر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھے۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:أَرْبَعَةٌ فِي حَدِيقَةٍ قُدُسِيَّةٍ فِي الْجَنَّةِ: الْمُعْتَصِمُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، لَا يَشُكُّ فِيهَا، وَمَنْ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً سَرَّتْهُ وَحَمِدَ اللهَ عَلَيْهَا، وَمَنْ إِذَا عَمِلَ سَيِّئَةً سَاءَتْهُ وَاسْتَغْفَرَ اللهَ مِنْهَا، وَإِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ قَالَ: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔(شعب الایمان:6599)

آٹھویں فضیلت: جنّت کا محل ملنا:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں:

چار چیزیں جس میں ہوں گی اللہ تعالیٰ اُس کیلئے جنّت میں محل بنائیں گے: ایک وہ جس نے کلمہ کو (اپنے حال و قال سے) تھاما ہو گا اور دوسرا وہ جو مصیبت کے پہنچنے پر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھتا ہو اور تیسرا وہ شخص جسے کوئی چیز عطاء ہو تو وہ " **الْحَمْدُ لِلَّهِ** " کہے اور چوتھا وہ شخص جو گناہ ہو جائے تو " **أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ** " کہتا ہو۔عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: " أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ: مَنْ كَانَ عِصْمَةُ أَمْرِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَإِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ قَالَ: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، وَإِذَا أُعْطِيَ شَيْئًا قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، وَإِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ۔(شعب الایمان:9243)

تعزیت کے فضائل:

کسی کی مصیبت پر اُس کی تعزیت کرنا اور اُسے تسلّی دینا، صبر کی تلقین کرنا ایک ایسا عظیم اور قیمتی عمل ہے جس کو دیکھا جائے تو ایک چھوٹا اور معمولی سا عمل معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اِس پر بڑا کثیر اجر و ثواب اور اعلیٰ قسم کے انعامات رکھے ہیں، ذیل میں اُن فضائل کو ملاحظہ فرمائیں:

پہلی فضیلت: مصیبت زدہ کے بقدر ثواب ملے گا:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ راوی ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دیتا ہے تو اسے بھی مصیبت زدہ کے بقدر ثواب دیا جاتا ہے۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«مَنْ عَزَّى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ»۔(ترمذی:1073)

دوسری فضیلت: جنّت میں عُمدہ لِباس پہنایا جائے گا:

حضرت ابوبرزہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ راوی ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو شخص اس عورت کو تسلی دے گا جس کا بچہ مر گیا ہو (یا گم ہو گیا ہو) تو اسے جنت میں بہت عمدہ لباس پہنایا جائے گا۔«مَنْ عَزَّى ثَكْلَى كُسِيَ بُرْدًا فِي الجَنَّةِ»۔(ترمذی:1076)

تیسری فضیلت: قابلِ رشک سبز جوڑا پہنایا جائے گا:

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی مصیبت میں اُس کی تعزیت کی اللہ تعالیٰ اُس ایک سبز جوڑا پہنائیں گے جس پر رشک کیا جائے گا۔مَنْ عَزَّى أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فِي مُصِيبَةٍ، كَسَاهُ اللهُ حُلَّةً خَضْرَاءَ يُحْبَرُ بِهَا، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا يُحْبَرُ بِهَا؟ قَالَ: يُغْبَطُ بِهَا۔(شعب الایمان:8843)

چوتھی فضیلت: قیامت کے دن عزّت کے جوڑے پہنائے جائیں گے:

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے: کوئی مؤمن شخص جو اپنے بھائی کی مصیبت میں اُس کی تعزیت کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن عزت کے جوڑے پہنائے گا۔«مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ، إِلَّا كَسَاهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»۔(ابن ماجہ:1601)(شعب الایمان:8840)

پانچویں فضیلت: جہنّم سے خلاصی اور جنّت میں داخلہ نصیب ہو گا:

حضرت ابو عمران جونی حضرت ابو الخلد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے سوالات میں (جو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے تھے) پڑھا: اے اللہ! اُس شخص کا کیا بدلہ ہے جو آپ کی رضاء و

خوشنودی کیلئے کسی غمگین اور مصیبت زدہ کی تعزیت کرے؟ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: اُس کا بدلہ یہ ہے کہ میں اُسے ایمان کی چادروں میں سے ایک چادر پہنا دیتا ہوں اور اُس کے ذریعہ میں اُسے جہنم کی آگ سے بچاتا اور جنّت میں داخل کر دیتا ہوں، حضرت داؤد علیہ السلام نے سوال کیا: اُس شخص کا کیا بدلہ ہے جو آپ کی رضاء و خوشنودی کیلئے جنازوں کے پیچھے (تدفین کیلئے) جاتا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: اُس کا بدلہ یہ ہے کہ جس دن وہ مرے گا تو اُس کی قبر تک بھی فرشتے اُس کے پیچھے چلیں گے اور میں عالمِ ملکوت میں اُس کی روح پر رحمت نازل کروں گا۔ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَبِي الْخُلْدِ قَالَ: قَرَأْتُ فِي مَسْأَلَةِ دَاوُدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، إِلَهِي مَا جَزَاءُ مَنْ يُعَزِّي الْحَزِينَ وَالْمُصَابَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: جَزَاؤُهُ أَنْ أَكْسُوَهُ رِدَاءً مِنْ أَرْدِيَةِ الْإِيمَانِ، أَسْتُرُهُ بِهِ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَا إِلَهِي، فَمَا جَزَاءُ مَنْ يُشَيِّعُ الْجَنَائِزَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، قَالَ اللهُ: جَزَاؤُهُ أَنْ تُشَيِّعَهُ الْمَلَائِكَةُ يَوْمَ يَمُوتُ إِلَى قَبْرِهِ وَأَنْ أُصَلِّي عَلَى رُوحِهِ فِي الْأَرْوَاحِ۔ (شعب الایمان: 8841)

چھٹی فضیلت: قیامت کے دن عرشِ الٰہی کا سیہ نصیب ہوگا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اُس شخص کا کیا بدلہ ہے جو کسی ایسی عورت کی تعزیت کرے جس کا بچہ مر گیا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: میں اُسے (قیامت کے دن) اپنے (عرش کے) سائے میں رکھوں گا جس دن میرے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ لِرَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ: مَا جَزَاءُ مَنْ عَزَّى الثَّكْلَى؟ قَالَ: أَجْعَلُهُ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنّی: 587)

ساتویں فضیلت: تقویٰ کالِباس پہنایاجائے گا:

ایک روایت میں ہے: جس نے کسی غمگین شخص کی تعزیت کی اللہ تعالیٰ اُسے تقویٰ کالِباس پہنائیں گے اور عالمِ ملکوت میں اُس کی روح پر رحمت نازل فرمائیں گے، اور جو کسی میت کو کفن دے اللہ تعالیٰ اُسے سندس کا لباس پہنائیں گے۔مَنْ عَزَّى حَزِيناً أَلْبَسَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِبَاسَ التَّقْوَى، وَصَلَّى عَلَى رُوْحِهِ فِي الْأَرْوَاحِ، وَمَنْ كَفَّنَ مَيِّتاً كَسَاهُ اللّٰهُ مِنَ السُّنْدُسِ۔(کنزالعمال:42625)

تعزیت کے آداب:

تعزیت ایک ہی مرتبہ ہونی چاہیئے:

بار بار تعزیت کرنا پسماندگان اور لواحقین کے غم کو تازہ کرنے کے مترادف ہے،اِس لئے ایک ہی مرتبہ تعزیت کرنے پر اکتفا کرنا چاہیئے، چنانچہ ایک حدیثِ مرفوع میں ہے: سب سے زیادہ اجر و ثواب کا باعث بننے والی عیادت وہ ہے جو سب سے ہلکی ہو اور تعزیت ایک ہی مرتبہ ہوتی ہے۔أَعْظَمُ الْعِيَادَةِ أَجْرًا أَخَفُّهَا وَالتَّعْزِيَةُ مَرَّةً۔(مسند البزار:2/255)

میّت کے گھر والوں کیلئے کھانے کا انتظام:

جس گھر میں میت ہوئی ہے اُس کے پڑوسیوں، اہلِ محلہ اور دور کے رشتہ داروں کیلئے مستحب ہے کہ وہ میت کے گھر والوں کیلئے کھانے کا انتظام کریں اور کم از کم اتنا تو ہونا چاہیئے کہ اُن کیلئے ایک دن پیٹ بھر کر کھانے کیلئے کافی ہو سکے، اِس لئے کہ حدیث میں آتا ہے:

جب حضرت جعفر کے انتقال کی خبر آئی تو نبی کریم ﷺ نے اہل بیت سے فرمایا: جعفر کے اہل خانہ کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ انہیں ایک ایسا حادثہ پیش آیا ہے جو انہیں کھانا پکانے سے باز رکھتا ہے۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: لَمَّا جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«اصْنَعُوا لِأَهْلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَإِنَّهُ قَدْ جَاءَهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ»۔(ترمذی:998)

اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ عمل نیکی اور حسنِ سلوک کی ایک بہترین شکل ہے، لہٰذا اس میں کوتاہی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔اور بہتر یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کو خود بٹھا کر اِصرار کر کر کے کھلائیں اِس لئے کہ غم اور ملال کی وجہ سے وہ کھانہ سکیں گے جس سے اُنہیں ضعف لاحق ہو سکتا ہے، لہٰذا ساتھ بیٹھ کر کھلانا چاہیئے۔(شامیہ:2/240)

میت کے گھر والوں کی جانب سے عمومی دعوت:

بکثرت یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جس گھر میں میّت ہوئی ہے اُس گھر کے افراد تدفین کے بعد ایک عمومی اور پُر تکلّف دعوت کا اہتمام کرتے ہیں جس میں تدفین میں شریک ہونے والے لوگ، گھر میں تعزیت کیلئے آنے والے مرد اور خواتین، پڑوسی اور اہلِ محلہ اور دور و قریب کے تمام رشتہ دار شریک ہوتے ہیں، اور اِس کیلئے دیگوں کا آرڈر دیا جاتا ہے، اور آنے والے تمام افراد بڑے اہتمام سے پر تکلّف کھانا کھاتے ہیں۔

یاد رکھئے!! یہ عمل شریعت و سنّت کے خلاف تو ہے ہی، عقل و قیاس کی رُو سے بھی کسی طرح یہ درست نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں تو ہمیں یہ ملتا ہے کہ خود پڑوسیوں اور اہلِ محلّہ کو یہ فرض اور ذمّہ داری نبھانی چاہیئے تھی کہ وہ از خود کھانے کا انتظام کر کے میت کے گھر والوں کیلئے راحت و سکون کا ذریعہ بنتے، لیکن اِس کے بالکل برخلاف یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ خود اڑوس پڑوس کے اور محلہ کے افراد اپنے

گھروں میں تالے لگا کر آجاتے ہیں اور میت کے گھر والے اُن کیلئے خواہی نہ خواہی کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں، اور نہ کرنے پر مطعون اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنتے ہیں۔

علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میت کے گھر والوں کی جانب سے لوگوں کی دعوت کرنا مکروہ ہے اِس لئے کہ دعوت تو سرور (خوشی) کے موقع پر کی جاتی ہے، شرور (مصیبت اور تکلیف) کے موقع پر نہیں اور یہ دعوت بہت ہی بُری بدعت ہے۔ وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ۔(شامیہ:2/240)

حضرت جَریر بن عبد اللہ بَجَلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم (یعنی صحابہ) اہلِ میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کے اوپر نوحہ کرنا شمار کیا کرتے تھے۔۔عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: «كُنَّا نَرَى الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ»۔(ابن ماجہ:1612)

علّامہ سندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میت کے گھر والوں کا دعوت کرنا شریعت کے بیان کردہ حکم کو بالکل برعکس چلنا ہے، اِس لئے کہ شریعت میں تو یہ وارد ہوا ہے لوگ میت کے گھر والوں کیلئے کھانا تیار کریں، پس اگر لوگ خود ہی آکر میت کے گھر میں جمع ہو جائیں تاکہ میت کے گھر والے بتکلّف اُن کیلئے کھانے کا انتظام کریں تو یہ تو شریعت کے بیان کردہ حکم کو پلٹ ڈالنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے فقہاء کرام نے ذکر کیا ہے کہ میت کے گھر والوں کی جانب سے دعوت کا اہتمام عقل کے بالکل خلاف ہے کیونکہ دعوت خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے، غم اور حزن کے وقت نہیں۔(حاشیۃ السندی علی ابن ماجہ:1/490)

فتاویٰ بزازیہ میں حضرت محمد ابن شہاب البزّاز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میّت کے گھر والوں کی جانب سے پہلے دن اور تیسرے دن یا ایک ہفتہ بعد کھانا بنانا(جیسا کہ لوگ معاشرے میں کرتے ہیں) مکروہ ہے۔(بزازیہ،بحوالہ شامیہ:2/240)

تعزیت کی دعاء:

اِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلٌّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى۔

ترجمہ: بے شک اللہ ہی کے لئے ہے جو اُس نے لیا اور اُسی کے لئے ہے جو اُس نے دیا، اور ہر چیز کی اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک مقررہ مدت ہے۔(بخاری:7377)

أَعْظَمَ اللَّهُ أَجْرَكَ، وَأَحْسَنَ عَزَاءَكَ، وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خوب عظیم اجر عطاء فرمائے، اچھے صبر کی توفیق بخشے اور تمہارے مرحوم کی مغفرت کرے۔(شامیہ:2/240)

کیا میت کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دعاء کرنا جائز ہے؟

دعاء کرتے ہوئے آپ ﷺ سے ہاتھوں کا اُٹھانا ثابت ہے، نیز خاص میّت کیلئے دعاء کرتے ہوئے بھی آپ ﷺ سے ہاتھوں کا اُٹھانا ثابت ہے اِس لئے اس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تعزیت کے موقع پر ہاتھ اُٹھا کر دعاء کی جاسکتی ہے، اِس میں کوئی حرج نہیں۔

میت کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دعاء کرنے کی روایت یہ ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سردار بنا کر قوم اوطاس کی جانب بھیجا، ان کا مقابلہ درید بن

صمّہ سے ہوا، درید مارا گیا اور اس کے ساتھیوں کو اللہ نے شکست دی۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا۔ ابو عامر کے گھٹنے میں ایک تیر آکر لگا جو ایک جُشمی آدمی نے پھینکا تھا وہ تیر ان کے زانو میں اتر گیا، میں ان پاس گیا اور پوچھا: چچا جان! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ انہوں نے اشارہ سے بتایا: جس نے مجھے تیر مارا ہے وہی میرا قاتل ہے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کی تاک میں چلا، جب اس نے مجھے دیکھا تو بھاگا، میں نے اس کا پیچھا کیا، میں اس سے کہتا جارہا تھا او بے غیرت! او بے غیرت! ٹھہر تا کیوں نہیں؟ وہ ٹھہر گیا، میں اور وہ ایک دوسرے پر تلواروں سے حملہ آور ہوئے اور میں نے اسے قتل کر دیا پھر میں نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ نے آپ کے قاتل کو ہلاک کر دیا ہے، انہوں نے کہا: میرا یہ پیوست شدہ تیر تو نکالو، میں نے وہ تیر نکالا تو اس (زخم) سے پانی نکلا، انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور آپ سے عرض کرنا کہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں، ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی جگہ امیر لشکر نامزد کیا، اور تھوڑی دیر زندہ رہ کر شہید ہوگئے، میں واپس لوٹا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں ایک بانوں والی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر (برائے نام ایسا) فرش تھا کہ چارپائی کے بانوں کے نشانات آپ کی پشت اور پہلو میں پڑ گئے تھے، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کی حالت کی اطلاع دی اور (میں نے کہا کہ) انہوں نے آپ سے یہ عرض کرنے کو کہا ہے کہ میرے لئے دعائے مغفرت کر دیجئے گا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر وضو کیا، پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ! عبید ابی عامر کی مغفرت فرما اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اتنے اونچے تھے کہ) آپ کی بغلوں کی سفیدی میں دیکھ رہا تھا پھر

آپ نے فرمایا: اے اللہ! اسے قیامت کے دن اپنی اکثر مخلوق پر فضیلت عطا فرما!!۔ میں نے عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعائے مغفرت فرما دیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! عبد اللہ بن قیس کے گناہوں کو بخش دے اور قیامت کے دن اسے معزز جگہ داخل فرما۔ ابو بردہ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک دعا ابو عامر کے لئے تھی اور دوسری ابو موسیٰ کے لئے۔عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلَى جَيْشٍ إِلَى أَوْطَاسٍ، فَلَقِيَ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ، فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَهَزَمَ اللَّهُ أَصْحَابَهُ......(بخاری:4323)

☆.........☆.........☆.........☆

شہید کی اقسام اور احکام

شہید کا معنیٰ:

شہید اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، جس کا معنیٰ گواہی دینے میں امانت داری کا وصف اپنانے کے آتے ہیں۔ لغت میں اِس کے کئی معنیٰ ذکر کیے گئے ہیں: (1) حاضر۔ (2) گواہ۔ (3) اللہ کے راستے میں جان دینے والا۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: 26/272)

شہید کے فضائل

شہید کے فضائل سے قرآن و حدیث بھرے پڑے ہیں، جن کا اِحاطہ کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ ایک سطحی علم رکھنے والے کو اس کی گہرائی و گیرائی تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی، اِس لئے یہاں اختصار و تسہیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند اہم اور مشہور فضائل کو بترتیبِ عنوان ذکر کیا جا رہا ہے:

پہلی فضیلت: شہداء زندہ ہیں:

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں (اُن کی حیات کا) شعور نہیں۔ (البقرۃ: 154)

ایک اور جگہ اِرشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالی ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔(آلِ عمران:169 تا 171)

دوسری فضیلت:شہادت ایک لذیذ موت ہے:

دنیا میں مرنے کے مختلف طریقے ہیں جن کے ذریعہ اِنسان اِس جہانِ فانی سے دار البقاء کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، لیکن مرنے کے تمام طریقوں میں سب سے زیادہ لذیذ اور سعادت مندی کی بابرکت موت ”شہادت کی موت“ ہے:

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں جس کا اللہ کے ہاں اجر وثواب ہو اور وہ دنیا کی طرف لوٹنے کو پسند کرتا ہو، اور نہ ہی کوئی اِس بات کو پسند کرتا ہے کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا ہو جائے، سوائے شہید کے کیونکہ اُسے اِس بات کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں واپس جائے پھر قتل کیا جائے بوجہ اس کے جو اس نے شہادت کی فضیلت دیکھی۔«مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوتُ، لَهَا

عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ، يَسُرُّهَا أَنَّهَا تَرْجِعُ إِلَى الدُّنْيَا، وَلَا أَنَّ لَهَا الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، إِلَّا الشَّهِيدُ، فَإِنَّهُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ، فَيُقْتَلَ فِي الدُّنْيَا لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ»۔(مسلم:1877)

ایک اور روایت میں دس مرتبہ لوٹانے کا تذکرہ ہے: کوئی ایسا شخص نہیں جسے جنت میں داخل کر دیا جائے اور وہ اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اسے دنیا میں لوٹا دیا جائے اور اس کے لئے روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں، سوائے شہید کے کیونکہ وہ تمنا کرتا ہے کہ اسے لوٹایا جائے پھر اسے دس مرتبہ قتل کیا جائے بوجہ اس کے جو اس نے اپنی عزت و تکریم دیکھی۔«مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَأَنَّ لَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ، غَيْرُ الشَّهِيدِ، فَإِنَّهُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ، فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ»۔(مسلم:1877)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ جنّت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا پس اللہ تعالیٰ اُس سے پوچھیں گے: اے ابنِ آدم! تم نے اپنا مقام اور درجہ کیسا پایا؟ وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! سب سے بہترین مقام پایا، اللہ تعالیٰ اُس سے اِرشاد فرمائیں گے: کوئی سوال اور تمنّا کرو، وہ کہے گا: میرا کوئی سوال اور تمنّا نہیں سوائے اِس کے کہ آپ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تاکہ میں آپ کے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جاؤں، (وہ ایسا اِس لئے کہے گا کیونکہ اُس نے شہادت کی فضیلت دیکھی ہوگی۔يُؤْتَى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ كَيْفَ وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ؟ فَيَقُولُ: أَيْ رَبِّ خَيْرُ مَنْزِلٍ، فَيَقُولُ: سَلْ وَتَمَنَّ، فَيَقُولُ: مَا أَسْأَلُ وَأَتَمَنَّى إِلَّا أَنْ تَرُدَّنِي إِلَى الدُّنْيَا، فَأُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ۔(مسند احمد:13162)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر ان لوگوں کا خیال نہ ہوتا جو میرے ساتھ غزوہ میں شریک نہ ہوسکنے کو ناپسند کرتے ہیں (اور اسباب کی کمی کی وجہ سے غزوہ میں شریک نہیں ہوسکتے) اور کوئی ایسی چیز میرے پاس نہیں ہے جس پر انہیں سوار کروں، تو میں (غزوات میں شرکت سے) کبھی پیچھے نہ رہتا، میں تمنا کرتا ہوں کہ میں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْلاَ أَنَّ رِجَالًا يَكْرَهُونَ أَنْ يَتَخَلَّفُوا بَعْدِي،وَلاَ أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ،مَا تَخَلَّفْتُ، لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ۔(بخاری:2797)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ کی تفسیر میں اِرشاد فرمایا: شہیدوں کی رُوحیں سبز پرندوں کے جوف میں سواری کرتی ہیں، ان کی قرار گاہ وہ قندیلیں ہیں جو عرشِ الٰہی سے آویزاں ہیں، وہ جنت میں جہاں چاہیں سیر و تفریح کرتی ہیں، پھرلوٹ کر انہی قندیلوں میں قرار پکڑتی ہیں، ایک بار ان کے پروردگار نے ان سے بالمشافہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو؟ عرض کیا: ساری جنت ہمارے لئے مباح کر دی گئی ہے، ہم جہاں چاہیں آئیں جائیں، اس کے بعد اب کیا خواہش باقی رہ سکتی ہے؟ حق تعالیٰ نے تین بار اصرار فرمایا (کہ اپنی کوئی چاہت تو ضرور بیان کرو)، جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی نہ کوئی خواہش عرض کرنی ہی پڑے گی تو عرض کیا: اے پروردگار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری رُوحیں ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹادی جائیں، تاکہ ہم تیرے راستے میں ایک بار پھر جامِ شہادت نوش کریں۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ

ظاہر کرنا تھا کہ اب ان کی کوئی خواہش باقی نہیں، چنانچہ جب یہ ظاہر ہو گیا تو ان کو چھوڑ دیا گیا۔أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ، ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ، فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمُ اطِّلَاعَةً، فَقَالَ:هَلْ تَشْتَهُونَ شَيْئًا؟ قَالُوا: أَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِي وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا، فَفَعَلَ ذَلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوا، قَالُوا:يَا رَبِّ، نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتَّى نُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرَى، فَلَمَّا رَأَى أَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوا۔(مسلم:1887)

تیسری فضیلت:شہداء بغیر کسی حساب کے جنّت میں داخل ہوں گے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جبکہ لوگ حساب کتاب کے لئے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردن پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے جن سے خون ٹپک رہا ہو گا، یہ لوگ جنت کے دروازے پر جمع ہو جائیں گے، لوگ دریافت کریں گے کہ: یہ کون لوگ ہیں(جن کا حساب کتاب بھی نہیں ہوا، سیدھے جنت میں آ گئے)؟ انہیں بتایا جائے گا کہ یہ شہید ہیں جو زندہ تھے، جنھیں رزق ملتا تھا۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا وَقَفَ الْعِبَادُ لِلْحِسَابِ جَاءَ قَوْمٌ وَاضِعِي سُيُوفِهِمْ عَلَى رِقَابِهِمْ، تَقْطُرُ دَمًا، فَازْدَحَمُوا عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَقِيلَ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قِيلَ: الشُّهَدَاءُ، كَانُوا أَحْيَاءَ مَرْزُوقِينَ۔(طبرانی اوسط:1998)

چوتھی فضیلت:شہادت گناہوں کا کفارہ ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ۔(مسلم:1886)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے، اُس نے سوال کیا: یارسول اللہ! مجھے بتایئے اگر میں اپنی تلوار لیکر اللہ کے راستے میں ثابت قدمی کے ساتھ اجر وثواب کی نیت سے آگے سے آگے بڑھ کر لڑوں، پیٹھ نہ پھیروں یہاں تک کہ قتل کر دیا جاؤں تو کیا اللہ تعالیٰ میری خطاؤں کو معاف کر دے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! جب وہ رُخ موڑ کر جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبریل کہہ رہے ہیں (اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرمادیں گے) مگر یہ کہ تمہارے اوپر قرض ہو (تو وہ معاف نہیں ہوگا)۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ ضَرَبْتُ بِسَيْفِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ حَتَّى أُقْتَلَ، أَيُكَفِّرُ اللَّهُ عَنِّي خَطَايَايَ؟قَالَ:«نَعَمْ» فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ، فَقَالَ:هَذَا جِبْرِيلُ يَقُولُ:إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْكَ دَيْنٌ۔(نسائی:3158)

پانچویں فضیلت: شہید پر فرشتے اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور ان کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا دو تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا اسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنائی دی لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو ابھی تک فرشتوں نے ان پر (یعنی شہید پر) اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا ہے۔جِيءَ بِأَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ، وَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهِ، فَنَهَانِي قَوْمِي فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ، فَقِيلَ: ابْنَةُ عَمْرٍو-أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو-فَقَالَ:«لِمَ تَبْكِي مَا زَالَتِ المَلاَئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا»۔(بخاری:2816)

چھٹی فضیلت: شہادت کا صلہ جنّت ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ اُحد میں کہا: اگر مجھے قتل کر دیا جائے تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: جنّت میں۔ اُس شخص نے اپنے ہاتھوں میں موجود کھجوریں پھینکی پھر قتال کرنے لگا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ:«فِي الجَنَّةِ» فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ»۔(بخاری:4046)

حضرت حسناء بنت معاویہ صریمہ اپنے چچا حضرت اسلم بن سلیم سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنّت میں کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے اِرشاد فرمایا: جنّت میں نبی ہوں گے، شہید ہوں گے، ناقص پیدا ہونے والے بچے ہوں گے اور وہ بچیاں ہوں گی جنہیں زندہ در گور کر دیا گیا تھا۔حَسْنَاءُ بِنْتُ مُعَاوِيَةَ الصَّرِيمِيَّةُ، قَالَتْ: حَدَّثَنَا عَمِّي، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فِي الْجَنَّةِ؟ قَالَ:النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ، وَالشَّهِيدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْوَئِيدُ فِي الْجَنَّةِ۔(ابوداؤد:2521)

ساتویں فضیلت: شہداء کیلئے جنّت میں حسین محل ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلیٰ تھا میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔عَنْ سَمُرَةَ،قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي،فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلاَنِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ،لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالاَ:أَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ۔(بخاری:2791)

آٹھویں فضیلت: شہید کیلئے جنت الفردوس مقرر کی گئی ہے:

حضرت ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! حارثہ (جو کہ بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے' انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر لگا تھا) کے بارے میں آپ مجھے کچھ بتائیں کہ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کرلوں اور اگر کہیں اور ہے تو اس کے لئے روؤں دھوؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام حارثہ! جنت کے بہت سے درجے ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ میں جگہ ملی ہے۔عَنْ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ أُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ البَرَاءِ وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ،أَلاَ تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ،وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ، فَإِنْ كَانَ فِي الجَنَّةِ صَبَرْتُ،وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ،اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي البُكَاءِ، قَالَ:«يَا أُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الفِرْدَوْسَ الأَعْلَى»۔(بخاری:2809)

نویں فضیلت: شہید کو ستر افراد کی شفاعت کا حق دیا جائے گا:

حضرت نِمران بن عتبہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت امّ درداء رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، ہم یتیم تھے، حضرت امّ درداء رضی اللہ عنہا نے (ہمیں دیکھ کر) فرمایا: خوش ہو جاؤ، میں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد سنا ہے: شہید کی شفاعت اس کے اہلِ خانہ کے ستر آدمیوں کے حق میں قبول کی جائے گی۔يُشَفَّعُ الشَّهِيدُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ۔(ابوداؤد:2522)

دسویں فضیلت: شہید کی قبر پر مسلسل نور برستا رہتا ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (شاہِ حبشہ) نجاشی کا انتقال ہو گیا تو ہم لوگ آپس میں یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ اس کی قبر پر ہمیشہ نور برستا رہتا ہے۔عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرَى عَلَى قَبْرِهِ نُورٌ»۔(ابوداؤد:2523)

اِمام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث پر "بَابٌ فِي النُّورِ يُرَى عِنْدَ قَبْرِ الشَّهِيدِ" کا عنوان قائم کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی تھی، اُس کا انتقال شہادت کی وجوہات اور اسباب میں سے کسی ذریعہ ہوا تھا۔(عون المعبود:7/142)

گیارہویں فضیلت: شہید کے نو خصوصی انعام:

حضرت مقدام ابن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل کرتے ہیں: شہید کیلئے اللہ تعالی کے ہاں چھ خصلتیں (انعامات) ہیں:

(1) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے۔

(2) عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے۔(3) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

(4) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

(5) جنّت کی حورِ عین میں سے بہتّر حوروں سے اُس کی شادی کرادی جاتی ہے۔(6) اُس کے اعزّا و اقارب میں سے ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللَّهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دُفْعَةٍ، وَيَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الجَنَّةِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَيَأْمَنُ مِنَ الفَزَعِ

الأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الوَقَارِ، اليَاقُوتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الحُورِ العِينِ، وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ۔(ترمذی:1663)

ایک روایت میں شہید کیلئے نو انعامات ذکر کیے گئے ہیں:

(1)خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔(2)اُسے جنّت میں اپنا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔(3)اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے۔(4)عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے۔(5)اُس کا نکاح حورِ عین سے کرا دیا جاتا ہے۔(6)قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔(7)اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔(8)جنّت کی حورِ عین میں سے بہتّر حوروں سے اُس کی شادی کرا دی جاتی ہے۔(9)اُس کے اعزّا و اقارب میں سے ستر انسانوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔«إِنَّ لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللَّهِ تِسْعَ خِصَالٍ – أَنَا أَشُكُّ – يَغْفِرُ اللَّهُ ذَنْبَهُ فِي أَوَّلِ دُفْعَةٍ مِنْ دَمِهِ، وَيُرَى مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُحَلَّى بِحِلْيَةِ الْإِيمَانِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُؤَمَّنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ، كُلُّ يَاقُوتَةٍ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنْ حُورِ الْعِينِ، وَيَشْفَعُ فِي سَبْعِينَ إِنْسَانًا مِنْ أَقَارِبِهِ»۔(مصنّف عبد الرزاق:9559)(شعب الایمان:3949)

بارہویں فضیلت:شہید کی جان نہایت آسانی کے ساتھ نکلتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں :شہید کو قتل ہونے کا صرف اتنا ہی احساس ہوتا ہے جیسے تم میں سے کوئی چٹکی نوچے جانے کو محسوس کرتا ہے۔الشَّهِيدُ لَا يَجِدُ مَسَّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمُ الْقَرْصَةَ يُقْرَصُهَا۔(نسائی:3161)

تیرہویں فضیلت: شہید اجرِ کثیر کا مستحق ہوتا ہے:

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب (حضرت اُصرم عمرو بن ثابت اُشہلی رضی اللہ عنہ) زرہ پہنے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں پہلے جنگ میں شریک ہو جاؤں یا پہلے اسلام لاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے اسلام لاؤ پھر جنگ میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ پہلے اسلام لائے اور اس کے بعد جنگ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمل کم کیا لیکن اجر بہت پایا۔أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالحَدِيدِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ؟ قَالَ:«أَسْلِمْ، ثُمَّ قَاتِلْ»، فَأَسْلَمَ، ثُمَّ قَاتَلَ، فَقُتِلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَمِلَ قَلِيلًا وَأُجِرَ كَثِيرًا»۔(بخاری:2808)

چودہویں فضیلت: شہید کے زخم سے قیامت کے دن مشک کی خوشبو آئے گی:

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے شہداء کے بارے میں اِرشاد فرمایا: انہیں ان کے خون کے ساتھ ہی ڈھانپ دو، اِس لئے کہ اللہ کے راستے میں لگنے والا ہر زخم قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ وہ بہہ رہا ہوگا (لیکن) اُس کا رنگ تو خون کا رنگ ہوگا اور خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَتْلَى أُحُدٍ: «زَمِّلُوهُمْ بِدِمَائِهِمْ، فَإِنَّهُ لَيْسَ كَلْمٌ يُكْلَمُ فِي اللَّهِ إِلَّا يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَدْمَى، لَوْنُهُ لَوْنُ الدَّمِ، وَرِيحُهُ رِيحُ الْمِسْكِ»۔(نسائی:2002)

شہید کی کرامات کے چند واقعات

شہید کے مبارک جسد کی بھڑوں کے چھتے کے ذریعہ حفاظت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کی ایک جماعت کفار کی جاسوسی کے لئے بھیجی، اس جماعت کا امیر عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا اور جماعت روانہ ہوگئی۔ جب یہ لوگ مقام ھداۃ پر پہنچے جو عسفان اور مکہ کے درمیان میں ہے تو قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ بنو لحیان کو کسی نے خبر دے دی اور اس قبیلہ کے دو سو تیر اندازوں کی جماعت ان کی تلاش میں نکلی، یہ سب صحابہ کے نشانات قدم سے اندازہ لگاتے ہوئے چلتے چلتے آخر ایک ایسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں صحابہ نے بیٹھ کر کھجوریں کھائی تھیں' جو وہ مدینہ منورہ سے اپنے ساتھ لے کر چلے تھے۔ پیچھا کرنے والوں نے کہا کہ یہ (گٹھلیاں) تو یثرب (مدینہ) کی (کھجوروں کی) ہیں اور پھر قدم کے نشانوں سے اندازہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ آخر عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب انہیں دیکھا تو ان سب نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لی، مشرکین نے ان سے کہا کہ ہتھیار ڈال کر نیچے اتر آؤ، تم سے ہمارا عہد و پیمان ہے کہ ہم کسی شخص کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ مہم کے امیر نے کہا کہ میں تو آج کسی صورت میں بھی ایک کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا۔ اے اللہ! ہماری حالت سے اپنے نبی کو مطلع کر دے۔ اس پر ان کافروں نے تیر برسانے شروع کر دیئے اور عاصم رضی اللہ عنہ اور سات دوسرے صحابہ کو شہید کر ڈالا باقی تین صحابی ان کے عہد و پیمان پر اتر آئے، یہ خبیب انصاری رضی اللہ عنہ ابن دثنہ رضی اللہ عنہ اور ایک تیسرے صحابی (یعنی عبد اللہ بن طارق بلوی رضی اللہ عنہ) تھے۔ جب یہ صحابی ان کے قابو میں آگئے تو انہوں نے اپنی کمانوں کے تانت

اتار کر ان کو ان سے باندھ لیا، حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ تمہاری پہلی غداری ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہر گز نہ جاؤں گا، بلکہ میں تو انہیں حضرت کا اسوہ اختیار کروں گا، ان کی مراد شہداء سے تھی، مگر مشرکین انہیں کھینچنے لگے اور زبردستی اپنے ساتھ لے جانا چاہا جب وہ کسی طرح نہ گئے تو ان کو بھی شہید کر دیا۔ اب یہ خبیب اور ابن دثنہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر چلے اور ان کو مکہ میں لے جا کر بیچ دیا۔ یہ جنگ بدر کے بعد کا واقعہ ہے۔ خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے لڑکوں نے خرید لیا، خبیب رضی اللہ عنہ نے ہی بدر کی لڑائی میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ آپ ان کے یہاں کچھ دنوں تک قیدی بن کر رہے، (زہری نے بیان کیا) کہ مجھے عبید اللہ بن عیاض نے خبر دی اور انہیں حارث کی بیٹی (زینب رضی اللہ عنہا) نے خبر دی کہ جب (ان کو قتل کرنے کے لئے) لوگ آئے تو زینب سے انہوں نے موئے زیر ناف مونڈنے کے لئے استرا مانگا۔ انہوں نے استرا دے دیا (زینب نے بیان کیا) پھر انہوں نے میرے ایک بچے کو اپنے پاس بلا لیا، جب وہ ان کے پاس گیا تو میں غافل تھی، زینب نے بیان کیا کہ پھر جب میں نے اپنے بچے کو ان کی ران پر بیٹھا ہوا دیکھا اور استرا ان کے ہاتھ میں تھا، تو میں اس بری طرح گھبرا گئی کہ خبیب رضی اللہ عنہ بھی میرے چہرے سے سمجھ گئے انہوں نے کہا: تمہیں اس کا خوف ہو گا کہ میں اسے قتل کر ڈالوں گا، یقین کرو میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم! کوئی قیدی میں نے خبیب سے بہتر کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس میں سے کھا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں پھلوں کا موسم بھی نہیں تھا۔ کہا کرتی تھیں کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی روزی تھی جو اللہ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو بھیجی تھی۔ پھر جب مشرکین انہیں

حرم سے باہر لائے، تاکہ حرم کے حدود سے نکل کر انہیں شہید کر دیں تو خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ انہوں نے ان کو اجازت دے دی۔ پھر خبیب رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: اگر تم یہ خیال نہ کرنے لگتے کہ میں (قتل سے) گھبرا رہا ہوں تو میں ان رکعتوں کو اور لمبا کرتا۔ اے اللہ! ان ظالموں سے ایک ایک کو ختم کر دے، (پھر یہ اشعار پڑھے)" جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں' تو مجھے کسی قسم کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ خواہ اللہ کے راستے میں مجھے کسی پہلو پر بھی پچھاڑا جائے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ہے اور اگر وہ چاہے تو اس جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے سکتا ہے جس کی بوٹی بوٹی کر دی گئی ہو، آخر حارث کے بیٹے (عقبہ) نے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے ہی ہر اس مسلمان کے لئے جسے قید کر کے قتل کیا جائے (قتل سے پہلے) دو رکعتیں مشروع ہوئی ہیں۔ ادھر حادثہ کے شروع ہی میں حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ (مہم کے امیر) کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی تھی کہ اے اللہ! ہماری حالت کی خبر اپنے نبی کو دیدے) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو وہ سب حالات بتا دیئے تھے جن سے یہ مہم دوچار ہوئی تھی۔ کفار قریش کے کچھ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عاصم شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے ان کی لاش کے لئے اپنے آدمی بھیجے تاکہ ان کی جسم کا کوئی ایسا حصہ کاٹ لائیں جس سے ان کی شناخت ہو سکتی ہو۔ (اور اس کی وجہ یہ تھی کہ) عاصم رضی اللہ عنہ نے بدر کی جنگ میں کفار قریش کے ایک سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو قتل کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کا ایک چھتہ عاصم کی نعش پر قائم کر دیا انہوں نے قریش کے آدمیوں سے عاصم کی لاش کو بچا لیا اور وہ ان کے بدن کا کوئی ٹکڑا نہ کاٹ سکے۔ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ

سَرِيَّةً عَيْنًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَأَةِ......الخ۔(بخاری:3045)

شہید کے جسم کا محفوظ اور صحیح سالم رہنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جب جنگ احد کا وقت قریب آگیا تو مجھے میرے والد حضرت عبد اللہ نے رات کو بلا کر کہا کہ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے پہلا مقتول میں ہی ہوں گا اور دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرا کوئی مجھے (اپنے عزیزوں اور وارثوں میں) تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے' میں مقروض ہوں اس لیے تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی (نو) بہنوں سے اچھا سلوک کرنا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد ہی شہید ہوئے۔ قبر میں آپ کے ساتھ میں نے ایک دوسرے شخص کو بھی دفن کیا تھا، لیکن میرا دل نہیں مانا کہ انہیں دوسرے صاحب کے ساتھ یوں ہی قبر میں رہنے دوں، چنانچہ چھ مہینے کے بعد میں نے ان کی لاش کو قبر سے نکالا دیکھا تو صرف کان تھوڑا سا گلنے کے سوا باقی سارا جسم اسی طرح تھا جیسے دفن کیا گیا تھا۔عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لاَ أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ، غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا، «فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الآخَرِ، فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ»۔(بخاری:1351)

حضرت قیس بن حازم فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ ﷺ کو ان کے کسی رشتہ دار نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جہاں پانی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے میری جگہ یہاں سے تبدیل کرو، رشتے داروں نے قبر کھودی تو ان کا جسم نرم و نازک چمڑے کی طرح تھا اور داڑھی کے چند بالوں کے علاوہ جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: رَأَى بَعْضُ أَهْلِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّهُ رَآهُ فِي النَّوْمِ فَقَالَ:«إِنَّكُمْ قَدْ دَفَنْتُمُونِي فِي مَكَانٍ قَدْ أَتَانِي فِيهِ الْمَاءُ فَحَوِّلُونِي مِنْهُ فَحَوَّلُوهُ، فَأَخْرَجُوهُ كَأَنَّهُ سِلْقَةٌ لَمْ يَتَغَيَّرْ مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَعَرَاتٌ مِنْ لِحْيَتِهِ»۔(مصنف عبد الرزاق:6657)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کظامہ جاری کرنے کا اردہ فرمایا تو یہ اعلان کروایا کہ جس کا کوئی شہید ہو تو وہ پہنچ جائے پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تر و تازہ تھے یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر کدال لگ گئی تو خون جاری ہو گیا۔لَمَّا أَرَادَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يُجْرِيَ الْكِظَامَةَ قَالَ:مَنْ كَانَ لَهُ قَتِيلٌ فَلْيَأْتِ قَتِيلَهُ يَعْنِي قَتْلَى أُحُدٍ قَالَ:فَأَخْرَجَهُمْ رِطَابًا يَتَثَنَّوْنَ قَالَ:فَأَصَابَتِ الْمِسْحَاةُ رِجْلَ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَانْفَطَرَتْ دَمًا،فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ:لَا يُنْكِرْ بَعْدَ هَذَا مُنْكِرٌ أَبَدًا۔(مصنف عبد الرزاق:6656)

مرنے کے بعد شہید کا وصیت کرنا :

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی بیٹی فرماتی ہیں:

جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی :﴿ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ترجمہ:اے اہل ایمان ! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔(الحجرات :2)تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے جب اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی

انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول !میری آواز (طبعی طور) پر بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ خیر والی زندگی جئیں گے اور خیر والی موت مریں گے ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:﴿ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ترجمہ: اللہ تعالی کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔(لقمان:18)تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر دیا گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے حضور اکرم ﷺ نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ میں تو خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں(جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے)بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔(چنانچہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے عین مطابق ہوا،یعنی)جنگ یمامہ کے دن جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے۔ پھر دونوں حضرات نے اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زرہ پہن رکھی تھی ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زرہ اٹھالی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرما رہے ہیں: میں تمھیں ایک وصیت کر رہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کر دینا، میں جب کل شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ اٹھالی وہ شخص

لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کود رہا ہے اور اس نے میری زرہ کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زرہ اس شخص سے لے لیں پھر جب تم مدینہ منورہ جانا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے کہنا کہ میرے ذمے اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں (پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا) اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلا مت دینا۔ چنانچہ (صبح) وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ وصول فرمالی۔ پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرما دیا۔ ہم حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو۔

عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَأَتَيْتُ ابْنَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ فَذَكَرْتُ قِصَّةَ أَبِيهَا، قَالَتْ: لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ ......الخ۔(مستدرکِ حاکم:5036)

تفسیرِ مظہری میں آیت: ﴿وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا﴾ کی تفسیر میں حضرت ابنِ مندہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: وہ کہتے ہیں کہ: اپنے مال کی دیکھ بھال کے لئے میں غابہ گیا، وہاں مجھے رات ہو گئی، میں عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ (جو شہید ہو گئے تھے) کی قبر کے پاس لیٹ گیا، میں نے قبر سے ایسی قراءت سنی کہ اس سے اچھی قراءت کبھی نہیں سنی تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ قاری عبد اللہ (شہید) تھے، تمہیں معلوم نہیں؟ اللہ تعالیٰ ان کی رُوحوں کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں

رکھتے ہیں اور انہیں جنت کے درمیان (عرش پر) آویزاں کر دیتے ہیں، رات کا وقت ہوتا ہے تو ان کی رُوحیں ان کے اجسام میں واپس کر دی جاتی ہیں اور صبح ہوتی ہے تو پھر انہیں قندیلوں میں آ جاتی ہیں۔عن طلحة بن عبد الله رضی الله عنه قال أردت مالی بالغابة فادرکنی اللیل فاویت۔(تفسیرِ مظہری)

﴿شہداء کی اقسام﴾

شہید کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: شہید الدنیا والآخرة: دونوں جہاں کا شہید:

جو دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے شہید ہو۔ جیسے: وہ شخص جو اعلاءِ کلمۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے قتال کرتا ہوا شہید ہو جائے، اس کو "شہیدِ کامل" اور "شہیدِ فقہی" بھی کہتے ہیں۔

دوسری قسم: شہید الدنیا فقط: صرف دنیا کا شہید:

جو کسی دُنیوی غرض (نام ونمود اور دکھلاوے) کے لئے قتال کرتا ہوا مر جائے، یہ صرف نام کا شہید ہوتا ہے ،ورنہ شہادت کی حقیقت اسے حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ بُری نیت کی وجہ سے اس کا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

تیسری قسم: شہید الآخرة فقط: صرف آخرت کا شہید:

یعنی جو صرف آخرت کے اعتبار سے شہید ہو یعنی جس کو شہادت کا ثوابِ موعود (جس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ تو) حاصل ہو، لیکن دنیا میں اُس پر شہادت کے احکام یعنی غسل اور کفن نہ دینے کے احکام جاری نہ ہوں۔ اس کو "شہیدِ ثواب" اور "شہیدِ آخرت" بھی کہا جاتا ہے۔(ردالمحتار:2/252)(زُبدۃ الفقہ:406)

پہلی قسم: یعنی شہیدِ کامل کے احکام :

شہیدِ کامل یعنی جو دونوں جہاں کا شہید کہلاتا ہے اُس پر جو احکام جاری ہوتے ہیں اُس کا خلاصہ یہ ہے:

1. اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون جسم سے زائل کیے بغیر اسی طرح اس کو دفن کر دیں۔
2. جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں ان کو اس کے جسم سے نہ اتارا جائے۔ البتہ اگر اُس کے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہوں تو عددِ مسنون کو پورا کرنے کے لئے کپڑے زیادہ کر دیے جائیں، اسی طرح اگر اُس کے کپڑے مسنون کفن سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑے اتار لیے جائیں۔

ٹوپی، جوتے، ہتھیار وغیرہ سب اتار لیے جائیں گے اور باقی سب احکام یعنی نمازِ جنازہ وغیرہ جو دوسرے مُردوں کے لئے ہیں وہ سب اُس کے حق میں بھی جاری ہونگے۔(تسہیل بہشتی زیور:1/389)

اب یہی احکام احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

شہید کو اُسی کپڑے میں دفنایا جائے گا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے سینے یا حلق میں تیر لگا جس سے وہ مر گیا تو اُس کو اس کے کپڑوں میں اسی طرح میں لپیٹ دیا گیا جس طرح کہ وہ تھا اور اس وقت ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:رُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فِي صَدْرِهِ-أَوْ فِي حَلْقِهِ-فَمَاتَ فَأُدْرِجَ فِي ثِيَابِهِ كَمَا هُوَ، قَالَ: وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(ابوداؤد:3133)

جسم کی زائد چیزوں کو اُتار لیا جائے گا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہداء کے بارے میں حکم دیا کہ اُن (کے جسموں) سے لوہا اور چمڑے کی چیزیں اتار لی جائیں اور ان کو اُنہی کپڑوں میں خون سمیت دفن کر دیا جائے۔أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلَى أُحُدٍ أَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيدُ وَالْجُلُودُ، وَأَنْ يُدْفَنُوا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ۔(ابوداؤد:3134)

غسل نہیں دیا جائے گا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے دن (شہداء کے بارے میں) فرمایا: انہیں ان کے خون کے ساتھ ہی دفن کر دو اور آپ نے اُن کو غسل بھی دیا۔عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:ادْفِنُوهُمْ فِي دِمَائِهِمْ-يَعْنِي يَوْمَ أُحُدٍ- وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ۔(بخاری:1346)

نمازِ جنازہ عام میت کی طرح پڑھائی جائے گی:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (غزوہ احد کے دن) نکلے اور آپ نے احد (میں شہادت کا عظیم مرتبہ پانے) والوں کی نماز جنازہ میت کی نمازِ جنازہ کی طرح پڑھائی۔عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ:أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ يَوْمًا، فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلاَتَهُ عَلَى المَيِّتِ۔(بخاری:1344)

شہادت کے احکام کے جاری کرنے کی شرائط:

یعنی وہ شرائط جن کے پائے جانے کی صورت میں شہید کے احکامجاری ہوتے ہیں،اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو باوجود شہید ہونے کے اُس کے ساتھ عام مُردوں کی طرح معاملہ کیا جاتا ہے۔

1. الاسلام: یعنی مسلمان ہونا، پس غیر مسلم کے لئے شہادت نہیں ہو سکتی۔

2. مکلّف ہونا: عاقل و بالغ ہونا۔ پس مجنون اور نابالغ پر شہادت کے احکام جاری نہ ہونگے۔

3. حدثِ اکبر سے پاک ہونا۔ پس جنابت حیض و نفاس میں مارے جانے والوں پر احکامِ شہید نہ ہونگے۔

4. بے گناہ مقتول ہونا۔ پس اگر کسی جرم کی سزا میں مارا گیا تو وہ شہید نہ ہو گا۔

5. آلۂ جارحہ سے مارا جانا۔ جبکہ مسلمان یا ذمّی کے ہاتھوں مارا گیا ہو اور اگر حربی کافر یا باغیوں کے ہاتھوں مارا گیا ہو تو آلۂ جارحہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں۔

6. عوضِ مالی لازم نہ ہوا ہو۔ یعنی اُس قتل کی سزا میں ابتداءً شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض مقرر نہ ہو، بلکہ قصاص واجب ہو۔

7. عدم الارتثاث: یعنی زخم لگنے کے بعد کوئی دُنیوی فائدہ یعنی کھانا پینا، دوا علاج وغیرہ جیسا کوئی فائدہ حاصل نہ کیا ہو اور نہ ہی ایک وقت کی نماز کے بقدر اس کی زندگی حالتِ ہوش و حواس میں گزری ہو، ورنہ شہادت کے احکام جاری نہ ہوں گے۔(تسہیل بہشتی زیور: 1/387، ملخصًا)(فتاوی زکریا: 2/679)

دوسری قسم: یعنی صرف دنیا کے شہید کے احکام:

یعنی وہ شہید جس نے اِخلاص کے ساتھ جہاد نہ کیا ہو، بلکہ اُس کا مطمحِ نظر شہرت، دنیا، مال، جاگیر، لوگوں کی نظر میں بہادر کہلانا وغیرہ ہو، ایسا شہید دنیا میں اگرچہ شہید کہلائے لیکن عند اللہ وہ شہید نہیں کہلاتا، اِسی لئے اسے صرف دنیا والوں کی نظر میں شہید کا نام دیا جاتا ہے، آخرت کا شہید نہیں کہتے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا عمل اکارت اور ضائع ہو جاتا ہے، ساری محنت اور قربانی پر پانی پھر جاتا ہے اور بار گاہِ الٰہی میں اجر و ثواب ملنا تو دور کی بات ہے اُلٹا عذاب اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، ذیل میں نبی کریم ﷺ کے اِرشادات سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے:

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کے راستے میں قتال کسے کہتے ہیں؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی ذاتی غصے کی وجہ سے قتال کرتا ہے، اور کوئی کسی (قومی، وطنی، لسانی) غیرت کی وجہ سے قتال کرتا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک سائل کی طرف اٹھایا اور فرمایا: جس نے اس لئے قتال کیا کہ اللہ کا کلمہ (دین) بلند ہو تو وہ ہی اللہ کے راستے میں قتال کرنے والا ہے۔جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،مَا القِتَالُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ، قَالَ: وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا،فَقَالَ:«مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ العُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»۔(بخاری:123)

حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں جس نے اندھے جھنڈے کے تحت قتال کیا (یعنی جس کا مقصد واضح نہ ہو) یا کسی (قومی، لسانی یا خاندانی) عصبیت کی طرف لوگوں کو بلائے اور کسی تعصّب کی بنیاد پر مدد کرے (اور قتل ہو جائے) تو یہ جاہلیت (گمراہی) کی موت مرا۔عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ، يَدْعُو عَصَبِيَّةً، أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً، فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ»۔(مسلم:1850)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور شہید ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا" تو نے نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لیے کیا عمل کیا؟" وہ کہے گا:" میں نے تیری راہ میں جنگ کی حتی کہ شہید ہو گیا" اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا" تو جھوٹ کہتا ہے تو نے بہادر کہلوانے کے لیے جنگ کی، سو دنیا میں تجھے بہادر کہا گیا" پھر (فرشتوں کو) حکم ہو گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس کے بعد وہ آدمی لایا جائے گا جس نے خود بھی علم سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور قرآن پڑھا، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ (عالم) ان کا اقرار کرے گا، تب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا" ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے تو نے کیا عمل کیا؟" وہ عرض کرے گا" یا اللہ! میں نے علم سیکھا، لوگوں کو سکھایا اور تیری خاطر لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنایا" اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا" تو نے جھوٹ کہا، تو نے علم اس لیے سیکھا تا کہ لوگ تمہیں عالم کہیں اور قرآن اس لیے پڑھ کر سنایا تا کہ لوگ تجھے قاری کہیں سو دنیا نے تمہیں عالم اور قاری کہا" پھر (فرشتوں کو) حکم ہو گا اور اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس کے بعد تیسرا آدمی لایا جائے گا جسے دنیا میں خوشحالی اور ہر طرح کی دولت سے نوازا گیا تھا اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں جتلائے گا وہ شخص ان نعمتوں کا اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ سوال کرے گا"میری نعمتوں کو پا کر تو نے کیا کام کیے؟" وہ کہے گا" یا اللہ میں نے تیری راہ میں ان تمام جگہوں پر مال خرچ کیا جہاں تجھے پسند تھا " اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا" تو نے جھوٹ کہا، تو نے صرف اس لیے مال خرچ کیا تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں

اور دنیانے تجھے سخی کہا" پھر (فرشتوں کو) حکم ہو گا اور اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ۔(مسلم:1905)

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر قتال کرے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر (لڑتے ہوئے) مر جائے۔لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ۔(ابوداؤد:5121)

تیسری قسم: یعنی شہیدِ آخرت کے احکام :

موت کے مختلف اسباب ہیں جن کی وجہ سے انسان کی موت واقع ہوتی ہے، ایسا کوئی سبب جس میں مرنے والے کو احادیث میں شہید کہا گیا ہو اُس کو شہیدِ آخرت کہتے ہیں۔ اور اِس کا حکم یہ ہے کہ دنیا کے اعتبار سے اُس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوتے، عام مُردوں کی طرح اُس کو غسل دیا جاتا ہے، تجہیز و تکفین کی جاتی ہے۔ اور چونکہ دنیا میں اِس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوتے لیکن عند اللہ اس کو شہادت کا درجہ اور مقام حاصل ہوتا ہے اِس لئے اس کو "شہیدِ آخرت" کہا جاتا ہے۔

شہیدِ آخرت کی صورتیں:

طاعون کی بیماری میں مرنے والا:

طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے ۔الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔(مسلم: 1916)الْمَطْعُونُ

شَهَادَةٌ۔(سنن ابن ماجہ:2803) الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ۔(ابن ماجہ:2804)

پیٹ کی بیماری:

پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔مَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔(مسلم:1915)

ڈوب جانا :

پانی میں ڈوب کر مرنے والا شہید ہے ۔مَنْ غَرِقَ فَهُوَ شَهِيدٌ ۔(مسلم:1915) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ:إِنَّ مَنْ يَتَرَدَّى مِنْ رُءُوسِ الْجِبَالِ، وَتَأْكُلُهُ السِّبَاعُ، ويَغْرَقُ فِي الْبَحْرِ لَشَهِيدٌ عِنْدَ اللَّهِ ۔(مصنف عبد الرزاق:9572)وَالْغَرِقُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ۔(ابوداؤد:2493)

نمونیہ:

نمونیہ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔
وَالْمَجْنُوبُ–يَعْنِي ذَاتَ الْجَنْبِ–شَهَادَةٌ(ابن ماجہ : 2803) وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ(مصنف عبد الرزاق:6695)الْمَيِّتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ۔(طبرانی کبیر:881)(فتاوی دارالعلوم زکریا:684/2)

جل جانا:

جل کر مرنے والا شہید ہے

وَالْحَرِقُ۔(ابن ماجہ:2803)صَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ۔(مصنف عبد الرزاق:6695)

کنوارپن، حالتِ حمل اور وضعِ حمل:

کنواری لڑکی کا مر جانا، حالتِ حمل میں مر جانا یا وضعِ حمل میں مر جانا شہادت کی موت ہے۔
وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهَادَةٌ–يَعْنِي الْحَامِلَ۔(ابن ماجہ: 2803)(مرقاۃ:1140/3)(فتح الباری:43/6)

دب کر مرنا:

دیوار یا چھت کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے۔ عموماً زلزلوں کی وجہ سے جو مکانات منہدم ہو جاتے ہیں ، دیواریں گر جاتی ہیں ، اُن سے واقع ہونے والی اموت شہادت کی موت ہوتی ہیں۔وَالَّذِيْ يَمُوتُ تَحْتَ الهدم شَهِيْد۔(ابن حبان:3189)

شہادت کی سچی طلب:

شہادت کا سچا طلب گار اور دلی تمنار کھنے والا شہید ہے ، اگرچہ بستر پر ہی انتقال ہو۔
مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ مُخْلِصًا أَعْطَاهُ اللّٰهُ أَجْرَ شَهِيدٍ وَإِنَّ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ۔(ابن حبان:3191)
مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا، أُعْطِيَهَا، وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ۔(مسلم:1908)مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَداءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ۔(ابن حبان:3192)

ٹی بی کی بیماری میں مرنا:

ٹیوبرکلوسس (ٹی بی) ایک قدیم اور مُہلک مرض ہے جس کو عربی میں ”سل“ کہا جاتا ہے۔اس میں مبتلاء ہو کر مرنے والا بھی شہید ہے۔وَالسُّلُّ شَهَادَةٌ(المعجم الاوسط، رقم:1243)(فتاویٰ زکریا:2/684)

پردیس کی موت:

سفر وغیرہ میں انسان اپنے وطن سے نکل کر دور چلا جاتا ہے ، ایسے میں اُس کی موت واقع ہو جائے تو یہ ”غربت“ کی موت کہلاتی ہے جس کو حدیث میں شہادت کا درجہ دیا گیا ہے ۔اَلغَرِيبُ شَهِيدٌ۔(طبرانی کبیر:18/87)مَوْتُ الرَّجُلِ فِيْ الْغُرْبَةِ شَهَادَة۔(کنز العمال:1231)مَوْتُ غُرْبَةٍ شَهَادَةٌ (ابن ماجہ:1613)

بخار:

بخار میں مرنے والا شہید ہے۔اَلْمَحْمُوْمُ شَهِيْد۔(کنز العمال عن الدیلمی:11226)

زہریلے جانور کا ڈس لینا:

سانپ بچھو یا ان کے جیسے کسی زہریلے جانور کے ڈس لینے سے جو موت واقع ہوتی ہے اُس کو شہادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ الْمَلْدُوْغُ شَهِيْد۔(کنز العمال، رقم:11217)وَاللديغُ شَهِيدٌ۔(طبرانی کبیر:11686)فَإِنَّ مَنْ قَتَلَهَا مِنْ أُمَّتِي كَانَتْ فِدَاءً لَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ قَتَلَتْهُ كَانَ شَهِيدًا۔(طبرانی کبیر:24/308)

اُچھو لگ جانا:

اُچھو لگنا دراصل پھندا لگنے کو کہتے ہیں۔ کچھ کھاتے پیتے ہوئے بعض اوقات پھندا لگ جاتا ہے، اور کبھی یہ اتنا سخت ہوتا ہے کہ اس سے سانس رُک جاتی ہے جس سے موت بھی واقع ہو سکتی ہے، ایسی موت کو شہادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ والشَّرِيْقُ شَهِيْد۔(طبرانی کبیر:11686)

کسی درندے کا نشانہ بن جانا:

کسی درندے وغیرہ نے چیر پھاڑ کھایا ہو تو اس سے واقع ہونے والی موت بھی شہادت قرار دی گئی ہے۔ والَّذِيْ يَفْتَرِسُه السَّبُعُ شَهِيْد۔(طبرانی کبیر:11686) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ:إِنَّ مَنْ يَتَرَدَّى مِنْ رُءُوسِ الْجِبَالِ، وَتَأْكُلُهُ السِّبَاعُ، ويَغْرَقُ فِي الْبَحْرِ لَشَهِيدٌ عِنْدَ اللَّهِ۔(مصنف عبد الرزاق:9572)

سواری سے گرنا یا ایکسیڈنٹ ہو جانا:

سواری سے گر کر مرنے یا گاڑی وغیرہ کے ایکسیڈنٹ وغیرہ میں مرنے سے بھی شہید کی موت نصیب ہوتی ہے۔وَالْخَارُّ عَنْ دَابَّتِهِ شَهِيدٌ۔(طبرانی کبیر:11686)

اونچی جگہ سے گر کر مرنا:

کسی اونچی جگہ سے گر کر مرنے والا شہید ہے۔ الْمُتَرَدِّي شَهِيدٌ۔(طبرانی کبیر:18/87)عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ

قَالَ:إِنَّ مَنْ يَتَرَدَّى مِنْ رُءُوسِ الْجِبَالِ، وَتَأْكُلُهُ السِّبَاعُ، ويَغْرَقُ فِي الْبَحْرِ لَشَهِيدٌ عِنْدَ اللَّهِ۔(مصنف عبد الرزاق:9572)

جہاد میں طبعی موت مرجانا:

جہاد میں اپنی موت مرجانے والا شہید ہے۔
مَنْ فَصَلَ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ فَمَاتَ، أَوْ قُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ، أَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ، أَوْ بَعِيرُهُ أَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ، أَوْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ، أَوْ بِأَيِّ حَتْفٍ شَاءَ اللَّهُ، فَإِنَّهُ شَهِيدٌ۔(ابو داؤد:2499)مَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔(سنن ابن ماجہ:2804)الْمَرْءُ يَمُوتُ عَلَى فِرَاشِهِ فِي سَبِيْلِ اللهِ شَهِيدٌ۔(طبرانی کبیر:11686)

مال کی حفاظت میں مرجانا:

اپنے مال کی حفاظت میں مرجانے والا شہید ہے۔مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَشَهِيدٌ۔(بخاری:2480)مَنْ أُرِيدَ مَالُهُ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ۔(ابوداؤد:4771)
مال کی حفاظت کی ایک صورت حدیث میں یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ کسی سے زکوۃ و عشر وغیرہ میں حق سے زیادہ چھینا جارہا ہو اور وہ اپنے حق سے زیادہ لیے جانے پر لڑ کر مرجائے تو وہ بھی شہید ہے، اس لئے کہ یہ بھی مال کی حفاظت میں ہی مرنا ہے۔ مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ، وَالدَّارَ الْآخِرَةَ لَمْ يُغَيِّبْ شَيْئًا مِنْ مَالِهِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَأَدَّى الزَّكَاةَ، فَتَعَدَّى عَلَيْهِ الْحَقُّ، فَأَخَذَ سِلَاحَهُ فَقَاتَلَ، فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ۔(مستدرک حاکم:1470)

دین کی حفاظت میں مرجانا:

اپنے دین کی حفاظت میں مرجانے والا شہید ہے۔مَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔(سنن النسائی:4095)

جان کی حفاظت میں مر جانا:

اپنی جان کی حفاظت میں مر جانے والا شہید ہے۔مَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔(سنن النسائی:4095)

اہل وعیال کی حفاظت میں مر جانا:

اپنے گھر والوں کی حفاظت میں مرنا شہادت ہے۔مَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔(سنن النسائی:4095)

مظلوم کا ظلم کی مدافعت میں مر جانا:

اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا دفاع کرتے ہوئے ظالم سے لڑنے والے اور اسی میں مر جانے والے کو بھی شہید کہا گیاہے۔مَنْ قُتِلَ دُونَ مَظْلَمَتِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔(سنن النسائی:4095)

جس کو حاکم نے ظلماً قتل کر دیا ہو وہ شہید ہے۔وَمَنْ ضَرَبَه السُّلْطَانُ ظَالِماً فَمَاتَ مَنْ ضَرْبه ذَلِكَ فَهُوَ شَهِيْد۔(عمدۃ القاری: 14/88)

بے گناہ قید خانے میں مر جانا:

جس کو ظالم وجابر حکمران نے بے قصور قید خانے میں ڈال دیاہو اور وہ اسی میں مر جائے تو وہ بھی شہید ہے۔مَنْ حَبَسَه السُّلْطَان، وَهُوَ ظَالِم لَهُ، وَمَات فِيْ مَحْبَسِه ذَلِك فَهُوَ شَهِيْد۔(عمدۃ القاری : 14/88)
(شرح الزرقانی علی المؤطاء:2/105)(المستطرف فی کل فن مستطرف:314)

ضبطِ عشق میں مر جانا:

عفیف و پاکدامن عاشق جس نے عشق کو چھپا کر ضبط سے کام لیتے ہوئے جان دیدی ہو وہ شہید ہے۔مَنْ عَشِقَ فَكَتَمَ، وَعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيْد۔(کنزالعمال:7000)(تاریخ بغداد وذیولہ:5/364)

طلبِ علم کی راہ میں مر جانا:

طالب علمی کی حالت میں مرنے والا شہید ہے۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ جَمِيعًا سَمِعَا رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا جَاءَ الْمَوْتُ طَالِبَ الْعِلْمِ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ مَاتَ شَهِيدًا۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1/403) (کنز العمال:28693)(مسند البزار:8574)

حالتِ حمل اور دودھ پلانے کے زمانے میں عورت کا مر جانا:

حمل سے لے کر بچے کے دودھ چھڑانے تک مرنے والی عورت شہید ہے۔عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَحْسِبُهُ قَدْ رَفَعَهُ قَالَ:الْمَرْأَةُ فِي حَمْلِهَا إِلَى وَضْعِهَا إِلَى فِصَالِهَا كَالْمُرَابِطِ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنْ مَاتَتْ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ فَلَهَا أَجْرُ شَهِيدٍ۔(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء:4/298)

طاعون زدہ علاقے میں ثابت قدم رہنا:

ایسی جگہ صابر بن کر ٹھہرنے والا جہاں طاعون پھیلا ہوا ہو وہ شہید ہے۔عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُونِ، فَأَخْبَرَنِي«أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ، وَأَنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ، فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، يَعْلَمُ أَنَّهُ لاَ يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ، إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيدٍ۔(بخاری:3474)

عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الطَّاعُونِ: الْفَارُّ مِنْهُ كَالْفَارِّ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَمَنْ صَبَرَ فِيهِ كَانَ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ۔(مسند احمد:14793)

اِسلامی سرحدوں کی حفاظت میں مر جانا:

اسلامی سرحدوں کی حفاظت میں پہرہ دیتے یا لڑتے ہوئے مرنے والا بھی شہید ہے۔عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، أَنَّهُ رَأَى سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ وَهُوَ مُرَابِطٌ بِسَاحِلِ حِمْصٍ، فَقَالَ: مَاهَذَا ؟ قَالَ: مُرَابِطٌ،

فَقَالَ سَلْمَانُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَصِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ، وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا جَرَى عَلَيْهِ أَجْرُ عَمَلِهِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ وَأَمِنَ مِنَ الْفَتَّانِ، وَبُعِثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَهِيدًا۔(طبرانی اوسط:3123)(طبرانی کبیر:6179)

ظالم حکمران کے سامنے حق گوئی میں مرجانا:

ظالم و جابر حاکم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے قتل کر دیے جانے والا شہید ہے۔عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَيُّ الشُّهَدَاءِ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ؟، قَالَ: رَجُلٌ قَامَ إِلَى أَمِيرٍ جَائِرٍ، فَأَمَرَهُ بِمَعْرُوفٍ وَنَهَاهُ عَنْ مُنْكَرٍ فَقَتَلَهُ۔(مسند البزار:4/109)

عورت کیلئے سوکن پر صبر کرنا:

بیوی کیلئے اپنی سوکن کی موجودگی میں صبر و ضبط سے کام لینا اور اُس کی جانب سے پہنچنے تکالیف کو سہنا اور برداشت کرنا شہادت جیسا ثواب رکھتا ہے،حدیث میں ایسی عورت کو بھی شہید کہا ہے۔أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كَتَبَ الْغَيْرَةَ عَلَى النِّسَاءِ، وَالْجِهَادَ عَلَى الرِّجَالِ، فَمَنْ صَبَرَ مِنْهُنَّ كَانَ لَهَا أَجْرُ شَهِيدٍ۔(مسند البزار:4/308)(طبرانی کبیر:10040)

دن میں پچیس مرتبہ موت اور اُس کے بعد کی زندگی میں برکت کا سوال کرنا:

جو پچیس مرتبہ روزانہ یہ دعاء" **اللَّهُمَّ بَارِكْ فِي الْمَوْتِ، وَفِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ** "پڑھے وہ شہید ہے۔ مَنْ قَالَ فِي يَوْمٍ خَمْسَةً وَعِشْرِينَ مَرَّةً:اَللَّهُمَّ بَارِكْ فِي الْمَوْتِ، وَفِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ،ثُمَّ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ، أَعْطَاهُ اللَّهُ أَجْرَ شَهِيدٍ۔(طبرانی اوسط:7676)(مجمع الزوائد:5/301: 9553)

بیس مرتبہ موت کو یاد کرنا:

دن ورات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرنے والے کو شہید کے زمرے میں اٹھایا جائے گا، چنانچہ علّامہ

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں ایک روایت نقل کی ہے:

کسی شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا میدانِ محشر میں کسی کو شہداء کے ساتھ جمع کیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ہاں! اُسے (جمع کیا جائے گا) جو دن ورات میں موت کو بیس مرتبہ یاد کرے۔رُوِيَ أَنه قيل يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ يُحْشَرُ مَعَ الشُّهَدَاءِ أَحَدٌ قَالَ: نَعَمْ مَنْ يَّذْكُرُ الْمَوْتَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَة عِشْرِيْنَ مَرَّةً۔(شرح الصدور للسیوطی:1/27)

چاشت کی نماز، مہینے کے تین روزے اور وتر کی پابندی کرنا:

جو اشراق وچاشت کا، مہینے میں تین روزے رکھنے کا اور سفر وحضر میں وتر کا پابندی کے ساتھ اہتمام کرے وہ شہید ہے۔مَنْ صَلَّى الضُّحَى، وصَامَ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ، ولَمْ يَتْرُكِ الوِتْرَ فِي سَفَرٍ ولاَ حَضَرٍ؛ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ شَهيد۔(طبرانی کبیر:13707)

سنت کو مضبوطی سے تھامنا:

زمانۂ فساد میں سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے والا شہید ہے۔
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:الْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ۔(طبرانی اوسط:5414)عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:الْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ خَمْسِينَ شَهِيدًا۔(الابانۃ الکبریٰ لابن بطہ :216)عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:«إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ زَمَانَ صَبْرٍ، للمُتَمَسِّكِ فِيهِ أَجْرُ خَمْسِينَ شَهِيدًا»،فَقَالَ عُمَرُ:يَارَسُولَ اللهِ،مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ؟قَالَ: «مِنْكُمْ»۔(طبرانی کبیر:10394)

سچا اور امانت دار تاجر:

سچائی اور امانت داری کے ساتھ تجارت کرنے والا تاجر شہید ہے۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ الْمُسْلِمُ مَعَ

الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(مستدرک حاکم:2142،2143)

بیماری میں چالیس مرتبہ آیتِ کریمہ پڑھنا:

جو شخص بیماری میں "لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ "۔چالیس مرتبہ پڑھ لے اور پھر اُسی بیماری میں مرجائے وہ شہید ہے ۔ أَيُّمَا مُسْلِمٍ دَعَا بِهَا فِي مَرَضِهِ أَرْبَعِينَ مَرَّةً فَمَاتَ فِي مَرَضِهِ ذَلِكَ أُعْطِيَ أَجْرَ شَهِيدٍ، وَإِنْ بَرَأَ بَرَأَ، وَقَدْ غُفِرَ لَهُ جَمِيعُ ذُنُوبِهِ۔(مستدرک حاکم:1865)

غلّہ فراہم کرنے والا:

دوسرے علاقے سے غلہ خرید کر لانا اور ذخیرہ اندوزی کیے بغیر لوگوں کو اُسی دن کے دام میں فروخت کر دینا بھی شہادت جیسے ثواب کے حصول کا ذریعہ ہے، حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے شخص کا درجہ شہید کے درجہ کی طرح ہے۔ورَوَى إبراهيمُ عن عَلْقَمة قال: قال رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم:مَا مِنْ جَالِبٍ يَجْلِبُ طَعَامًا مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ فَيَبِيعَهُ بِسِعْرِ يَوْمِهِ إلاَّ كَانَتْ مَنْزِلَتُهُ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى مَنْزِلَةَ الشَّهِيدِ۔(تفسیر السمرقندی:3/512)(تخریج احادیث الاحیاء=المغنی عن حمل الاسفار:1/516)

اللہ کی رضاء کیلئے اذان دینے والا:

اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے اذان دینے والا مؤذن شہید ہے۔
عن عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو،قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُؤَذِّنُ الْمُحْتَسِبُ كَالشَّهِيْدِ الْمُتَشَحِّطِ فِي دَمِهِ ؛ إِذَا مَاتَ لَمْ يُدَوَّدْ فِيْ قَبْرِهِ۔(طبرانی کبیر:14311)

گھر والوں کیلئے حلال کمانا اور اُن میں دین کو قائم کرنا:

اہل و عیال کے لئے حلال کمانے اور اُن میں دین کو قائم کرنے والا شہید ہے۔ مَنْ سَعَى عَلَى امْرَأَتِهِ وَوَلَدِهِ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ يُقِيمُ فِيهِمْ أَمْرَ اللهِ، وَيُطْعِمُهُمْ مِنْ حَلَالٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَجْعَلَهُ مِنَ الشُّهَدَاءِ فِي دَرَجَاتِهِمْ۔(طبرانی کبیر:18362)

برفیلے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا:

برفیلے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کی وجہ سے ٹھنڈ لگ جائے اور اسی میں موت واقع ہو جائے تو حدیث کے مطابق شہادت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔عَنِ الْحَسَنِ، سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ اغْتَسَلَ بِالثَّلْجِ،فَأَصَابَهُ الْبَرْدُ، فَمَاتَ، فَقَالَ: يَا لَهَا مِنْ شَهَادَةٍ۔(مصنف ابن ابی شیبہ:1852)

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر سو مرتبہ درود شریف پڑھنا:

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر سو مرتبہ درد پڑھنے والوں کو قیامت کے دن شہداء کے ساتھ رہنا نصیب ہو گا۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا،وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ عَشْرًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ مِائَةً، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِائَةً كَتَبَ اللَّهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: بَرَاءَةً مِنَ النِّفَاقِ، وَبَرَاءَةً مِنَ النَّارِ، وأَسْكَنَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الشُّهَدَاءِ۔(طبرانی اوسط:7235)

سورۃ الحشر کی آخری تین آیات کا صبح شام پڑھنا:

صبح و شام تین مرتبہ تعوّذ پڑھ کر سورۃ الحشر کی آخری تین آیات پڑھنے والا شہید ہے۔مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ العَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وَقَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الحَشْرِ وَكَّلَ اللَّهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ مَاتَ فِي ذَلِكَ اليَوْمِ مَاتَ شَهِيدًا، وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُمْسِي كَانَ بِتِلْكَ المَنْزِلَةِ ۔(ترمذی:2922)

جمعہ کے دن یا شب میں انتقال ہونا:

جمعہ کے دن یا شب میں مرنے والا شہید ہے ۔مَنْ مَاتَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ–أَوْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ–بَرِئَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ أَوْ قَالَ: وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَكُتِبَ شَهِيدً۔(مصنف عبد الرزاق:5595)مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أُجِيرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ طَابَعُ الشُّهَدَاءِ۔(حلیۃ الاولیاء:3/155)

وضو کی حالت میں مرنا:

باوضو مرنے والا شہید ہے۔ ہر وقت وضو کی حالت میں رہنا چاہیئے، کیونکہ حدیث کی رو سے یہ بھی شہادت کی موت ہے، ملک الموت جب کسی کی روح وضو کی حالت میں نکالتا ہے تو اُس کیلئے شہادت کی موت لکھ دیتا ہے۔كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَبُو هَاشِمٍ النَاجِيُّ،قَالَ:سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ:قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:يَا بُنَيَّ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ أَبَدًا عَلَى وُضُوءٍ فَافْعَلْ،فَإِنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ إِذَا قَبَضَ رُوحَ الْعَبْدِ وَهُوَ عَلَى وَضُوءٍ كَتَبَ لَهُ شَهَادَةً۔(شعب الایمان:2529)(ابویعلی:3624)

سمندری سفر میں چکر اور قے کا آنا:

کشتی میں بیٹھ کر بعض اوقات چکر آنے لگتے ہیں اور اسی میں کبھی قے بھی ہو جاتی ہے، حدیث کے مطابق اس میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔الْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ الَّذِي يُصِيبُهُ الْقَيْءُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ، وَالْغَرِقُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ۔(ابوداؤد:2493)

زندگی کو مہمان نوازی میں گزارنا:

مہمان نوازی ایک اہم وصف ہے، احادیثِ رسول اللہ ﷺ میں اس کی بڑی تاکید اور فضیلت وارد ہوئی ہے، ایسے شخص کے بارے میں جو اِس وصف کے ساتھ زندگی گزارنے والا ہو اُس کو شہید کہا گیا ہے۔مَنْ مَاتَ مُدَارِيًا مَاتَ شَهِيدًا. اخرجه الديلمي عن جابر۔(کنز العمال:7173)(حلیۃ الاولیاء:5/183)

پاکی کی حالت میں سونا:

سوتے ہوئے انسان کو وضو کا اہتمام کرنا چاہیئے، حدیث کے مطابق پاکی کی حالت میں رات گزارنے والا شہید ہے۔مَنْ بَاتَ عَلَى طَهَارَةٍ،ثُمَّ مَاتَ مِنْ لَيْلَتِهِ مَاتَ شَهِيدًا۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:1/665)
وَلَا تَنَمْ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ، فَإِنْ مُتَّ مُتَّ شَهِيدًا۔(شعب الایمان:8389)

سید الاستغفار پڑھنا:

سید الاستغفار پڑھ کر اُس دن انتقال کر جانے والا شہید ہے۔ سید الاِستغفار یہ ہے:

«اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ »۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:43)

صبح شام کی ایک دعاء پڑھنے پر شہادت نصیب ہونا:

صبح وشام جس نے یہ دعاء پڑھ لی تو وہ اُس دن یا رات کو اگر مر جائے تو شہید ہے۔ دعاء کے الفاظ یہ ہیں:

«اَللَّهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللهُ الَّذِيْ لَا إِله إِلَّا أَنْتَ وَحْدك لَا شَرِيْكَ لَكَ وَأَنّ مُحَمَّدًا عَبدُك وَرَسُولك أَبُوء بنعمتك عَلَيّ وَأَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ إِنَّه لَا يَغْفِر الذُّنُوبَ غَيْرُك»

فَإِن قَالَهَا من يَوْمه ذَلِك حِين يصبح فَمَاتَ من يَوْمه ذَلِك قبل أَن يُمْسِي مَاتَ شَهِيدا وَإِن قَالَهَا حِين يُمْسِي فَمَاتَ من لَيْلَته مَاتَ شَهِيداً۔(الترغیب: 962)

سورۃ الحشر پڑھ کر سونا:

سونے سے پہلے بستر پر سورۃ الحشر کی تلاوت کر کے سونے والا شہید ہے۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى رَجُلًا إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ أَنْ يَقْرَأَ سُورَةَ الْحَشْرِ، وَقَالَ: إِنْ مُتَّ مُتَّ شَهِيدًا۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:718)

اللہ کے راستے میں ایک ہزار آیات کی تلاوت کرنا:

اللہ کے راستے یعنی جہاد کے اندر ایک ہزار آیات تلاوت کرنے والا شہید ہے۔عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِي سَبِيلِ اللهِ

كَتَبَهُ اللّٰهُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔(سنن بیہقی:18575)(مسند احمد:24/377)

توحید ورسالت کی گواہی، نماز، زکوۃ اور روزوں کا اہتمام کرنا:

توحید ورسالت کی گواہی دینے، پانچوں نمازوں کا اہتمام کرنے، زکوۃ کی ادائیگی کرنے اور رمضان المبارک کے روزے رکھنے والا شہید ہے ۔ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ، وَصَلَّيْتُ الْخَمْسَ، وَأَدَّيْتُ زَكَاةَ مَالِي، وَصُمْتُ شَهْرَ رَمَضَانَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ مَاتَ عَلَى هَذَا، كَانَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَكَذَا - وَنَصَبَ إِصْبَعَيْهِ - مَا لَمْ يُعَقَّ وَالِدَيْهِ۔(مسند احمد:39/522)

وصیت کر کے مرنا:

جب اِنسان کے ذمّہ کسی کا لین دین ہو تو اُس کو لکھ کر ورثاء کو وصیت کر دینی چاہیئے، تاکہ مرنے کے بعد اُس کی ادائیگی کا اہتمام ہو سکے، حدیث کی رو سے ایسا شخص جو وصیت کر کے (یعنی قرض وامانت وغیرہ کی ادائیگی سے متعلق وصیت کر کے)مرے وہ شہید ہے۔مَنْ مَاتَ عَلَى وَصِيَّةٍ مَاتَ عَلَى سَبِيلٍ وَسُنَّةٍ، وَمَاتَ عَلَى تُقًى وَشَهَادَةٍ، وَمَاتَ مَغْفُورًا لَهُ۔(سنن ابن ماجہ:2701)

پابندی سے ہر رات سورہ یٰس پڑھنے والا:

پابندی سے ہر رات سورۂ یٰس پڑھنے والا شہید ہے۔مَنْ دَاوَمَ عَلَى قِرَاءَةِ يٰس كُلَّ لَيْلَةٍ، ثُمَّ مَاتَ، مَاتَ شَهِيدًا۔(طبرانی اوسط:7018)

اللہ کے راستے میں جسم پر پھوڑا یا دانہ نکل جانا:

اللہ کے راستے میں جسم پر دانہ یا پھوڑا نکل گیا تو شہادت کا ثواب ہے۔مَنْ خَرَجَ بِهِ خُرَاجٌ فِي سَبِيلِ اللَّهَ، فَإِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ۔(ابوداؤد:2541)الخُرَاجُ:هومَا يَخْرُجُ فِي الْبَدَنِ مِنَ الْقُرُوحِ

وَالدَّمَامِيل۔(عون المعبود:7/155)

مدینہ منوّرہ میں میں مرنا:

مدینہ منورہ میں مرنے والا شہید ہے۔مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ، فَإِنَّهُ يَمُتْ شَهِيدًا، وَيُشَفَّعُ لَهُ۔(طبرانی کبیر:24/331)

☆.........☆.........☆.........☆

میت کے احکام

موت اور میت کے احکام کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(1)زندگی میں موت سے متعلّق احکام۔(2)موت کے قریب کے احکام۔(3)موت کے بعد کے احکام۔

﴿زندگی میں موت سے متعلّق احکام﴾

زندگی میں موت سے متعلّق مندرجہ ذیل کاموں کا اہتمام کرنا چاہیئے:

﴿پہلا حکم:ہر وقت موت کی تیاری﴾

انسان کی زندگی اور موت کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، کسی بھی وقت دارِ آخرت کا سفر شروع ہو سکتا ہے، اِس لئے عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وقت جانے کی تیاری مکمل رکھی جائے تاکہ اچانک سے آنے والی موت بھی انسان کیلئے شرمندگی اور ندامت کا باعث نہ بن سکے۔

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾۔(لقمان:34)

ترجمہ: یقیناً (قیامت کی) گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے کہماؤں کے پیٹ میں کیاہے، اور کسی متنفّس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہ کسی متنفّس کو یہ پتہ ہے کہ کون سی زمین میں اُسے موت آئے گی، بیشک اللہ ہر چیز کا مکمل علم رکھنے والا، ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔(آسان ترجمہ قرآن)

حضرت طارق بن عبد اللہ مُحاربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اے طارق! موت کیلئے موت سے پہلے تیاری کرو۔عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا طَارِقُ اسْتَعِدَّ لِلْمَوْتِ قَبْلَ الْمَوْتِ»۔(طبرانی کبیر:8174)

﴿دوسرا حکم: وصیت تیار کرکے رکھنا﴾

موت کی تیاری سے متعلّق ایک اہم ترین کام جس سے عموماً لوگ غافل اور بے فکر ہوتے ہیں وہ "وصیت کا لکھنا" ہے، قرض کی ادائیگی، لین دین کے معاملات، وغیرہ اِسی طرح نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ اگر باقی ہو اور اُن کی ادائیگی نہ کی جاسکی ہو تو اُن کو بھی لکھ کر رکھنا تاکہ مرنے کے بعد ورثاء فدیہ وغیرہ کی صورت میں ادائیگی کرسکیں، یہ ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ﴾۔(یٓس:48تا50)

اور کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہو گا؟ (مسلمانو!) بتاؤ اگر تم سچے ہو، (در اصل) یہ لوگ بس ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جو اُن کی حجت بازی کے عین درمیان اُنہیں آ پکڑے گی، پھر نہ یہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔ (آسان ترجمہ قرآن کریم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مَروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے: کسی ایسے مسلمان کے لیے جس کے پاس وصیت کے لائق کوئی چیز ہو، جائز نہیں ہے کہ وہ دو راتیں بھی وصیت تحریر کئے بغیر بسر کرے۔ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ۔ (بخاری:2738)

حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے حدیث سنی ہے تب سے میں نے کوئی ایک رات بھی ایسی بسر نہیں کی کہ جس میں میری تحریر شدہ وصیت میرے پاس موجود نہ ہو۔ (مسلم:1627)

﴿تیسرا حکم: موت کو یاد کرتے رہنا﴾

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آیا، اُس نے سوال کیا: یا اے اللہ کے نبی! لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند اور دانا کون ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جو لوگوں میں سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا اور موت آنے سے پہلے سب سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ہو، یہی لوگ (ہی در اصل) عقلمند ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی پر بازی لے گئے۔ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ وَأَحْزَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: «أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ، وَأَشَدُّهُمُ اسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُولِ الْمَوْتِ، أُولَئِكَ هُمُ الْأَكْيَاسُ، ذَهَبُوا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْآخِرَةِ»۔ (طبرانی اوسط:6488)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں تھے، آپ ایک قبر کے کنارے بیٹھے اور رونے لگے یہاں تک کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک آنسوؤں سے) مٹی تر ہوگئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اے میرے بھائیو! اِس کیلئے خوب تیاری کرلو۔عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جِنَازَةٍ، فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِ الْقَبْرِ، فَبَكَى، حَتَّى بَلَّ الثَّرَى، ثُمَّ قَالَ:«يَا إِخْوَانِي لِمِثْلِ هَذَا فَأَعِدُّوا»۔(ابن ماجہ:4195)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیااور سلام کرنے کے بعد سوال کیا یارسول اللہ! ایمان والوں میں سب سے زیادہ افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو، اُس نے پھر سوال کیا: ایمان والوں میں سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: وہ شخص جو لوگوں میں سب سے زیادہ موت کو کثرت سے یاد کرنے والا ہو اور موت کے بعد کی زندگی کیلئے سب سے زیادہ اچھی تیار کرنے والا ہو، یہی لوگ (در اصل) عقلمند ہیں۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُ؟ قَالَ:«أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا»،قَالَ: فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْيَسُ؟ قَالَ: «أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا، وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا، أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ»۔(ابن ماجہ:4259)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو!: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو تنگدستی سے پہلے، فرصت کو مشغولیت سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ:اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاءَكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔(مستدرکِ حاکم:7846)

حضرت ابو یعلیٰ شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر(تابع)کرلے اور موت کے بعد(آنے والی زندگی)کیلئے عمل کرے اور عاجز شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو اُس کی خواہشات کے تابع کرلے پھر اللہ تعالیٰ سے(مغفرت و بخشش کی)تمنّا لگائے رکھے۔ الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ، مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا، ثُمَّ تَمَنَّى عَلَى اللَّهِ۔(ابن ماجہ:4260)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ۔(ترمذی:2307)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مروی ہے:زہد(یعنی دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے)کا سب سے افضل اور بہتر طریقہ موت کو یاد کرنا ہے اور سب سے افضل عبادت تفکر(یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کرکے نصیحت حاصل)کرنا ہے۔أَفْضَلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا ذِكْرُ الْمَوْتِ وَأَفْضَلُ الْعِبَادَةِ التَّفَكُّرُ۔(شرح الصدور للسیوطی:1/29،30)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اللہ تعالیٰ سے جیسا حیاء کرنے کا حق ہے اُس طرح حیاء کیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ !ہم تو الحمد للہ حیاء کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مکمل حیاء کا حق نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے مکمل حیاء کرنے کا حق یہ ہے کہ تم سر کی حفاظت کرو(یعنی اُسے غیر کے سامنے

نہ جھکاؤ، غیر اللہ کے سامنے سجدہ نہ کرو، ریاء کاری کے طور پر نماز نہ پڑھو اور سر کو تکبّر سے بلند نہ کرو) اور سر نے جن چیزوں کو جمع کر رکھا ہے (یعنی آنکھ، کان اور زبان وغیرہ) اُس کی بھی حفاظت کرو۔ اسی طرح پیٹ کی (حرام کھانے سے) حفاظت کرو اور پیٹ سے جو چیزیں متصل ہیں (جیسے شرمگاہ، دونوں پاؤں، دونوں ہاتھ اور قلب وغیرہ) اُن کی بھی حفاظت کرو۔ اور موت اور مر کر بوسیدہ ہو جانے کو بھی یاد رکھو۔ جو شخص آخرت کا ارادہ رکھتا ہے وہ دنیا کی زیب وزینت کو ترک کر دیتا ہے۔ جس شخص نے یہ تمام کام کر لیے اُس نے اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق اداء کر دیا۔ اسْتَحْيُوا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الحَيَاءِ. قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَسْتَحْيِي وَالحَمْدُ لِلَّهِ، قَالَ: لَيْسَ ذَاكَ، وَلَكِنَّ الِاسْتِحْيَاءَ مِنَ اللَّهِ حَقَّ الحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى، وَالبَطْنَ وَمَا حَوَى، وَلْتَذْكُرِ المَوْتَ وَالبِلَى، وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ اسْتَحْيَا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الحَيَاءِ۔(ترمذی: 2458)(تحفۃ الاحوذی:7/130)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: موت نصیحت کیلئے کافی ہے۔ كَفَى بِالْمَوْتِ وَاعِظاً۔(الترغیب والترہیب:5058)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اِس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹاتی ہے، دنیا سے بے رغبت کرتی ہے، پس اگر تم اسے مالداری و تونگری میں یاد کروگے تو یہ اُس (مالداری کے خمار، تکبر اور سرکشی) کو توڑ دے گی اور اگر اسے فقر اور مفلسی میں یاد کروگے تو یہ تمہیں تمہاری زندگی پر راضی اور خوش کردے گی۔ عَن أنس عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَكْثرُوا ذِكْرَ الْمَوْت فَإِنَّهُ يُمَحِّصُ الذُّنُوبَ وَيُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا فَإِن ذَكَرْتُمُوهُ عِنْد الْغِنَى هَدَمَهُ وَإِن ذَكَرْتُمُوهُ عِنْدَ الْفَقْرِ أَرْضَاكُمْ بِعَيْشِكُمْ۔(شرح الصدور للسیوطی:1/26)(کنز العمال:42098)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے: موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، پس جو بندہ بھی اسے کثرت سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو زندہ کردیتے ہیں اور اُس پر موت کو آسان کردیتے ہیں۔أَكْثِرُوْا ذِكْرَ الْمَوْتِ، فَمَا مِنْ عَبْدٍ أَكْثَرَ ذِكْرَهُ إِلَّا أَحْيَى اللهُ قَلْبَهُ وَهُوِّنَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ۔(کنز العمال:42105)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے: بیشک زمین ہر دن ستر مرتبہ یہ آواز لگاتی ہے:

اے بنی آدم! جو تمہارا دل چاہے اور جس چیز کی تمہیں خواہش ہو کھاؤ، پس اللہ کی قسم! میں ضرور تمہارے گوشت اور کھالوں کو کھا جاؤں گی۔إِنَّ الْأَرْضَ لَتُنَادِي كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً: يَا بَنِيْ آدَمَ! كُلُوا مَا شِئْتُمْ وَاشْتَهَيْتُمْ فَوَاللهِ لَآكُلَنَّ لُحُوْمَكُمْ وَجُلُودَكُمْ۔(کنز العمال:42107)

حضرت وَضین بن عطاء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

سن لو! بیشک ہر کوشش کرنے والے کیلئے انتہاء ہے اور ہر کوشش کرنے والے کی انتہاء موت ہے، کوئی سابق (پہلے جانے والا) ہے اور کوئی مسبوق (بعد میں جانے والا) ہے۔أَلَا إِنَّ لِكُلِّ سَاعٍ غَايَةً، وَغَايَةُ كُلِّ سَاعٍ الْمَوْتُ سَابِقٌ وَمَسْبُوقٌ۔(شعب الایمان:10085)

﴿چوتھا حکم: لمبی لمبی اُمیدوں سے احتراز﴾

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:﴿ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾۔(الحجر:3)

(اے پیغمبر!) اُنہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو کہ یہ خوب کھالیں، مزے اُڑالیں، اور خیالی اُمیدیں اُنہیں غفلت میں ڈالے رکھیں، کیونکہ عنقریب اُنہیں پتہ چل جائے گا (کہ حقیقت کیا تھی)۔(آسان ترجمہ قرآن)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: چار چیزیں شقاوت میں سے ہیں: آنکھوں کا خشک ہوجانا (کہ وہ اللہ کے خوف سے اُن میں آنسو نہ آئیں) دل کا سخت ہوجانا (کہ موت اور آخرت کے

تذکرے سے بھی دل میں نرمی پیدا نہ ہو) لمبی لمبی امیدوں کا ہونا اور دنیا کی حرص و طمع۔عَن أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعَةٌ مِنَ الشَّقَاءِ: جُمُودُ الْعَيْنِ وَقَسَاءُ الْقَلْبِ وَطُولُ الأَمَلِ وَالْحِرْصُ عَلَى الدنيا۔(مسند البزار:6442)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے:اِس اُمّت کے شروع میں آنے والے لوگوں کی صلاح و درستگی ترکِ دنیا اور یقین کی وجہ سے تھی اور آخر میں آنے والے لوگوں کی ہلاکت کنجوسی اور لمبی اُمیدوں کی وجہ سے ہوگی۔صَلَاحُ أَوَّلِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِالزَّهَادَةِ وَالْيَقِينِ، وهَلَاكُهَا بِالْبُخْلِ وَالْأَمَلِ۔(طبرانی اوسط:7650)

حضرت امّ ولید بنت عمر رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں:اے لوگو! کیا تم حیا نہیں کرتے ہو؟ لوگوں نے دریافت کیا:یارسول اللہ! کس چیز سے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:تم لوگ وہ چیزیں جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں ،وہ مکانات بنتے ہو جن کو آباد نہیں کرتے،اُن چیزوں کی اُمیدیں رکھتے ہو جن تک تمہاری رسائی نہیں ہوتی،کیا تمہیں اِس سے حیاء نہیں آتی۔يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَمَا تَسْتَحْيُونَ؟ قَالُوا: مِمَّ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: تَجْمَعُونَ مَا لَا تَأْكُلُونَ، وَتَبْنُونَ مَا لَا تَعْمُرُونَ، وَتَأْمُلُونَ مَا لَا تُدْرِكُونَ أَلَا تَسْتَحْيُونَ ذَلِكَ؟۔(طبرانی کبیر:172/25)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے جسم کا ایک حصہ (شانہ) پکڑ کر فرمایا:دنیا میں اس طرح ہو جا جیسے تو مسافر یا راستہ چلنے والا ہو اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اِرشاد فرمایا:شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کے وقت شام کے منتظر نہ رہو۔اپنی صحت کی حالت میں عمل کرلو بیمار ہونے سے پہلے اور اپنی زندگی میں موت سے پہلے عمل کرلو کیونکہ اے اللہ کے بندے!تم نہیں جانتے کہ تمہارا نام کل

کیا ہو گا(یعنی زندوں میں ہو گا یا مردوں میں، اِسی طرح شقی اور بد بختوں میں ہو گا یا خوش بختوں میں)۔عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِي فَقَالَ:«كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ فِي أَهْلِ القُبُورِ»فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ:«إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالمَسَاءِ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا اسْمُكَ غَدًا»۔(ترمذی:2333)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مربّع(چوکور) خط کھینچا۔ پھر اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو مربّع کے درمیان میں تھا۔ اس کے بعد درمیان والے خط کے اس حصے میں جو مربّع کے درمیان میں تھا چھوٹے چھوٹے بہت سے خطوط کھینچے اور پھر فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو (بیچ کا) خط باہر نکلا ہوا ہے وہ اس کی امید ہے اور چھوٹے چھوٹے خطوط اس کی دنیاوی مشکلات ہیں۔ پس انسان جب ایک(مشکل) سے بچ کر نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں پھنس جاتا ہے۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا، وَخَطَّ خَطًّا فِي الوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ، وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلَى هَذَا الَّذِي فِي الوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الوَسَطِ، وَقَالَ:هَذَا الإِنْسَانُ، وَهَذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ-أَوْ: قَدْ أَحَاطَ بِهِ-وَهَذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ، وَهَذِهِ الخُطَطُ الصِّغَارُ الأَعْرَاضُ، فَإِنْ أَخْطَأَهُ هَذَا نَهَشَهُ هَذَا، وَإِنْ أَخْطَأَهُ هَذَا نَهَشَهُ هَذَا۔(بخاری:6417)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی امت کے بارے میں جن دو چیزوں سے بہت زیادہ ڈرتا ہوں، ان میں سے ایک تو خواہش نفس ہے، دوسرے لمبی عمر کی آرزو ہے، پس نفس کی

خواہش (جو حق کے مخالف اور باطل کے موافق ہوتی ہے) حق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے روکتی ہے اور جہاں تک لمبی عمر کی آرزو کا تعلق ہے تو وہ آخرت کو بھلا دیتی ہے اور (یاد رکھو) یہ دنیا کوچ کر کے چلی جانے والی ہے اور آخرت کوچ کر کے آنے والی ہے (یعنی یہ دنیا لمحہ بہ لمحہ گزرتی چلی جارہی ہے اور آخرت لمحہ بہ لمحہ تمہاری طرف چلی آرہی ہے) نیز ان دونوں (یعنی دنیا اور آخرت) میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں (یعنی کچھ لوگ تو وہ ہیں جو دنیا کے تابع و محکوم اور اس کی دوستی و چاہت رکھنے والے ہیں گویا وہ دنیا کے بیٹے ہیں اور کچھ لوگ وہی جو آخرت کے تابع و محکوم اور اس کے دوست و طلب گار ہیں گویا وہ آخرت کے بیٹے ہیں) لہٰذا اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم دنیا کے بیٹے نہ بنو تو ایسا ضرور کرو کہ (یعنی ایسے کام کرو اور ایسے راستے پر چلو کہ دنیا کا داؤ تم پر نہ چل سکے اور تم اس کی اتباع و فرمانبر داری اور اس کی محبت و چاہت کے دائرے سے نکل کر آخرت کے تابع و محکوم اور اس کے طلبگار بن جاؤ) کیونکہ تم آج دنیا میں ہو جو دارالعمل (عمل کرنے کی جگہ) ہے جہاں عمل کا حساب نہیں لیا جاتا (پس اس موقع کو غنیمت جانو اور اجل آنے سے پہلے عمل کرلو) جب کہ تم کل آخرت کے گھر میں جاؤ گے تو وہاں عمل کرنے کا کوئی موقع نہیں ملے گا (بلکہ وہاں صرف محاسبہ ہو گا)۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي الْهَوَى، وَطُولُ الْأَمَلِ، فَأَمَّا الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَأَمَّا طُولُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي الْآخِرَةَ، وَهَذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ، وَهَذِهِ الْآخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُونَ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَكُونُوا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَافْعَلُوا، فَإِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِي دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ، وَأَنْتُمْ غَدًا فِي دَارِ الْحِسَابِ وَلَا عَمَلَ۔(شعب الایمان:10132)

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک دفعہ تقاضے (سے فارغ ہونے) کیلئے نکلے، آپ نے پیشاب کیا اور مٹی سے ہاتھوں کو صاف فرمایا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پانی تو قریب ہی ہے (آپ پانی سے ہاتھ دھولیتے) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: (مجھے کیا پتہ) شاید کہ میں اُس تک نہ پہنچ پاؤں۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:كَانَ يَخْرُجُ فَيُهَرِيقُ الْمَاءَ فَيَتَمَسَّحُ بِالتُّرَابِ فَأَقُولُ:يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْمَاءَ مِنْكَ قَرِيبٌ، فَيَقُولُ:«لَعَلِّي لَا أَبْلُغُهُ»۔(طبرانی کبیر:12987)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے سو دینا میں ایک ولیدہ (نومولود بچی) خریدی جس کی قیمت کی ادائیگی کی ایک مہینے مدت رکھی ،راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کے بارے میں اِرشاد فرمایا: کیا تمہیں اُسامہ پر تعجب نہیں ہوتا جنہوں نے ایک مہینے تک کی مدّت تک کیلئے (ولیدہ) خریدی ہے، بیشک اُسامہ تو بہت لمبی اُمید رکھنے والے ہیں، قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! میری آنکھ نہیں جھپکتی مگر مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ میری پلکوں کے ملنے سے پہلے ہی (شاید) میری جان نکل جائے، اور میں اپنے جسم کا کوئی حصہ (ہاتھ) نہیں اُٹھاتا مگر مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ میرے اُس کو رکھنے سے پہلے ہی (شاید) میری جان نکل جائے، اور میں کوئی لقمہ نہیں لیتا ہوں مگر مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ (شاید) میں اُسے نگل بھی نہ پاؤں اور مجھے اُس (کے نگلنے) میں موت کی وجہ سے پھند الگ جائے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اے بنی نوعِ انسان! اگر تمہیں عقل و شعور رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مردوں میں سے شمار کیا کرو، قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! بیشک وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا ہے وہ ضرور آکر رہے گی، اور تم لوگ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کرسکتے۔عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: اشْتَرَى أُسَامَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَلِيدَةً بِمِائَةِ دِينَارٍ إِلَى شَهْرٍ فَسَمِعْتُ

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:«أَلَا تَعْجَبُونَ مِنْ أُسَامَةَ يَشْتَرِي إِلَى شَهْرٍ إِنَّ أُسَامَةَ طَوِيلُ الْأَمَلِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا طَرَفَتْ عَيْنَايَ فَظَنَنْتُ أَنَّ شَفْرَيَّ يَلْتَقِيَانِ حَتَّى أُقْبَضَ وَلَا رَفَعْتُ طَرْفِي فَظَنَنْتُ أَنِّي وَاضِعُهُ حَتَّى أُقْبَضَ، وَلَا لَقَمْتُ لُقْمَةً ظَنَنْتُ أَنِّي أُسِيغُهَا حَتَّى أَغُصَّ فِيهَا مِنَ الْمَوْتِ» ثُمَّ قَالَ: «يَا بَنِي آدَمَ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ فَعُدُّوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ الْمَوْتَى، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ»۔(حلیۃ الاولیاء:6/91)(شعب الایمان:10080)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے، میں اور میری والدہ دیوار پر گارے لیپ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ دوار کچھ خراب ہوگئی ہے، اسے درست کررہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: معاملہ اس سے بھی زیادہ جلدی آنے والا ہے۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أُطَيِّنُ حَائِطًا لِي أَنَا وَأُمِّي، فَقَالَ:«مَا هَذَا يَا عَبْدَ اللَّهِ؟» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ شَيْءٌ أُصْلِحُهُ، فَقَالَ:«الْأَمْرُ أَسْرَعُ مِنْ ذَلِكَ»۔(ابوداؤد:5235)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (تین لکڑیاں گاڑیں، اُن میں سے) ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑی، پھر دوسری اس کے برابر میں اور پھر تیسری کو اور دور کرکے گاڑ دیا، پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اُس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتا ہے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: یہ (پہلی لکڑی) انسان ہے اور یہ (دوسری جو اس پہلی لکڑی کے پہلو میں ہی تھی) انسان کی موت ہے اور یہ (تیسری لکڑی جو دور گاڑی گئی ہے) انسان کی اُمید ہے، انسان اپنی اُمید کو حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہوتا ہے جبکہ موت اُس کو اس سے پہلے ہی کھینچ لیتی ہے۔عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَرَزَ بَيْنَ يَدَيْهِ غَرْزًا، ثُمَّ غَرَزَ إِلَى جَنْبِهِ آخَرَ، ثُمَّ غَرَزَ الثَّالِثَ فَأَبْعَدَهُ، ثُمَّ قَالَ:هَلْ تَدْرُونَ مَا هَذَا؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ:هَذَا الْإِنْسَانُ، وَهَذَا أَجَلُهُ، وَهَذَا أَمَلُهُ يَتَعَاطَى الْأَمَلَ وَالْأَجَلُ، يَخْتَلِجُهُ دُونَ ذَلِكَ۔(مسند احمد:11132)

حضرت عبد اللہ بن ابی بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو کنکر پھینکے، ایک اُن میں سے قریب اور دوسرا دور پھینکا، اور فرمایا: یہ (قریب کا کنکر)موت ہے اور یہ (دور کا کنکر)اُمید ہے۔عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ،عَنْ أَبِيهِ:أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى بِحَصَاتَيْنِ فَقَرَّبَ وَاحِدَةً وَبَاعَدَ أُخْرَى وَقَالَ:هَذَا الْأَجَلُ ، وَهَذَا الْأَمَلُ۔(شعب الایمان:9777)(ترمذی:2870)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:ابنِ آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور دو چیزیں اُس کی جوان ہو جاتی ہیں:ایک مال کی حرص و لالچ اور دوسری چیز زندگی کی حرص۔عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ،وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ۔(مسلم:1047)ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: ابنِ آدم بڑا ہوتا جاتا ہے اور اُس کے ساتھ دو چیزیں اور بھی بڑھتی جاتی ہیں ایک مال کی محبّت اور لمبی عمر کی حرص۔يَكْبَرُ ابْنُ آدَمَ وَيَكْبَرُ مَعَهُ اثْنَانِ: حُبُّ المَالِ، وَطُولُ العُمُرِ۔(بخاری:6421)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے مصلی پر تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز کو یاد کرتے تو تمہیں اس بات کی فرصت نہ ملتی جو میں دیکھ رہا ہوں لہذا لذتوں کو قطع کرنے والی موت کو زیادہ یاد کرو کوئی قبر ایسی نہیں جو روزانہ اس طرح نہ پکارتی ہو کہ غربت کا گھر ہوں میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑوں کا

گھر ہوں۔عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَلَّاهُ فَرَأَى نَاسًا كَأَنَّهُمْ يَكْتَشِرُونَ قَالَ:أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا أَرَى، فَأَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ المَوْتِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى القَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ فِيهِ فَيَقُولُ: أَنَا بَيْتُ الغُرْبَةِ وَأَنَا بَيْتُ الوَحْدَةِ، وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّودِ۔(ترمذی:2460)

حضرت حسن سے مرسلاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کیا تم سے ہر ایک جنّت میں داخل ہونا چاہتا ہے؟لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! جی ہاں!۔ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: پس پھر اپنی اُمیدوں کو کم کرو، اپنی موت کو اپنی نگاہوں کے سامنے ثابت رکھو او اللہ تعالیٰ سے حیاء کا جو حق ہے اُس طرح حیاء کرو۔ عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ؟» قَالُوا: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ:«فَاقْصُرُوا مِنَ الْأَمَلِ، وَثَبِّتُوا آجَالَكُمْ بَيْنَ أَبْصَارِكُمْ، وَاسْتَحْيُوا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ»۔(الزھد لابن المبارک:317)

حضرت حوشب فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی دعاؤں میں کہا کرتے تھے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ دُنْيَا تَمْنَعُ خَيْرَ الْآخِرَةِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ حَيَاةٍ تَمْنَعُ خَيْرَ الْمَمَاتِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَمَلٍ يَمْنَعُ خَيْرَ الْعَمَلِ»

ترجمہ:اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسی دنیا سے جو آخرت کی بھلائی سے روک دے اور ایسی زندگی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں جو موت کی بھلائی سے روک دے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں اُس اُمید سے جو عمل کی بھلائی سے روک دے۔(قصر الأمل لابن ابی الدنیا:46)

﴿پانچواں حکم: اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرنا﴾

موت در اصل انسان کیلئے اپنے محبوبِ حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملنے کا ذریعہ ہے، اِس لئے ایک مؤمن کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کے شوق میں موت بھی فطرۃً محبوب ہونی چاہیئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: مؤمن کا تحفہ موت ہے۔تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ۔(مستدرکِ حاکم:7900)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا ہے۔(یہ سن کر) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ازواج مطہرات میں سے کسی اور زوجہ مطہرہ نے عرض کیا کہ ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں! آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: (یہ مراد) نہیں بلکہ (مراد یہ ہے کہ) جب مؤمن کی موت آتی ہے تو اس بات کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے اور اسے بزرگ رکھتا ہے چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے زیادہ کسی چیز (یعنی دنیا اور دنیا کی چمک دمک) کو محبوب نہیں رکھتا، اس لئے بندہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جب کافر کو موت آتی ہے تو اسے (قبر میں) اللہ کے عذاب اور (دوزخ کی سخت ترین) سزا کی خبر دی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی عذاب وسزا) سے زیادہ کسی اور چیز کو ناپسند نہیں کرتا اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے (یعنی اسے اپنی رحمت

اور مزید نعمت سے دور رکھتا ہے)۔مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ» قَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ: إِنَّا لَنَكْرَهُ المَوْتَ، قَالَ: «لَيْسَ ذَاكِ، وَلَكِنَّ المُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ المَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللَّهِ وَكَرَامَتِهِ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ، فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ وَأَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ، وَإِنَّ الكَافِرَ إِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللَّهِ وَعُقُوبَتِهِ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ، كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ وَكَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ۔(بخاری:6507)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کی کراہیت اور ناپسندیدگی ہی وہ سبب ہے جس کی وجہ سے مؤمن دنیا کا حریص بن جاتا ہے اور اِسی وجہ سے مسلمان کافروں کا لقمہ تر بن جاتے ہیں، چنانچہ روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: عنقریب دُنیا کی قومیں تم پر یوں ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے کھانے کے تھال پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔(صحابہ نے) عرض کیا: کیا یہ اس لئے کہ اس روز ہم بہت تھوڑے ہوں گے، یارسول اللہ؟ فرمایا: نہیں بلکہ تعداد میں تو تم بہت زیادہ ہوگے مگر سطحِ آب پر خس وخاشاک کی طرح گھاس پھوس ہوگے۔ اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت ختم کر دے گا اور تمہارے دِلوں میں وہن ڈال دے گا، عرض کیا"وہن"کیا ہے یارسول اللہؐ؟ فرمایا: دُنیا کی محبّت اور موت سے جی چرانا۔یُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ عَلَى قَصْعَتِهَا، قَالَ:قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ:أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنْ تَكُونُونَ غُثَاءً كَغُثَاءِ السَّيْلِ، تُنْتَزَعُ الْمَهَابَةُ مِنْ قُلُوبِ عَدُوِّكُمْ،وَيَجْعَلُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، قَالَ:قُلْنَا:وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ:حُبُّ الْحَيَاةِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔(مسند احمد:22397)

﴿چھٹا حکم: اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھنا﴾

زندگی میں اللہ تعالیٰ کے خوف اور ڈر کے ساتھ ساتھ حسنِ ظن رکھنا بھی ضروری ہے، یعنی یہ گمان رکھنا کہ میرا پروردگار مجھے معاف کردے گا۔ حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسی وہ مجھ سے اُمید رکھتا ہے۔أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي۔(بخاری:7405)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَبْلَ وَفَاتِهِ بِثَلَاثٍ، يَقُولُ:«لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللهِ الظَّنَّ»۔(مسلم:2877)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمیں مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ بات بتادوں جو اللہ قیامت کے دن سب سے پہلے مؤمنین سے فرمائے گا اور وہ بات بھی بتادوں جو سب سے پہلے مؤمنین اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ! (ہمیں ضرور بتادیجئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مؤمنین سے فرمائے گا کہ کیا تم میری ملاقات کو پسند کرتے تھے مؤمنین عرض کریں گے کہ ہاں! اے ہمارے رب (ہم تیری ملاقات کو پسند کرتے تھے) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم میری ملاقات کو کیوں پسند کرتے تھے؟ مؤمنین عرض کریں گے: اس لئے کہ ہم تجھ سے معافی و درگزر اور تیری بخشش و مغفرت کی امید رکھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے لئے میری بخشش واجب ہوگئی۔عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ:إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُكُمْ بِأَوَّلِ مَا يَقُولُ اللهُ لِلْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبِأَوَّلِ مَا يَقُولُونَ؟قَالُوا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ:يَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ:هَلْ أَحْبَبْتُمْ لِقَائِي؟ قَالَ:فَيَقُولُونَ: نَعَمْ يَا رَبَّنَا، فَيَقُولُ: لِمَ؟ فَيَقُولُونَ:رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَرَحْمَتَكَ؛ فَيَقُولُ: إِنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ لَكُمْ رَحْمَتِي۔(شعب الایمان:1017)

﴿ساتواں حکم:زندگی میں اپنی بیٹھک اچھے لوگوں کے ساتھ رکھنا﴾

اِنسان کو اپنی زندگی میں اچھے لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھنا چاہیئے اور اُنہی کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا چاہیئے کیونکہ اِس کا اثر اور فائدہ زندگی میں بھی حاصل ہوتا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کا مزاج بنتا ہے، اعمالِ صالحہ کی توفیق ملتی ہے اور گناہوں والی زندگی سے بچنا نصیب ہوتا ہے، موت کے وقت بھی اس کا بھرپور فائدہ ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ صلحاء کی صحبت کی برکت سے حسنِ خاتمہ کی عظیم دولت عطاء فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی اُن کے ساتھ حشر ہوتا ہے۔

حضرت مُجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی بھی شخص کا جب انتقال ہوتا ہے تو اُس کے سامنے اُس کے اہلِ مجلس(جن کے ساتھ وہ دنیا میں اُٹھا بیٹھا کرتا تھا اُن کو) پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ اہلِ ذکر(اللہ کو یاد کرنے والے)ہوتے ہیں تو اہلِ ذکر میں سے لوگوں کو پیش کیا جاتا ہے اور اگر وہ اہلِ لہو(فضولیات اور لہو و لعب میں پڑے رہنے والوں) میں سے ہوتے ہیں تو اُنہیں پیش کیا جاتا ہے۔«مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ إِلَّا عُرِضَ عَلَيْهِ أَهْلُ مَجْلِسِهِ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الذِّكْرِ، فَمِنْ أَهْلِ الذِّكْرِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ اللهْوِ فَمِنْ أَهْلِ اللهْوِ»۔(حلیۃ الأولیاء:3/283)

﴿موت کے قریب کے احکام﴾

جب انسان کی وفات کا وقت قریب آجائے تو اُس وقت کیلئے بھی کچھ کام احادیث میں بیان کیے گئے ہیں جن میں کچھ ایسے کام ہیں جو قریب المرگ کے کرنے کے اور کچھ اُس کے قریب موجود افراد کے کرنے کے کام ہیں، ان کو پہلے سے سیکھنا چاہیئے تاکہ اُس پر کٹھن مرحلہ میں عین وقت پر کسی قسم کی پریشانی نہ ہو اور سنت کے مطابق اِسلامی تعلیمات پر عمل کیا جاسکے۔

زندگی سے مایوس شخص کے لئے کرنے کے کام:

کبھی انسان ایسی حالت میں آجاتا ہے کہ بظاہر اُس کی زندگی کی کوئی اُمید نہیں رہتی، کوئی ایسی خطرناک اور بڑی بیماری لگ جاتی ہے جس میں اطباء اور مُعالجین نے جواب دیدیا ہوتا ہے، ایسے میں انسان کو کیا کرنا چاہیئے، اِس بارے میں حضرت علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "الأذکار" میں کچھ اہم کام ذکر کیے ہیں، ذیل میں اُنہی کی تلخیص ذکر کی جارہی ہے:

1. قرآن کریم کی بکثرت تلاوت۔
2. جزع فزع (بے صبری اور بے قراری) سے احتراز۔
3. بد اخلاقی، گالیاں اور جھگڑے وغیرہ سے مکمل احتراز۔
4. اپنے قلب اور زبان کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر۔
5. خاتمہ بالخیر کے حصول کیلئے خوب کوشش کرنا۔

6. تمام اہلِ حقوق، مثلاً: بیوی، بچے، والدین، اعزاء و اقارب، ملازم، نوکر، پڑوسی، دوست احباب اور وہ تمام افراد جن کے ساتھ زندگی میں کسی بھی نوعیت کا واسطہ رہا ہو اُن سب کے حقوق کی مکمل ادائیگی کرنا یا معاف کروانا۔
7. جو کام فی الحال نہ کیے جاسکتے ہوں مثلاً قرض وغیرہ کی ادائیگی کیلئے بندوبست نہ ہو تو اولاد وغیرہ کو وصیت کر دینا تاکہ وہ بعد میں ادائیگی کر سکیں۔
8. اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت، رحمت اور نجات کی اُمید اور اچھا گمان رکھنا۔
9. اپنے آپ کو مخلوق میں سب سے کمتر تصوّر کرنا اور یہ سوچنا کہ اللہ تعالیٰ عذاب دینے سے مستغنی ہیں۔
10. آیاتِ رَجاء یعنی وہ آیات پڑھنا یا سننا جن میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتوں کا تذکرہ ہے۔
11. امّت کے اولیاء و صلحاء کی باتیں اور اُن کے موت کے قریب کے آثار و حکایات کو پڑھنا اور سننا۔
12. خیر و بھلائی کے کاموں کو بڑھا دینا، خصوصاً نمازوں کی خوب محافظت کرنا۔
13. نجاست اور ناپاکیوں سے حتی الامکان احتراز کرنا۔
14. امورِ دینیہ میں ہر قسم کے تساہل اور سستی سے اجتناب کرنا، کیونکہ یہ وقت سستی کا نہیں۔
15. اپنے اہل و عیال، رشتہ دار اور دوست احباب کو صبر کی تلقین کرنا اور نوحہ و بین کرنے سے منع کرنا۔
16. مرنے کے بعد جو میت کی رسمیں، بدعتیں اور خرافات کی جارہی ہوتی ہیں، مثلاً: تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ اِن سب کے بارے میں پسماندگان کو بہر صورت بچنے کی سختی کے ساتھ وصیت کرنا (الأذکار للنووی: 1/244)

مذکورہ بالا کام وہ تھے جو زندگی سے مایوس شخص کے کرنے کے تھے، اب اُن کاموں کی تفصیل ملاحظہ کریں جو عین وقت میں اختیار کرنے کے ہیں:

﴿پہلا حکم: نزع کے وقت کی دعاء پڑھنا﴾

قریب الموت شخص کو چاہیئے کہ وہ سکرات الموت کی یہ دعائیں پڑھے:

1. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاجْعَلْنِي مَعَ الرَّفِيقِ الْأَعْلَى۔(مسلم:2191)
2. لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔(بخاری:4449)
3. اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلى غَمَرَاتِ المَوْتِ وَسَكَرَاتِ المَوْتِ۔(ترمذی:978)(الأذکار للنووی:377)

﴿دوسرا حکم: قبلہ رُخ لٹانا﴾

یعنی قریب الموت کو قبلہ رُخ اگر بآسانی ممکن ہو تو لٹایا جائے۔ اور اس کے دو طریقے ہیں:

(1) چت لٹانا، بایں طور کہ پاؤں قبلہ کی جانب ہوں اور سر تکیہ وغیرہ کے ذریعے قدرے اٹھا ہوا ہو۔

(2) دائیں کروٹ پر قبلہ رُخ لٹانا۔(الدر مختار:2/189)

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ (جو ہجرت سے قبل ہی مکہ مکرمہ آکر اسلام قبول کر چکے تھے اور آپ ﷺ کی ہجرت سے پہلے ہی اُن کا انتقال ہو چکا تھا) کے بارے میں دریافت کیا، لوگوں نے بتایا کہ یا رسول اللہ! اُن کا انتقال ہو گیا ہے اور اُنہوں نے آپ کیلئے تہائی مال کی وصیت کی تھی، نیز اُنہوں نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ جب اُن کی وفات کا وقت حاضر ہو جائے تو اُنہیں قبلہ رُخ کر دیا جائے، نبی کریم ﷺ نے (اُن کی وصیت کو سراہا اور) فرمایا: اُنہوں نے فطرت (اِسلام) کے مطابق وصیت کی ہے، اور میں اُن کے وصیت کردہ تہائی مال کو اُنہی کی اولاد میں لوٹا دیتا ہوں۔عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ سَأَلَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ، فَقَالُوا: تُوُفِّيَ وَأَوْصَى بِثُلُثِهِ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَوْصَى أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ لَمَّا احْتُضِرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَصَابَ الْفِطْرَةَ وَقَدْ رَدَدْتُ ثُلُثَهُ عَلَى وَلَدِهِ»۔(مستدرک حاکم:1305)

﴿تیسرا حکم: کلمہ کی تلقین کرنا﴾

حدیث میں ہے: اپنے مُردوں کو (یعنی جن کی موت کا وقت قریب ہو) اُن کو کلمہ کی تلقین کیا کرو۔ لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ۔(مسلم:916)

ایک اور روایت میں ہے جس کا آخری کلام " لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ " ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔(ابوداؤد:3116)

تلقین سے متعلّق کچھ اہم باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

تلقین کا حکم:

مرنے والے کے قریب موجود افراد کو اس وقت میں ہر طرح کی مصروفیات کو ترک کرکے تلقین کرنا چاہیئے ،فقہاء کرام نے تلقین کو مستحب ذکر کیا ہے۔(مرقاۃ:3/1166)(رد المحتار:2/190)

تلقین کا طریقہ:

تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ قریب الموت شخص کے سامنے بآوازِ بلند کلمہ پڑھا جائے اِس سے ان شاء اللہ خود ہی اُس کی زبان پر کلمہ جاری ہو جائے گا۔

یاد رکھیں! اُس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہیں دینا چاہیئے، کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہ جواب میں انکار کردے یا کوئی ایسا کلمہ کہہ دے جو مناسب نہ ہو۔(مجمع الانہر:1/179)ہاں! اگر وہ کافر ہو تو اُس کو حکم دینا چاہیئے ،

جیسا کہ آپ ﷺ نے ابو طالب اور یہودی کو "قُلْ" کہا تھا۔(مرعاۃ:5/308)

تلقین کتنی مرتبہ ہونی چاہیئے:

جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو بس کافی ہے، بار بار تلقین نہیں کرنی چاہئے۔ہاں! اگر وہ کوئی بات کر لے تو پھر سے تلقین کرنی چاہئے، کیونکہ آخری کلام " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ "ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بالکل آخر میں زبان سے کلمہ جاری ہو بلکہ زبان سے جاری ہونے والا آخری کلمہ " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " ہونا چاہیئے اگرچہ اُس کے بعد کتنا ہی وقت کیوں نہ گزر جائے۔(مجمع الانہر:1/179)

تلقین کس چیز کی ہونی چاہیئے:

تلقین صرف توحید کی گواہی دینے کی یا شہادتین یعنی توحید و رسالت کی گواہی دینے کی کرنی چاہیئے، اِس بارے میں دو قول ہیں:

(1)— پہلا قول یہ ہے کہ شہادتین یعنی مکمل کلمہ کی تلقین کرنی چاہیئے۔

(2)— دوسرا قول یہ ہے کہ صرف " لَآ اِلٰهَ اِلَّا الله " کی تلقین کافی ہے۔ اور یہی قول راجح ہے۔ البتہ اگر کافر ہو تو اُس کو دونوں شہادتوں کی تلقین کرنا ضروری ہے۔(رد المحتار:2/190)

﴿چوتھا حکم: سورۂ یٰس اور سورۂ رعد کی تلاوت کرنا﴾

یعنی میت کے قریب سورہ یٰس شریف پڑھنی چاہئے، اس لئے کہ حدیث کے مطابق اس سے روح کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔(مرقاۃ:3/1169) بعض حضرات نے سورۂ رعد پڑھنے کا بھی ذکر کیا ہے، کیونکہ اس سے بھی روح کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔(شامیہ:2/191)(الفقہ الاسلامی:2/1480)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اپنے مرنے والوں (جو مرنے کے قریب ہوں اُن پر) سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو۔عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْرَءُوا يس عَلَى مَوْتَاكُمْ»۔(ابوداؤد:3121)(ابن ماجہ:1448)

حضرت ابودرداء اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جس شخص کا انتقال ہو رہا ہو اور اُس کے قریب سورۂ یٰسٓ پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اُس پر موت کو آسان کر دیتے ہیں۔مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ فَيُقْرَأُ عِنْدَهُ سُورَةُ يس إِلَّا هَوَّنَ اللهُ عَلَيْهِ۔(کنزالعمال:42186)(مرقاۃ:3/1169)(تفسیر قرطبی:4/298)

﴿پانچواں حکم: نیک اور صالح لوگوں کا قریب ہونا﴾

قریب الموت شخص کے قریب اگر نیک اور صلحاء قریب ہوں تو بہتر ہے، کیونکہ ایک تو اُن کی برکت سے حسنِ خاتمہ کی اُمید ہوتی ہے، دوسرا یہ کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں سنت کے مطابق تلقین وغیرہ کا زیادہ اہتمام کر سکتے ہیں۔(فتاوی ہندیہ:1/157)

﴿چھٹا حکم: دنیا کی باتیں نہ کی جائیں﴾

اُس وقت میت سے دنیا کی ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے اُس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے، کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے۔ ایسے کام یا ایسی باتیں کرنی چاہیئے جس سے اُن کا دل دنیا سے پھر کر اللہ تعالیٰ کی جانب مائل ہو جائے۔(تسہیل بہشتی زیور:1/366)

﴿موت کے بعد کے احکام﴾

جب روح نکل جائے تو مندرجہ ذیل کاموں کا اہتمام کرنا چاہیئے:

﴿پہلا حکم: صبر کا دامن تھامنا﴾

لواحقین اور متعلقین کو چاہیئے کہ صبر کا دامن تھامیں۔حدیثِ رسول ﷺ میں بیان کردہ یہ دعاء پڑھیں:

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ،اللَّهُمَّ اكْتُبْهُ فِي الْمُحْسِنِينَ،وَاجْعَلْ كِتَابَهُ فِي عِلِّيِّينَ وَاخْلُفْ عَقِبَهُ فِي الْآخَرِينَ،اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ۔

ترجمہ: بیشک ہم اللہ کیلئے ہیں اور اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں،اور بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ! مرحوم کو محسنین میں لکھ دیجئے اور اُس کے اعمال نامہ کو علّیّین میں رکھ دیجئے اور پسماندگان میں اُس کا نائب پیدا کر دیجئے اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرمااور اُس کے بعد کسی فتنہ میں مبتلاء فرما۔(طبرانی کبیر:12469)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندہ کے عزیز و محبوب کو جو اہل دنیا سے اٹھالیتاہوں اور وہ بندہ اس پر ثواب کا طلبگار ہوتا ہے (یعنی صبر کرتا ہے) تو میرے پاس اس کے لئے جنت سے بہتر کوئی جزاء نہیں ہے۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: مَا لِعَبْدِي المُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ، إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ، إِلَّا الجَنَّةُ۔(بخاری:6424)

اصل صبر کسے کہتے ہیں:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تو سب ہی کو صبر آجاتا ہے، اصل یہ ہے کہ شروع ہی سے صبر کا دامن تھاما جائے، چنانچہ حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ ایک عورت

کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے قریب چلا چلا کر رو رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے عذاب سے ڈرو! یعنی نوحہ نہ کرو ورنہ عذاب میں مبتلا کی جاؤ گی۔ اور صبر کرو! اس عورت نے آنحضرت ﷺ کو پہچانا نہیں آپ کا ارشاد سن کر کہنے لگی کہ میرے پاس سے دور ہٹو، تم میرا غم کیا جانو کیونکہ تم میری مصیبت میں گرفتار نہیں ہوئے ہو۔ (جب آنحضرت ﷺ وہاں سے چلے آئے) تو اسے بتایا گیا کہ یہ نبی کریم ﷺ تھے (پھر کیا تھا) وہ (بھاگی ہوئی) آنحضرت ﷺ کے در دولت پر حاضر ہوئی اسے دروازہ پر کوئی دربان و پہرہ دار نہیں ملا (جیسا کہ بادشاہوں اور امیروں کے دروازوں پر دربان و پہرہ دار ہوتے ہیں) پھر اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میری گستاخی معاف فرمائیے) میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ صبر تو وہی کہلائے گا جو مصیبت کی ابتداء میں ہو۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: «اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي» قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي، وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى»۔(بخاری:1283)

﴿دوسرا حکم: نوحہ اور ماتم سے اجتناب﴾

دل کا غم اور آنکھ کے آنسو جائز ہیں، لیکن نوحہ اور ماتم کرنا جائز نہیں۔ یہ کہہ کر اور سوچ کر اپنے دل کو تسلی دیتے رہنا چاہیئے: اِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى۔

بے شک اللہ ہی کے لئے ہے جو اُس نے لیا اور اُسی کے لئے ہے جو اُس نے دیا، اور ہر چیز کی اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک مقررہ مدت ہے۔(بخاری:7377)

غم کے منانے کا صحیح اور غلط طریقہ:

انسان اپنی فطرت وطبیعت میں نہایت کمزور اور ضعیف پیدا کیا گیا ہے اُسے مصیبت، حادثہ اور غم کے موقع پر رونا آجاتا ہے، آنکھ سے آنسو گرنے لگتے ہیں، دل پر حزن وملال طاری ہو جاتا ہے۔ شریعت میں بھی یہ کوئی مذموم نہیں، نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کی زندگیوں سے اِس کا ثبوت ہے۔

لیکن اِس کے ساتھ ہی شریعت نے اِس کیلئے یہ شرط بھی عائد کر رکھی ہے کہ یہ رونا و غم منانا شرعی حدود و قیود کے اندر ہونا چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ زبان و ہاتھ سے جاہلیت کے زمانے کی طرح بے صبری اور گلے شکوے کا مظاہرہ کیا جائے، کیونکہ وہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے، چنانچہ نوحہ اور بین کرنے، گال نوچنے، چہرہ پیٹنے، ماتم کرنے اور بطورِ غم کالے وسیاہ کپڑے وغیرہ پہننے کی قطعاً اِجازت نہیں، جو لوگ اِس حرام فعلِ شنیع کا اِرتکاب کرتے ہیں اُنہیں اچھی طرح یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ اپنی مصیبت اور غم پر صبر کرنے کے عظیم اجر وثواب سے محروم تو ہوتے ہی ہیں، ساتھ میں احادیث میں بیان کردہ شدید اور خطرناک وعیدوں کے مستحق بھی بن جاتے ہیں، اِس لئے بہر حال مصائب اور غم کے موقع پر اِسلامی تعلیمات اور شرعی حدود وقیود سے اِنحراف کر کے اپنی دنیا و آخرت کو تباہ نہیں کرنا چاہیئے۔

ذیل میں نبی کریم ﷺ کے چند عظیم اور سچے اِرشادات نقل کیے جارہے ہیں جن سے غم کے منانے کا صحیح اور غلط طریقہ بڑی اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے:

آنکھ کے آنسو اور دل کا غم جائز ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے تو انہیں بے ہوشی کی حالت پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ان کا انتقال ہو گیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سعد کی حالت دیکھ) رونے لگے جب صحابہ نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے پھر آپ نے فرمایا: اچھی طرح سن لو!

اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتا،—آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:—البتہ اللہ اس کی وجہ سے عذاب بھی دیتا ہے اور رحم بھی فرماتا ہے۔ (یعنی اگر کسی حادثہ و مصیبت کے وقت زبان سے ناشکری کے یا بارگاہ الوہیت میں بے ادبی کے الفاظ کہے جائیں یا نوحہ کر کے رویا جائے تو یہ مستحق عذاب ہے اور اگر ایسے موقع پر زبان حمد و شکر میں مشغول رہے اور "اناللہ" پڑھا جائے تو مستحق رحمت و ثواب ہے نیز مردہ کو اپنے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے)۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَااشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوَى لَهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةِ أَهْلِهِ، فَقَالَ: «قَدْ قَضَى» قَالُوا: لاَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَى القَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ:«أَلاَ تَسْمَعُونَ إِنَّ اللَّهَ لاَ يُعَذِّبُ بِدَمْعِ العَيْنِ، وَلاَ بِحُزْنِ القَلْبِ، وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا-وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ-أَوْ يَرْحَمُ۔(بخاری:1304)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (جب) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولا میں سے کسی کا (یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا) انتقال ہوا تو عورتیں جمع ہوئی اور ان پر رونے لگیں (یہ دیکھ کر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور (اقرباء) کورونے سے منع کیا اور (اجنبیوں کو) مارمار کر بھگانے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب یہ دیکھا) تو فرمایا: اے عمر! انہیں (اپنے حال پر) چھوڑ دو کیونکہ آنکھیں رورہی ہیں اور دل مصیبت زدہ ہے نیز مرنے کا وقت قریب ہے۔مَاتَ مَيِّتٌ مِنْ آلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ يَبْكِينَ عَلَيْهِ، فَقَامَ عُمَرُ يَنْهَاهُنَّ وَيَطْرُدُهُنَّ، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعْهُنَّ يَا عُمَرُ فَإِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ، وَالْقَلْبَ مُصَابٌ، وَالْعَهْدَ قَرِيبٌ»۔(نسائی:1859)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوسیف لوہار کے گھر گئے جو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم کی دایہ کے شوہر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو (گود میں) لے کر بوسہ لیا اور سونگھا (یعنی اپنا منہ اور ناک ان کے منہ پر اس طرح رکھی جیسے کوئی خوشبو سونگھتا ہے) اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد ہم پھر ابوسیف کے یہاں گئے جب کہ حضرت ابراہیم حالت نزع میں تھے چنانچہ (ان کی حالت دیکھ کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ رورہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! (آنسو کا بہنا) رحمت ہے۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں آنسو بہانے لگیں آپ نے فرمایا آنکھیں آنسو بہارہی ہیں اور دل غمگین ہے مگر اس کے باوجود ہماری زبانوں پر وہی الفاظ ہیں

جن سے ہمارا پروردگار راضی رہے، اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے بے شک غمگین ہیں۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفٍ القَيْنِ، وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ، فَقَبَّلَهُ، وَشَمَّهُ، ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ:يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ، ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرَى، فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم:إِنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ، وَالقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلاَ نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ۔(بخاری:1303)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کے ذریعہ سے یہ پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا دم توڑ رہا ہے اس لئے (فورا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لے آیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے جواب میں) سلام کے بعد کہ کہلا بھیجا کہ جو چیز (یعنی اولاد وغیرہ) اللہ نے لے لی وہ بھی اسی کی تھی اور جو چیز اس نے دے رکھی ہے وہ بھی اسی کی ہے (لہٰذا ان کے اٹھ جانے پر جزع و فزع نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس کی امانت تھی جسے اس نے واپس لے لیا) اور اس کے نزدیک ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے (یعنی تمہارے بیٹے کی زندگی اتنے ہی دنوں کے لئے لکھی گئی تھی جتنے دن کہ وہ زندہ رہا) بس تمہیں صبر کرنا اور اللہ سے ثواب کا طلب گار رہنا چاہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دوبارہ آدمی بھیجا اور (اس مرتبہ) انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دی کہ ضرور ہی تشریف لائیے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور صحابہ میں سے دوسرے لوگ آپ کے ساتھ ہو لئے جب آپ

صاحبزادی کے ہاں پہنچے تو بچہ آپ کی گود میں دیدیا گیا جو جان کنی کی حالت میں تھا اسے دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں حضرت سعد نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ کیا ہے آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا ہے، اچھی طرح سن لو! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف انہیں لوگوں پر رحمت یعنی مہربانی کرتا ہے جو جذبہ ترحم رکھنے والے ہیں۔عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ، فَأْتِنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلاَمَ، وَيَقُولُ: «إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ، وَلْتَحْتَسِبْ»، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا، فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ، فَرُفِعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ-قَالَ:حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنٌّ - فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا هَذَا؟ فَقَالَ:«هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ»۔(بخاری:1284)

نوحہ کی ممانعت اور اُس کی سخت وعیدیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے نوحہ کرنے والی عورت اور نوحہ سننے والی عورت دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ»۔(ابوداؤد:3128)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں :وہ شخص ہمارے راستے پر چلنے والوں میں سے نہیں ہے جو رخساروں کو پیٹے، گریبان چاک کرے اور ایام جاہلیت کی طرح آواز بلند کرے

(یعنی رونے کے وقت زبان سے ایسے الفاظ اور ایسی آواز نکالے جو شرعاً ممنوع ہے)۔لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الخُدُودَ، وَشَقَّ الجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الجَاهِلِيَّةِ۔(بخاری:1297)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے تو ان کی بیوی حضرت ام عبد اللہ چلا چلا کر رونے لگیں، جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ چلا چلا کر رونا کتنا برا ہے؟ چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ پھر ابو موسیٰ ان سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو (مصیبت میں) سر کے بال منڈائے، چلا چلا کر روئے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔أُغْمِيَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللهِ تَصِيحُ بِرَنَّةٍ، قَالَا: ثُمَّ أَفَاقَ، قَالَ: أَلَمْ تَعْلَمِي وَكَانَ يُحَدِّثُهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ وَخَرَقَ»۔(مسلم:104)سَلَقَ:أَيْ رَفع صَوتَه عِنْدَ المصِيبة۔(ابن الأثیر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے (غزوہ موتہ میں) شہید کر دیئے جانے کی اطلاع آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد نبوی) بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر رنج و غم کے آثار نمایاں تھے اور میں (آپ کی کیفیت) دروازے کے سوراخ سے دیکھے جا رہی تھی کہ اتنے میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: جعفر کے گھر کی عورتیں اس طرح کر رہی ہیں (یعنی) اس نے ان کے رونے کا ذکر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم فرمایا کہ وہ جا کر انہیں منع کر دے۔ وہ چلا گیا (تھوڑی دیر کے بعد) دوسری مرتبہ واپس آکر بتایا کہ عورتیں نہیں مان رہی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس سے فرمایا: جا کر منع کر دو۔ وہ چلا گیا اور جا کر منع کیا اور کچھ دیر کے بعد پھر تیسری مرتبہ آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم وہ

عورتیں ہم پر غالب آ گئیں (یعنی وہ ہمارا کہنا نہیں مان رہی ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گمان ہے کہ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس شخص سے کہنے لگی کہ اللہ تمہاری ناک خاک آلود کرے تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچانے کا سبب بنے۔لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ، وَجَعْفَرٍ، وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ البَابِ شَقِّ البَابِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ، لَمْ يُطِعْنَهُ، فَقَالَ: «انْهَهُنَّ» فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ، قَالَ: وَاللَّهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ: «فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ» فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللَّهُ أَنْفَكَ، لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ العَنَاءِ۔(بخاری:1299)

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار باتیں میری امت میں زمانہ جاہلیت کی ایسی ہیں کہ وہ ان کو نہ چھوڑیں گے: (1) اپنے حسب (یعنی خاندانی شرافت اور محاسن) پر فخر و غرور کرنا۔(2) دوسروں کے نسب پر طعن کرنا۔ (3) ستاروں کے ذریعہ بارش کا طلب کرنا۔(4) نوحہ کرنا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گی کہ اس پر گندھک کا کرتا اور خارش کی چادر ہو گی۔أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاسْتِسْقَاءُ

بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ، وَقَالَ:«النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ»۔(مسلم:934)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے) اِرشاد فرمایا: جاؤ! ہمارے بہترین سلَف حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ساتھ لاحق ہو جاؤ۔ عورتیں رونے لگیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ (رونے والی) عورتوں کو کوڑے سے مارنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انہیں چھوڑدو، رونے دو۔ (پھر عورتوں سے فرمایا) تم لوگ اپنے آپ کو شیطان کی آواز سے دور رکھو (یعنی چلا چلا کر اور بیان کرکے ہر گز نہ رونا) پھر فرمایا: جو کچھ آنکھوں سے (یعنی آنسو) اور دل سے (یعنی رنج و غم) ظاہر ہو یہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت کا سبب ہے۔ (یعنی یہ چیزیں اللہ کی پسندیدہ ہیں) اور جو کچھ ہاتھوں سے (یعنی گریبان پھاڑنا چہرہ نوچنا اور پیٹنا) اور زبان سے (نوحہ اور بین کرنا، گلہ شکوہ اور بے صبری کی باتیں کرنا) ظاہر ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔مَاتَتْ رُقَيَّةُ ابْنَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: الْحَقِي بِسَلَفِنَا الْخَيْرِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ، قَالَ: وَبَكَتِ النِّسَاءُ، فَجَعَلَ عُمَرُ يَضْرِبُهُنَّ بِسَوْطِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ:دَعْهُنَّ يَبْكِينَ، وَإِيَّاكُنَّ وَنَعِيقَ الشَّيْطَانِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْمَا كَانَ مِنَ الْقَلْبِ وَالْعَيْنِ، فَمِنَ اللهِ وَالرَّحْمَةِ، وَمَهْمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَاللِّسَانِ، فَمِنَ الشَّيْطَانِ۔(مسند احمد:3103)

حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہما دونوں روایت کرتے ہیں کہ (ایک روز) ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازے کے ساتھ چلے (چنانچہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جنہوں

نے اپنی چادریں اتار پھینکی تھیں اور کرتوں میں چل رہے تھے آنحضرت ﷺ نے (انہیں اس حال میں دیکھ کر) فرمایا کہ کیا تم لوگ جاہلیت کے فعل پر عمل کرتے ہو؟ یا جاہلیت کے کاموں کی مشابہت اختیار کرتے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! (تمہاری یہ انتہائی نازیبا حرکت دیکھ کر) میرا تو ارادہ یہ ہوا کہ میں تمہارے لئے کوئی ایسی بد دعا کروں کہ تم اپنے گھروں کو دوسری شکلوں میں (یعنی بندر یا سور کی شکل ہو کر) واپس پہنچو۔ راوی کہتے ہیں کہ (یہ سن کر) ان لوگوں نے (فورا) اپنی چادریں اوڑھ لیں اور پھر دوبارہ کبھی ایسا کام نہ کیا۔خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جِنَازَةٍ، فَرَأَى قَوْمًا قَدْ طَرَحُوا، أَرْدِيَتَهُمْ يَمْشُونَ فِي قُمُصٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبِفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَأْخُذُونَ؟ أَوْ بِصُنْعِ الْجَاهِلِيَّةِ تَشَبَّهُونَ؟ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَدْعُوَ عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُونَ فِي غَيْرِ صُوَرِكُمْ» قَالَ: فَأَخَذُوا أَرْدِيَتَهُمْ، وَلَمْ يَعُودُوا لِذَلِكَ۔(ابن ماجہ:1485)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اس جنازہ کے ہمراہ جانے سے منع فرمایا جس کے ساتھ نوحہ کرنے والی ہو۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:«نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُتْبَعَ جِنَازَةٌ مَعَهَا رَانَّةٌ»۔(ابن ماجہ:1583)

حضرت امِّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ نے ہم سے بیعت کے وقت عہد لیا کہ ہم نوحہ نہ کریں گے۔أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ البَيْعَةِ أَنْ لاَ نَنُوحَ۔(بخاری:1306)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آیت ﴿يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ﴾ نازل ہوئی تو فرماتی ہیں ان میں نوحہ کرنے سے بھی منع کیا گیا۔عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ،

قَالَتْ:لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ قَالَتْ: كَانَ مِنْهُ النِّيَاحَةُ۔(مسلم:936)

﴿تیسرا حکم: جسمانی ہیئت کی درستگی﴾

یعنی مرنے والے کی جسمانی ہیئت کو درست کریں۔ جسمانی ہیئت کی درستگی میں درج ذیل امور ہیں:

- نرمی سے آنکھیں بند کر دیں۔
- ایک چوڑی پٹی لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے سر پر لا کر گرہ باندھ دیں۔
- میت کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیں۔
- پیروں کے انگوٹھوں کو ملا کر کسی پٹی وغیرہ سے باندھ دیں۔(احکامِ میت جدید:40،41)

آنکھ وغیرہ بند کرتے ہوئے یہ دعاء پڑھنی چاہیئے:

بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ، اللَّهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهُ، وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهُ، وَأَسْعِدْهُ بِلِقَائِك، وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَيْهِ خَيْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ۔ ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دین پر۔ اے اللہ !اس پر اس کے معاملے کو آسان کردے اور موت کے بعد آنے والی زندگی اس پر آسان کردے اور اسے اپنی ملاقات کی سعادت بخش دیجئے اور وہ مقام جس کی طرف یہ گیا ہے اُس کو دنیا سے اچھا بنا دیجئے۔(الدر المختار:2/193)

﴿چوتھا حکم: میت کو ڈھانپنا﴾

روح نکلنے کے بعد میت کو کسی چادر وغیرہ سے ڈھانپ دیں اور اُسے کسی چارپائی یا چوکی پر لٹادیں، زمین پر نہ چھوڑیں۔(احکامِ میت جدید:41)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یمنی چادر کے ذریعہ ڈھانپ دیا گیا۔أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ۔(بخاری:5814)

﴿پانچواں حکم: میت کے قریب خوشبو سلگانا﴾

اگر آسانی کے ساتھ میسر آجائے تو خوشبو سلگا کر میت کے قریب رکھ دینی چاہیئے، اگر بتی بھی اس کام کیلئے استعمال کر سکتے ہیں۔(احکامِ میت جدید:41)(الدر المختار:2/193)

﴿چھٹا حکم: ناپاک لوگوں کا دور رہنا﴾

میت کے قریب ایسے لوگوں کو نہیں بیٹھنا چاہیئے جن پر غسل لازم ہو جیسے جنبی شخص، اِسی طرح حیض و نفاس والی عورت بھی قریب نہ بیٹھیں۔(شامیہ:2/193)(تسہیل بہشتی زیور:1/367)

﴿ساتواں حکم: غسل سے قبل میت کے قریب تلاوت نہ کرنا﴾

غسل سے پہلے میت کے قریب تلاوت نہیں کرنی چاہیئے، ہاں! غسل کے بعد کی جاسکتی ہے۔البتہ اگر میت کا جسم چادر وغیرہ سے اچھی ڈھانپ دیا جائے تب بھی اُس کے پاس تلاوت کی جاسکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔(شامیہ:2/193،194)(تسہیل بہشتی زیور:1/367)(فتاوی زکریا:2/609)

﴿آٹھواں حکم: اعزا و اقارب اور دوست واحباب میں موت کی اطلاع کرنا﴾

میت کے دوست احباب، اعزاء و اقارب کو خبر کر دینی چاہیئے، تاکہ اُس کی نمازِ جنازہ میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں اور اُس کے لئے دعاء کریں۔(احکامِ میت جدید:41)(الدر المختار:2/193)

﴿نواں حکم: تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا﴾

نہلانے اور کفنانے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ:

- بلاوجہ اس میں تاخیر درست نہیں۔
- کسی کے آنے کے انتظار میں کئی کئی دن رکھنا درست نہیں۔
- آبائی وطن پہنچانے کے لئے دیر کرنا درست نہیں۔
- جمعہ یا بڑے مجمع میں نماز پڑھانے کے لئے تاخیر کرنا درست نہیں۔(احکامِ میت:42)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو یہ نصیحت فرمائی: اے علی! تین چیزوں کو مؤخر نہ کرو: ایک نماز کو جبکہ اُس کا وقت آجائے، دوسرا جنازہ جبکہ وہ حاضر ہو جائے اور تیسرا عورت کا نکاح جبکہ اُس کے کفو کا رشتہ مل جائے۔يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا۔(ترمذی:171)

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس عیادت کیلئے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: مجھے طلحہ کے بارے میں یہی خیال آرہا ہے کہ ان کی موت کا وقت آگیا ہے، لہٰذا تم لوگ (ان کے مرنے کے بعد) مجھے اطلاع کر دینا، اور (ان کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں) جلدی کرنا کیونکہ کسی مسلمان کی لاش کیلئے مناسب نہیں کہ اُسے اپنے گھر والوں کے درمیان روک کر رکھا جائے۔عَنِ الْحُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ، أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ، مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالَ: «إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ وَعَجِّلُوا فَإِنَّهُ، لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ»۔(ابوداؤد:3159)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جنازہ کو جلدی لے جایا کرو، کیونکہ اگر وہ میت نیک ہوگی تو تم ایک اچھی چیز کو آگے روانہ کر رہے ہو اور اگر وہ اس کے علاوہ (یعنی گناہ گار) ہوگی تو تم ایک بُرائی کو اپنی گردنوں سے رکھ رہے ہو (اور ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں کا تقاضا یہی ہے کہ میّت کو جلدی دفنا دیا جائے)۔أَسْرِعُوا بِالْجِنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا، وَإِنْ يَكُ سِوَى ذَلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ۔(بخاری:1315)

﴿دسواں حکم: غسل دینا﴾

میت کو غسل دینے میں مختلف اُمور قابلِ وضاحت ہیں، اِس لئے ذیل میں اُنہیں بالترتیب مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا جارہا ہے:

غسل دینے کی فضیلت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میت کو غسل دیا اور اس کو کفن دیا اور اس کو خوشبو لگائی اور اس کو اُٹھایا اور اس کی نماز (جنازہ) پڑھی اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کیا جو اس نے (غسل دیتے وقت) دیکھا ہو تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا، وَكَفَّنَهُ، وَحَنَّطَهُ، وَحَمَلَهُ، وَصَلَّى عَلَيْهِ، وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا رَأَى، خَرَجَ مِنْ خَطِيئَتِهِ، مِثْلَ يَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔(ابن ماجہ:1462)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جس نے میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا (جو اس نے غسل دیتے وقت دیکھا ہو) اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں

اور جس نے اپنے کسی بھائی کیلئے قبر کھودی یہاں تک کہ اُسے قبر میں اُتار دیا تو اُس نے گویا کسی کو ایک مرتبہ قیامت تک کیلئے رہنے کیلئے گھر دیدیا۔مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ أَرْبَعِينَ كَبِيرَةً، وَمَنْ حَفَرَ لِأَخِيهِ قَبْرًا حَتَّى يَجُنَّهُ فَكَأَنَّمَا أَسْكَنَهُ مَسْكَنًا مَرَّةً حَتَّى يُبْعَثَ۔(طبرانی کبیر:929)

جس نے میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا(جو اس نے غسل دیتے وقت دیکھا ہو)اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے سندس اور اِستبرق کا جوڑا پہنائیں گے،اور جس نے میت کیلئے قبر کھودی اور میت کو قبر میں اُتارا اُس کیلئے ایسے گھر کی طرح اجر جاری کر دیا جائے گا جس میں قیامت تک سکونت اختیار کی جائے(یعنی قیامت تک کیلئے کسی کو گھر دینے کے اجر کی طرح اجر دیا جائے گا)۔مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ أَرْبَعِينَ مَرَّةً، وَمَنْ كَفَّنَ مَيِّتًا كَسَاهُ اللَّهُ مِنَ السُّنْدُسِ، وَإِسْتَبْرَقِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ حَفَرَ لِمَيِّتٍ قَبْرًا فَأَجَنَّهُ فِيهِ أُجْرِيَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ كَأَجْرِ مَسْكَنٍ أُسْكِنَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔(مستدرکِ حاکم:1307)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جس نے کسی میت کو غسل دیا اور اُس کے بارے میں امانت داری کا لحاظ رکھا یعنی غسل دیتے ہوئے جو عیب نظر آیا اُس کو(لوگوں کے سامنے) پھیلایا نہیں تو وہ اُس دن کی طرح گناہوں سے نکل جاتا ہے جس دن اُس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا، فَأَدَّى فِيهِ الْأَمَانَةَ، وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا يَكُونُ مِنْهُ عِنْدَ ذَلِكَ، خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔(مسند احمد:24881)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے کسی میت کو غسل دیا اور اُس کے عیوب کو چھپایا اللہ تعالیٰ اُس غسل دینے والے کے گناہوں کو بھی چھپادیں گے(ستر پوشی کا معاملہ فرمائیں

گے) اور جو کسی کو کفن دے اللہ تعالیٰ اُسے سندس کا جوڑا پہنائیں گے۔مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا، فَسَتَرَهُ سَتَرَهُ اللهُ مِنَ الذُّنُوبِ، وَمَنْ كَفَّنَهُ كَسَاهُ اللهُ مِنَ السُّنْدُسِ۔(طبرانی کبیر:8077)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اِرشاد فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو اس سے تمہیں آخرت یاد رہے گی اور مُردوں کو نہلایا کرو اِس لئے کہ (روح سے) خالی جسم کا معالجہ (نہلانا) بڑی نصیحت کی بات ہے اور جنازوں کی نماز پڑھا کرو کیونکہ یہ تمہیں غمگین کردے گا اور غمگین شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوگا۔زُرِ الْقُبُورَ تَذْكُرْ بِهَا الْآخِرَةَ، وَاغْسِلِ الْمَوْتَى فَإِنَّ مُعَالَجَةَ جَسَدٍ خَاوٍ مَوْعِظَةٌ بَلِيغَةٌ، وَصَلِّ عَلَى الْجَنَائِزِ لَعَلَّ ذَلِكَ يُحْزِنُكَ فَإِنَّ الْحَزِينَ فِي ظِلِّ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(مستدرکِ حاکم:7941)

غسل کا حکم:

- ایک دفعہ غسل دینا — فرض کفایہ ہے، اگرچہ وہ ظاہراً پاک ہو۔
- تین مرتبہ پانی بہانا — مسنون ہے۔
- تین سے زائد مرتبہ پانی بہانا — بلاضرورت مکروہ ہے۔ہاں! اگر تین مرتبہ میں صفائی حاصل نہ ہو تو تین سے زیادہ دفعہ بھی پانی بہایا جاسکتا ہے، لیکن اس میں بھی ایتار یعنی طاق عدد کی رعایت کرنا مستحب ہے۔(درسِ ترمذی:3/273)

غسل کون دے؟

بہتر یہ ہے کہ میت کو اُس کا کوئی قریبی رشتہ دار غسل دے، اور اگر وہ میسر نہ ہوں تو کسی دین دار شخص سے غسل دلانا چاہیئے۔(تسہیل بہشتی زیور:1/368)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد مروی ہے: تم میں سے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہو اُسے چاہیئے کہ میّت کو غسل دے بشرطیکہ وہ غسل دینا جانتا ہو، پس اگر وہ نہیں جانتا تو تم جس کے بارے میں یہ جانتے ہو کہ اُسے تقویٰ اور امانت داری میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ملا ہے اُسے چاہیئے کہ غسل دے۔لِيَلِهِ أَقْرَبُكُمْ مِنْهُ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ، فَإِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ فَمَنْ تَرَوْنَ أَنَّ عِنْدَهُ حَظًّا مِنْ وَرَعٍ وَأَمَانَةٍ۔(مسند احمد:24881)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: چاہیئے کہ تمہارے مُردوں کو تم میں سے وہ لوگ غسل دیں جو تم میں مامون اور امانت دار لوگ ہیں (تاکہ وہ میت کو نہلاتے ہوئے اگر کسی عیب پر مطلع ہوں تو اُسے ظاہر نہ کریں)۔«لِيُغَسِّلْ مَوْتَاكُمُ الْمَأْمُونُونَ»۔(ابن ماجہ:1461)

غسل اور صلوٰۃ کے اعتبار سے میت کے مراتب:

میت کو کبھی غسل بھی دیا جاتا ہے اور اُس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی جاتی ہے، کبھی دونوں کام نہیں کیے جاتے اور کبھی ایک کیا جاتا ہے اور دوسرا نہیں، پس اِس طرح کُل چار صورتیں بن جاتی ہیں:

1. نماز و غسل دونوں کام ہوں گے: مسلمان میت جو کہ شہید نہ ہو۔
2. نماز و غسل دونوں کام نہیں ہوں گے: کافر میت جس کا کوئی مسلمان ولی نہ ہو۔

3. نماز پڑھی جائے گی، غسل نہیں دیا جائے گا: شہید حقیقی۔

4. غسل دیا جائے گا، نماز نہیں پڑھی جائے گی: باغی، قاطع الطریق اور وہ کافر جس کا کوئی مسلمان ولی ہو۔(الجوھرۃ النیرۃ:1/103)

غسل لازم ہونے کی شرائط:

1. مسلمان ہو۔ پس کافر کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

2. سقط یعنی قبل از وقت ساقط نہ ہو۔ پس مردہ پیدا ہونے والے بچہ کو غسل دینا ضروری نہیں

3. اکثر جسم یا نصف مع الرأس موجود ہو۔ پس اس کم مقدار کو غسل دینا ضروری نہیں۔

4. شہید حقیقی نہ ہو۔ پس شہید حقیقی کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

5. غسل متعذر نہ ہو۔ پس اگر جسم جَل کر خاکستر ہو چکا ہو یا اِس طرح گَل سڑ گیا ہو کہ غسل دیے جانے کے قابل نہ ہو تو غسل نہ دیا جائے گا۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/427)

غسل دینے والے کے لئے چند آداب:

1. غسل دینے والے کے لئے حیض و نفاس اور جنابت سے پاک ہونا۔(الدر المختار:2/202)

2. باوضو غسل دینا۔(ہندیہ:1/159)

3. سنت کے مطابق صحیح طریقے سے غسل دینا۔(مسند احمد:24881)

4. بلا اجرت غسل دینا افضل ہے، لہٰذا اِسی کا اہتمام کرنا چاہیئے، اگرچہ اجرت کے ساتھ غسل دینا بھی جائز ہے لیکن اُس میں غسل دینے کا ثواب نہیں ملتا۔ اور اگر کوئی اور غسل دینے والا نہ ہو تو اجرت لینا جائز

نہیں، کیونکہ اس صورت میں وہی فردِ واحد غسل کیلئے متعیّن ہو جاتا ہے، جس پر اجرت لینا درست نہیں۔(شامیہ: 2/199)(احکامِ میت:60)

5. میت کے قریبی رشتہ دار یا کسی متقی اور امانت دار کا غسل دینا۔(مسند احمد:24881)(ہندیہ:1/159)

6. غسل دیتے ہوئے میّت میں کوئی نظر آئے تو اُس کو چھپانا چاہیئے اور کوئی اچھی بات دیکھے تو اُس کا ظاہر کرنا مستحب ہے، اِس لئے کہ حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اپنے مُردوں کی اچھائیاں بیان کیا کرو اور اُن کی بُرائیاں بیان کرنے سے گریز کیا کرو۔اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ۔(ابوداؤد:4900)(الترغیب:5305)(ابن ماجہ:1462)(تسہیل بہشتی زیور:1/239)

7. جنابت کے غسل کی طرح خوب اچھی طرح صفائی کا اہتمام کرے، چنانچہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جس شخص میّت کو غسل دے اُسے چاہیئے کہ میّت کو اچھی طرح صاف ستھرا کر دے جیسے جنابت کا غسل کیا جاتا ہے۔عَنْ عَلِيّ قَالَ: مَنْ غَسَلَ مَيِّتاً فَلْيُنَقِّه بِالْمَاءِ كَاغْتِسَالِهِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔(کنز العمال:42813)

8. پردے میں غسل دینا۔فقہاء نے اِسی لئے کُھلے آسمان تلے غسل دینے کے بجائے چھت کے نیچے غسل دینے کو افضل کہا ہے کیونکہ اس میں زیادہ ستر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔(الفقہ الاسلامی:2/1489)

غسل دینے کا پانی:

جس پانی سے میّت کو غسل دیا جائے اُس پانی میں مندرجہ ذیل صفات کا لحاظ کرنا چاہیئے:

(1) طاہر ہو۔ یہ ضروری ہے۔(الفقہ الاسلامی:2/1493)

(2)	میٹھا ہو۔	بہتر ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی:1/568)
(3)	گرم ہو۔	یعنی نیم گرم ہو، بہت تیز نہ ہو۔(ردالمحتار:2/196)
(4)	بیری کے پتوں میں پکا ہوا ہو۔	پہلی دوسری مرتبہ میں بہانے کے لئے۔(ابوداؤد:3147)
(5)	کافور ملا ہوا پانی۔	تیسری مرتبہ میں بہانے کے لئے۔(ابوداؤد:3147)

میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ:

عموماً غسلِ میت کو انتہائی مشکل اور بڑا کام سمجھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اکثر میت کے خود اپنے گھر والے اپنے عزیز کی اس عظیم اور آخری خدمت کو سر انجام دینے سے پیچھے ہٹتے ہیں، حالآنکہ یہ کوئی مشکل امر نہیں، جس شخص کو خود غسل کرنا آتا ہے اُس کے لئے غسلِ میت بھی کوئی انہونی چیز نہیں ہونی چاہئے۔

غسلِ میّت کو آسانی کے ساتھ یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ اِس غسل میں بنیادی طور پر چار چیزیں ہیں:

(1) غسل کی تیاری۔ (2) استنجاء۔ (3) وضو۔ (4) پانی بہانا۔

ذیل میں بالترتیب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلی چیز: غسل کی تیاری :

غسل کی تیاری میں مندرجہ ذیل چیزوں کا اہتمام کرلیں:

کفن کی تیاری: کفن پہلے سے تیار کر کے چار پائی پر ترتیب سے رکھ دیں تاکہ نہلانے کے بعد بآسانی کفنایا جاسکے کفن کے کپڑوں کے رکھنے کی ترتیب کا بیان آگے آرہا ہے۔

پانی کا انتظام: ہوسکے تو بیری کے پتے ڈال کر نیم گرم پانی بنالیں، ورنہ سادہ پانی ہی کافی ہے۔(احکامِ میت:65)

تختہ کی دھونی: غسل کے تختہ کو طاق عدد میں لوبان، اگر بتی یا کسی خوشبودار چیز کی دھونی دیدیں۔

نزعِ ثیاب: میت کے بدن کے کپڑے چاک کر کے کوئی موٹا کپڑا ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈال دیں، وہ کپڑا اتنا موٹا ہونا چاہئے کہ بھیگنے کے بعد بدن نظر نہ آئے۔(احکامِ میت:65)

پردہ کا اہتمام : جس جگہ غسل دیا جائے وہاں پردہ ہونا چاہیئے۔(ہندیہ:1/158)

دوسری چیز: استنجاء:

سب سے پہلے مردے کو استنجاء کرایا جائے گا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں میں دستانے پہن کر یا کوئی کپڑا لپیٹ کر وہ کپڑا جو میت کے ناف سے گھٹنے تک پڑا ہے، اُس کے اندر اندر ہی سے دھویا جائے گا۔ شرمگاہ کو یا رانوں کے حصے کو بلا حائل چھونا، یا دیکھنا درست نہیں ۔(تسہیل بہشتی زیور:1/367، ملخصًا)

تیسری چیز: وضو:

میت کو وضو کرانے میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا عمل نہیں کیا جائے گا، اسی طرح گٹوں تک ہاتھ بھی نہیں دھویا جائے گا۔ بلکہ روئی کو تر کر کے دانتوں، مسوڑھوں اور ناک کے دونوں سوراخوں میں تین تین مرتبہ پھیر دی جائے گی، یہ کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر میت کا حیض و نفاس یا جنابت کی حالت میں انتقال ہوا ہو تو یہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اُس کے بعد ناک، منہ اور کانوں میں روئی رکھ دیں، تاکہ وضو اور غسل میں پانی اندر نہ جائے۔

پھر پہلے چہرہ پر پانی ڈالیں گے، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئیں گے، پھر سر کا مسح کرایا جائے گا، پھر دونوں پاؤں کو دھوئیں گے۔(احکامِ میت:66،67)

چوتھی چیز: پانی بہانا:

میت کے جسم پر تین مرتبہ پانی بہایا جائے گا: پہلی اور دوسری مرتبہ بیری کے پتوں میں پکا ہوا پانی اور تیسری مرتبہ کافور ملا ہوا پانی بہائیں گے۔(درسِ ترمذی:3/275)

پانی بہانے کی تفصیل یہ ہے: وضو کے بعد پانی بہانے سے قبل میت کے سر کو (اور اگر مرد ہے تو ڈاڑھی کو بھی) صابن وغیرہ سے خوب مَل کر دھویا جائے گا۔ پھر مُردے کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتوں میں پکایا ہوا نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر تین دفعہ سر سے پیر تک اتنا ڈالیں گے کہ نیچے کی جانب یعنی بائیں کروٹ پر پہنچ جائے۔ پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح سر سے پیر تک تین دفعہ اتنا پانی ڈالیں گے کہ نیچے کی جانب یعنی دائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے۔

اُس کے بعد میت کو اپنے بدن سے ٹیک لگا کر ذرا سا بٹھانے کے قریب کرکے اُس کے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ مَلیں اور دبائیں گے اگر کچھ فُضلہ خارج ہو تو صرف اُس کو صاف کر دیا جائے گا، وضو اور غسل کو دہرانے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ اس سے وضو اور غسل میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

بس یہاں تک غسل مکمل ہو گیا۔ اب آخر میں میت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کافور مِلا ہوا پانی دائیں کروٹ پر سر سے پیر تک تین دفعہ خوب اچھی طرح بہا دیا جائے گا تاکہ نیچے تک اچھی طرح پہنچ جائے۔ اُس کے بعد کسی کپڑے سے میت کے بدن کو خشک کرکے اوپر کا گیلا کپڑا بدل دیں گے۔(احکامِ میت:67)

فائدہ: میت کو غسل دینے کے بعد خود بھی غسل کرلینا مستحب ہے۔(ردالمحتار:2/202)(احکامِ میت:69)

﴿گیارہواں حکم: کفن دینا﴾

مَرد و عورت کا کفن:

- مرد کے لیے تین کپڑے ہیں: (1) کرتہ۔(2) ازار۔(3) چادر، اسے لفافہ بھی کہتے ہیں۔
- عورت کے لیے پانچ کپڑے ہیں: (1) کرتہ۔(2) ازار۔(3) اوڑھنی یعنی دو پٹہ۔(4) چادر۔ (5) سینہ بند۔ (الدُّر المختار: 2/202۔203)(تسہیل بہشتی زیور: 1/370)

کفن کے کپڑوں کی مقداریں:

- ازار: سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیئے۔
- چادر: ازار سے ایک ہاتھ بڑی ہونی چاہیئے۔
- کرتہ: گلے سے لے کر پاؤں تک ہو، لیکن نہ اُس میں کلی ہو نہ آستین۔
- اوڑھنی: تین ہاتھ لمبی ہونی چاہیئے۔
- سینہ بند: چوڑائی میں چھاتیوں سے لے کر رانوں تک اور لمبائی میں اتنا کہ بآسانی بندھ جائے۔(تسہیل بہشتی زیور: 1/371،370)

فائدہ: مَرد کے مسنون کفن میں ایک گز عرض کا کپڑا تخمیناً دس گز صرف ہوتا ہے اور عورت کے لئے گہوارہ کی چادر کے ساتھ ساڑھے اکیس گز کپڑا لگتا ہے۔ واضح رہے کہ غسل کے تہبند اور دستانے اس سے الگ ہیں اور بچہ کا کفن اُس کی حالت کے مناسب ہوتا ہے۔(احکامِ میت: 82)

کفن کی اقسام:

کفن کی تین قسمیں ہیں: (1)کفنِ سنت۔ (2)کفنِ کفایت۔ (3)کفنِ ضرورت۔

کفنِ سنت:

- مرد کے لیے سنت کفن تین کپڑے ہیں:(1)کرتہ۔(2) ازار۔(3)چادر۔
- عورت کے لئے سنّت کفن پانچ کپڑے ہیں: (1)کرتہ۔(2)ازار۔(3)اوڑھنی یعنی دوپٹہ۔ (4)چادر۔ (5)سینہ بند۔(الدُّر المختار:2/203،202)

کفنِ کفایت:

- مرد کے لیے دو کپڑے ہیں: (1)ازار۔(2)لفافہ۔
- عورت کے لیے کفنِ کفایت تین کپڑے ہیں:(1)ازار یا کرتہ۔(2)چادر یعنی لفافہ۔(3)اوڑھنی یعنی دوپٹہ۔(الدُّر المختار:2/203)

کفنِ ضرورت:

کفنِ ضرورت دونوں کے لیے یہ ہے کہ جو میسر آجائے اور کم از کم اتنا تو ہونا چاہیئے کہ سارا بدن ڈھک جائے، خواہ نئے کپڑے کا ہو یا پرانے کپڑے کا۔(عمدۃ الفقہ باختصار:2/502)(الدر المختار:2/204)

فائدہ: کفن میں اصل یہ ہے کہ مسنون کفن دیا جائے، لیکن کفنِ کفایت دینے سے بھی کفن ہو جاتا ہے، البتہ اس سے کم کفن دینا مکروہ اور بُرا ہے، ہاں! اگر اس قدر بھی کپڑا دستیاب نہ ہو تو بامرِ مجبوری اس سے کم یعنی کفنِ ضرورت دینا بھی جائز ہے۔(احکامِ میت:76)

کفن کس طرح کا ہونا چاہیئے؟

کفن میں مندرجہ ذیل صفات کو ملحوظ رکھنا چاہیئے:

1. ـــــ کفن (کپڑوں کی تعداد اور مقدار کے اعتبار سے) مسنون ہو۔(ہندیہ:160/1)

2. ـــــ کفن کا کپڑا سفید ہو۔(ابوداؤد:3878)

3. ـــــ کفن بہت زیادہ قیمتی اور مہنگا نہ ہو۔(ابوداؤد:3154)(ردالمحتار:202/2)

4. ـــــ میت کی حیثیت کے مطابق ہو۔(مراقی الفلاح:1/ 216)

5. ـــــ کفن کا کپڑا ہر طرح کی نجاست سے پاک ہو۔(الفقہ الاسلامی:2/ 1499)

6. ـــــ کفن جائز کپڑا ہو۔یعنی ریشمی وغیرہ نہ ہو۔(مجمع الانھر:181/1)

7. ـــــ کفن کا کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ جسم نظر آئے۔(الفقہ الاسلامی:2/ 1499)

کفنانے کا طریقہ:

مردوں اور عورتوں کے کفنانے کا طریقہ مختلف ہے اس لئے دونوں کا طریقہ الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے:

مَردوں کے کفنانے کا طریقہ :

مَردوں کے کفنانے کے طریقے کو تین حصوں میں بآسانی سمجھا جاسکتا ہے:

(1) ترتیب۔ یعنی کفن کے کپڑوں کے رکھنے کی ترتیب کیا اختیار کی جائے گی۔

(2) تکفین۔ یعنی کفانے کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیئے۔

(3) تطییب۔ یعنی خوشبو لگانے کی تفصیل۔

اب اِن تینوں کاموں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

ترتیب:

کفن کے کپڑے رکھنے کی ترتیب یہ ہے:

(1)پہلے لفافہ یعنی چادر۔ (2)پھر ازار۔ (3)پھر قمیص کا نچلا نصف حصہ۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ چارپائی پر پہلے لفافہ یعنی چادر بچھا کر اُس پر ازار بچھادیں، پھر اُس کے اوپر کرتا یعنی قمیص کا نچلا نصف حصہ بچھادیں اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی جانب رکھ دیں۔(احکامِ میت:83)

تکفین:

مُردے کو غسل کے تختے سے آہستگی سے اُٹھا کر بچھے ہوئے کفن پر لٹادیں اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی جانب رکھا تھا اُس کو سر کی طرف سے پیروں کی طرف اس طرح الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ یعنی گریبان گلے میں آجائے، اس طرح قمیص پہنانے کے بعد میت کے اوپر سے وہ تہبند اٹھالیا جائے گا جو غسل دیتے ہوئے ستر کے طور پر میت کے اوپر ڈالا گیا تھا۔

اس کے بعد ازار کو اس طرح لپیٹا جائے گا کہ پہلے بایاں پھر دایاں کنارہ لپیٹا جائے گا یعنی بایاں کنارہ نیچے اور دایاں اوپر رہے گا۔

اُس کے بعد لفافہ یعنی چادر کو بھی ازار کی طرح (یعنی پہلا بایاں پھر دایاں کنارہ) لپیٹ دیا جائے گا، پھر کپڑے کی ایک دھجی یعنی کترن لے کر کفن کو سر، پاؤں اور درمیاں سے باندھ دیا جائے گا تاکہ ہوا سے یا ہلنے جُلنے سے کُھل نہ جائے۔(احکامِ میت:83،84)

تطییب(خوشبو اور کافور ملنا) :

کفناتے ہوئے مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق قمیص پہنانے کے بعد سر اور ڈاڑھی پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دینی چاہیئے۔ اُس کے بعد اعضائے سجود یعنی پیشانی، ناک ، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مَل دیں۔ البتہ مَردوں کو زعفران نہیں لگانی چاہیئے۔(احکامِ میت:84)

کفن پر عطر لگانا، یا روئی کا پھایہ میں عطر لگا کر میت کے کانوں میں رکھنا یہ سب جہالت ہے۔(احکامِ میت:86)

بحالتِ احرام انتقال کرنے والے کو خوشبو لگانا:

- احناف ومالکیہ: عام مُردوں کی طرح خوشبو لگائی جائے گی۔
- شوافع وحنابلہ : خوشبو نہیں لگائی جائے گی۔(الفقہ الاسلامی:2/1494)

عورتوں کے کفنانے کا طریقہ :

مَردوں کی طرح عورتوں کے کفنانے کے طریقے کو بھی تین حصوں میں بآسانی سمجھا جاسکتا ہے:

(1)ترتیب۔ یعنی کفن کے کپڑوں کے رکھنے کی ترتیب کیا اختیار کی جائے گی۔

(2)تکفین۔ یعنی کفانے کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیئے۔

(3)تطییب۔ یعنی خوشبو لگانے کی تفصیل۔

ترتیب:

کفن کے کپڑے رکھنے کی ترتیب یہ ہے: (1)لفافہ۔(2)سینہ بند۔(3)ازار۔(4)قمیص کا نچلا حصہ۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ سب سے پہلے لفافہ بچھا کر اس پر سینہ بند اور ازار بچھا دیں، پھر قمیص کا نچلا نصف حصہ بچھا کر اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی جانب رکھ دیں۔(احکامِ میت:85)

تکفین:

میت کو غسل کے تختے سے آہستگی سے اُٹھا کر بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیں اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی جانب رکھا تھا اُس کو سر کی طرف سے پیروں کی طرف اس طرح الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ یعنی گریبان گلے میں آجائے۔ اس طرح قمیص پہنانے کے بعد میت کے اوپر سے وہ تہبند اٹھالیا جائے گا جو غسل دیتے ہوئے ستر کے طور پر میت کے اوپر ڈالا گیا تھا۔

پھر سر کے بالوں کو دو حصے کر کے قمیص کے اوپر سینہ پر دائیں اور بائیں طرف ڈال دیں۔ پھر اوڑھنی یعنی دوپٹہ سر اور بالوں پر ڈال دیں، اُس کو باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہیئے۔ اس کے بعد دوپٹہ کے اوپر ازار اس طرح لپیٹیں کہ پہلے بایاں پھر دایاں کنارہ، یعنی دایاں اوپر رہے۔ اس کے بعد سینہ بند اس طرح باندھا جائے گا کہ بغلوں سے نکال کر سینہ کے اوپر گھٹنوں تک دائیں بائیں سے باندھیں گے۔ پھر لفافہ اُسی طرح بائیں اور دائیں طرف سے لپیٹیں گے اس طرح کہ دایاں اوپر رہے۔ پھر کپڑے کی دھجی یعنی کترلے کر کفن کو سر، پاؤں اور درمیاں سے باندھ دیا جائے گا تاکہ ہوا سے یا ہلنے جُلنے سے کُھل نہ جائے۔(احکامِ میت:85)

تطییب(خوشبو اور کافور ملنا):

کفناتے ہوئے مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق قمیص پہنانے کے بعد میت کے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگادیں گے، عورت کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں۔

اُس کے بعد اعضائے سجود یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مَل دیں۔ البتہ مَردوں کو زعفران نہیں لگانی چاہیئے۔(احکامِ میت:85)

﴿بارہواں حکم: جنازہ کی چارپائی تیار کرنا﴾

چارپائی کو کسی چادر وغیرہ سے ڈھک دینا چاہیے، لیکن اگر جنازہ عورت کا ہو تو چادر ڈالنا پردے کیلئے ضروری ہے، یہ چادر کفن میں داخل نہیں اور نہ ہی اس کا کفن کے ہم رنگ ہونا ضروری ہے۔(احکامِ میت:86)

البتہ چادر کا کسی آیت یا ذکر پر مشتمل ہونا بے ادبی ہے، اس سے بچنا چاہیے۔(احسن الفتاویٰ:4/230)

﴿تیرہواں حکم: نمازِ جنازہ پڑھنا﴾

میت کی نمازِ جنازہ سے متعلّق تفصیلات کو مندرجہ ذیل مختلف عنوانات کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں:

نمازِ جنازہ کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جنازہ کے پاس موجود رہا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط کا ثواب ہو گا اور جو شخص اس کے دفن ہونے تک موجود رہا تو اس کے لئے دو قیراط کا ثواب ہو گا۔ دریافت کیا گیا کہ قیراطان سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: دو بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر ہو گا (گویا ثواب ملے گا)۔مَنْ شَهِدَ الجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ، فَلَهُ قِيرَاطٌ،وَمَنْ شَهِدَ حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ، قِيلَ:وَمَا القِيرَاطَانِ؟ قَالَ:مِثْلُ الجَبَلَيْنِ العَظِيمَيْنِ۔(بخاری:1325)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام) سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے جنازہ (کی نماز) پڑھی تو اس کو ایک قیراط (کے برابر) ثواب ہوگا پھر اگر اس کے دفن میں بھی حاضر رہا تو اس کو دو قیراط (کے برابر ثواب) ملے گا اور ایک قیراط اُحد (پہاڑ) کے برابر ہوتا ہے۔مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَلَهُ قِيرَاطٌ،فَإِنْ شَهِدَ دَفْنَهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ،الْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ»۔(مسلم:946)

ایک روایت میں ہے کہ اُن دونوں میں سے جو چھوٹا قیراط ہے وہ اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔(مسلم:945)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا شروع میں عمل صرف نماز پڑھنے کی حد تک تھا،جب اُنہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہنچی جس میں تدفین تک شریک رہنے کی وجہ سے دو قیراط ملنے کی بشارت موجود ہے تو فرمانے لگے:"لَقَدْ ضَيَّعْنَا قَرَارِيطَ كَثِيرَةً" ہم نے تو بہت سے قیراط ضائع کردیے۔(مسلم:945)

نمازِ جنازہ کا حکم:

نمازِ جنازہ پڑھنا بالاتفاق فرضِ کفایہ ہے اور اس کا منکِر کافر ہے۔(الدر المختار:2/207)

نمازِ جنازہ کا وقت:

عین طلوع، زوال اور غروبِ آفتاب کے علاوہ ہر وقت بلا کراہت پڑھنا جائز ہے، اور اِن تین اوقات میں بھی اُس وقت جائز ہوجاتا ہے جبکہ جنازہ خاص اِنہی اوقات میں آیا ہو۔(احکامِ میت:108)

نمازِ جنازہ میں تعجیل یعنی جلدی پڑھنا ہی مستحب ہے، چنانچہ احادیث ذیل میں اسی کی تلقین کی گئی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو یہ نصیحت فرمائی: اے علی! تین چیزوں کو مؤخر نہ کرو: ایک نماز کو جبکہ اُس کا وقت آجائے، دوسرا جنازہ جبکہ وہ حاضر ہوجائے اور تیسرا عورت کا نکاح جبکہ

اُس کے کفو کا رشتہ مل جائے۔يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا۔(ترمذی:171)

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے ، نبی کریم ﷺ اُن کے پاس عیادت کیلئے تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: مجھے طلحہ کے بارے میں یہی خیال آرہاہے کہ ان کی موت کا وقت آگیاہے، لٰہذا تم لوگ (ان کے مرنے کے بعد) مجھے اطلاع کردینا، اور (ان کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں) جلدی کرنا کیونکہ کسی مسلمان کی لاش کیلئے مناسب نہیں کہ اُسے اپنے گھر والوں کے درمیان روک کر رکھا جائے۔عَنِ الْحُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ، أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ، مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالَ: «إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ وَعَجِّلُوا فَإِنَّهُ، لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ»۔(ابوداؤد:3159)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جنازہ کو جلدی لے جایا کرو، کیونکہ اگر وہ میت نیک ہوگی تو تم ایک اچھی چیز کو آگے روانہ کررہے ہو اور اگر وہ اس کے علاوہ (یعنی گناہ گار) ہوگی تو تم ایک بُرائی کو اپنی گردنوں سے رکھ رہے ہو (اور ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں کا تقاضا یہی ہے کہ میّت کو جلدی دفنا دیا جائے)۔أَسْرِعُوا بِالْجِنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا، وَإِنْ يَكُ سِوَى ذَلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ۔(بخاری:1315)

فائدہ : نمازِ جنازہ کے تین طرح کے وقت ہیں: (1) جائز۔ (2) مکروہ۔ (3) مستحب۔

- **وقتِ جائز :** عین طلوع، زوال اور غروبِ آفتاب کے علاوہ ہر وقت بلا کراہت پڑھنا جائز ہے۔
- **وقتِ مکروہ:** طلوعِ آفتاب، زوالِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت پڑھنا مکروہ ہے۔

- **وقتِ مستحب:** جنازے میں تعجیل سے کام لینا چاہیئے، بلا ضرورت تاخیر سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

نمازِ جنازہ کے فرائض:

نمازِ جنازہ میں دو فرض ہیں:

(1)چار مرتبہ تکبیر کہنا۔ (2)قیام۔یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا۔(احکامِ میت:117)

نمازِ جنازہ کی شرائط:

نمازِ جنازہ کی شرائط دو طرح کی ہیں: (1)شرائطِ وجوب۔ (2)شرائطِ صحّت۔

شرائطِ وجوب:

شرائطِ وجوب کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرائط جن کے پائے جانے سے نمازِ جنازہ لازم ہوتا ہے اور اس کو" نمازِ جنازہ کے لازم ہونے کی شرائط" بھی کہا جاتا ہے اور ایسی شرطیں چار ہیں:

(1)قدرت۔ (2)بلوغ۔ (3)اسلام۔ (4)**موت کا علم**۔(ردالمحتار:2/207)

شرائطِ صحّت:

شرائطِ صحّت کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرائط جن کے پائے جانے سے نمازِ جنازہ درست اور صحیح ہوتا ہے، اور اُن میں سے کوئی ایک شرط بھی اگر نہ پائی جائے تو نماز صحیح نہیں ہوتی۔

اور ایسی شرطیں دو طرح کی ہیں : (1)متعلق بالمصلِّی۔ (2)متعلق بالمیّت۔

متعلق بالمصلِّی:

متعلّق بالمصلّی کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرائط جن کا مصلّی یعنی نمازِ جنازہ پڑھنے والے میں پایا جانا ضروری ہے، اور اس میں وہی تمام شرائط ہیں جو عام نماز کی شرائط ہیں، یعنی:

(1)بدن کا پاک ہونا۔ (2)جگہ کا پاک ہونا۔ (3)کپڑوں کا پاک ہونا۔

(4)ستر کا چھپانا۔ (5)قبلہ رُخ ہونا۔ (6)نیت کرنا۔

متعلق بالمیّت:

متعلّق بالمیّت کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرائط جن کا میت میں پایا جانا ضروری ہے، اس کے بغیر اُس کی نمازِ جنازہ پڑھنا درست نہیں ہوتا، اور ایسی شرطیں چھ ہیں:

(1) میت کا مسلمان ہونا، چنانچہ کافر کی نمازِ جنازہ درست نہیں۔

(2) میت کے بدن اور کفن کا نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ سے پاک ہونا۔ ہاں! اگر نجاستِ حقیقیہ میت کے بدن سے کفنانے کے بعد خارج ہوئی ہو اور اس سے میت کا بدن یا کفن نجس ہو جائے تب بھی نماز ہو جائے گی۔

(3) میت کا واجب الستر جسم چھپا ہوا ہونا۔ چنانچہ میت اگر برہنہ ہو تو نماز درست نہ ہو گی۔

(4) میت کا نماز پڑھنے والوں سے آگے ہونا۔

(5) میت کا جسم یا وہ چیز (چارپائی وغیرہ) یا جس پر میت ہو، اُس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا ضروری ہے، چنانچہ اگر لوگوں نے میت کو ہاتھوں میں اُٹھایا ہو یا کسی گاڑی وغیرہ میں میّت رکھی ہو اور اسی حالت میں نماز پڑھی جائے تو عذر کے بغیر صحیح نہ ہو گی۔

(6) میت کا موجود ہونا، چنانچہ میت کے عدمِ موجودگی میں نماز درست نہ ہوگی۔(احکامِ میت:110 تا118)

نمازِ جنازہ کی سنتیں:

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا۔

2. نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا۔

3. میت کے لئے دعاء کرنا۔(احکامِ میت:119)

نمازِ جنازہ کا طریقہ:

میت کو آگے رکھ کر امام اُس کے سینے کے سامنے کھڑا ہوگا، پھر یہ نیت کی جائے گی کہ "میں اللہ تعالیٰ کے لئے نمازِ جنازہ پڑھنے اور میت کے لئے دعاء کرنے کی نیت کرتا ہوں"۔ اُس کے بعد چار تکبیریں کہی جائیں گی، پہلی تکبیر میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں گے، اُس کے بعد تین تکبیر کہی جائیں گی لیکن تینوں تکبیروں میں ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے اور تمام مسلمانوں کیلئے دعاء کی جائے گی، اور پھر چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر لیا جائے گا۔(ہدایہ)

نمازِ جنازہ کے طریقے میں فقہاء کا اختلاف:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں گی، البتہ طریقے میں اختلاف ہے:

- احناف اور مالکیہ: پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھی جائے گی، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھیں گے، تیسری تکبیر کے بعد میّت کیلئے دعاء کی جائے گی اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیا جائے گا۔
- شوافع اور حنابلہ: پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھیں گے، تیسری تکبیر کے بعد میّت کیلئے دعاء کی جائے گی اور چوتھی تکبیر کہنے کے بعد سلام پھیر دیا جائے گا۔(البنایۃ:3/215)(اختلاف الائمۃ العلماء لابن ھبیرۃ:1/185)

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

سابقہ بیان کردہ اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ کے طریقے میں صرف پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھنے نہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے:

احناف و مالکیہ ثناء پڑھنے کے قائل ہیں جبکہ شوافع اور حنابلہ فاتحہ کو مسنون قرار دیتے ہیں، روایات میں سورۃ الفاتحہ کا تذکرہ ملتا ہے لیکن اُس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا ہے جو فاتحہ پڑھنے کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے، فاتحہ کا متعیّنہ طور پر پڑھنا ضروری نہیں۔(مرقاۃ المفاتیح:3/1197)(البنایۃ:3/216)

نمازِ جنازہ پڑھانے کا کون زیادہ حقدار ہے؟

- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: سلطان۔ پھر۔ سلطان کا نائب۔ پھر۔ قاضی۔ پھر۔ محلہ کا امام۔ پھر۔ ولی۔
- امام مالک و احمد رحمۃ اللہ علیہما: وہ شخص جس کو نماز پڑھانے کی وصیت کی ہے۔ پھر۔ سلطان۔ پھر۔ ولی۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: ولی۔ پھر۔ حاکم۔(الفقہ الاسلامی:2/1510 – 1512)

نمازِ جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہو؟

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اِمام میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہو گا مطلقاً، خواہ میت مرد ہو یا عورت۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: میت مرد ہو تو اِمام درمیان میں اور عورت ہو تو کندھے کے سامنے کھڑا ہو گا۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: میت مرد ہو تو اِمام اُس کے سر کے سامنے اور عورت ہو تو سُرین کے سامنے کھڑا ہو گا۔
- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: مرد ہو تو سینے کے سامنے اور عورت ہو تو درمیان میں کھڑا ہو گا۔(الفقہ الاسلامی:1524/2)

متعدد میتوں پر نمازِ جنازہ کا طریقہ:

افضل صورت: یہ ہے کہ ہر ایک پر علیحدہ نماز پڑھی جائے۔

جائز صورت: ایک ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے اور اس کی تین صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں:

(1)—شمالاً جنوباً قطار بنائی جائے بایں طور کہ ایک میت امام کے سامنے رکھی جائے، اُس کے پاؤں کی طرف دوسری کا سر اور اُس کے پاؤں کی طرف تیسری کا سر ہو۔

(2)—شرقاً و غرباً قطار بنائی جائے، بایں طور کہ ایک میت امام کے سامنے رکھی جائے، اُس سے قبلہ کی طرف دوسری اور اُس سے قبلہ کی طرف تیسری ہو، سب کے سینے امام کے سامنے ہوں۔

(3)—قطار دوسرے طریقے کے مطابق شرقاً و غرباً ہی بنائی جائے لیکن اس طرح کہ پہلی میت کے کندھوں کے برابر دوسری میت کا سر ہو، اسی طرح دوسری کے کندھوں کے برابر تیسری کا سر ہو۔

ان سب میں سے دوسری صورت افضل اور بہتر ہے، اور تینوں صورتوں میں امام کے قریب سب سے پہلے مَرد کی میت رکھی جائے گی، اُس کے بعد لڑکے کی میت کو رکھا جائے گا اور پھر آخر میں عورت کی میّت کو رکھیں گے۔ (فتاوی دار العلوم زکریا:2/632 تا634)(احسن الفتاویٰ:4/208)(عمدۃ الفقہ:2/523)

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا:

- احناف اور مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم : مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔
- شوافع اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم : مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ پھر حنابلہ تو صرف جائز ہی کہتے ہیں، جبکہ شوافع اسے مستحب بھی قرار دیتے ہیں۔ (الفقہ الاسلامی:2/1524)(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ 1/479)

پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

1. **جنازہ اور نمازی دونوں مسجد میں ہوں :** احناف کا ایک ہی قول یعنی کراہت کا ہے۔
2. **اگر نمازی مسجد میں اور جنازہ خارجِ مسجد ہو:** اس میں احناف کے نزدیک کراہت اور عدم کراہت کے دو قول ہیں، البتہ راجح یہ ہے کہ یہ کراہت مطلقاً ہر صورت میں ہے۔ ہاں! اگر عذر کی صورت ہو، بایں طور کہ بارش کی وجہ سے یا جگہ کی تنگی کے باعث خارجِ مسجد نماز جنازہ نہ پڑھی جاسکتی ہو تو مسجد میں پڑھنا جائز ہے، البتہ اس میں یہ صورت اختیار کرنی چاہیئے کہ میت، امام اور کچھ مقتدی خارج مسجد کھڑے ہوں اور باقی لوگ مسجد میں۔ (درسِ ترمذی:3/311)

نماز جنازہ کہاں پڑھنا مکروہ ہے:

(1) مسجدِ جماعت میں۔

(2) شارعِ عام میں، جس سے لوگوں کو تکلیف ہو۔

(3) کسی دوسرے کی زمین میں اُس کی اجازت کے بغیر۔(احکامِ میت:126)(رد المحتار:2/225)

شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں:

- شوافع اور مالکیہ: نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔
- احناف اور حنابلہ: نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ پھر عند الاحناف واجب، اور حنابلہ مستحب کہتے ہیں۔
- ابن حزم ظاہری: پڑھنا نہ پڑھنا دونوں جائز ہے۔(البنایۃ:3/267)(تحفۃ الالمعی:3/420)

غائبانہ نماز جنازہ:

- احناف اور مالکیہ: جائز نہیں۔
- شوافع اور حنابلہ: پڑھ سکتے ہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1532)

حدیث میں نبی کریم ﷺ کا نجاشی کا غایبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا مذکور ہے، جس سے شوافع اور حنابلہ کا استدلال ہے، جبکہ احناف و مالکیہ اس حدیث کے مختلف جواب دیتے ہیں:

1. نجاشی کی میّت کو حضور ﷺ کے سامنے حاضر کر دیا گیا تھا۔
2. نجاشی کی میّت تو اُسی جگہ موجود تھی لیکن درمیان کے فاصلوں کو آپ ﷺ کیلئے سمیٹ دیا گیا تھا۔
3. غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھانا حضور ﷺ کی خصوصیت تھی۔

4. غائبانہ نمازِ جنازہ نجاشی کی خصوصیت تھی۔(مرقاۃ المفاتیح:3/1196،1195)

تکبیراتِ جنازہ میں کمی یا زیادتی کرنا:

نمازِ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں، چار سے کم تکبیرات کہنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔(عالمگیری:1/ 164)

اور زیادہ تکبیرات کہنے کی صورت میں نماز باطل نہ ہوگی، لیکن مقتدیوں کو چار سے زائد تکبیرات میں امام کی اتباع کرنی چاہیئے یا نہیں اس میں اختلاف ہے:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: چار سے زائد تکبیرات میں سات تکبیرات تک امام کی اقتداء کی جائے گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: چار سے زائد تکبیرات میں مقتدی امام کی اقتداء نہ کریں گے بلکہ:
  - احناف اور شوافع: امام کا انتظار کر کے اُسی کے ساتھ سلام پھیریں گے۔
  - مالکیہ: انتظار نہیں کریں گے، امام سے پہلے ہی سلام پھیر لیں گے۔(الفقہ علی المذاہب:1/477،478)

نمازِ جنازہ کو مکرر پڑھنا:

- شوافع اور حنابلہ: اوّلاً جس نے نماز نہ پڑھی ہو وہ پڑھ سکتا ہے۔ حتیٰ کہ دفن کے بعد بھی درست ہے۔
- احناف اور مالکیہ: نہیں پڑھ سکتے، دوبارہ پڑھنا مکروہ ہے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/479)

مسلک حنفی کے مطابق ولی کو اس بات کا حق ہے کہ وہ ایک دفعہ نماز ہو جانے کے بعد پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

1. ولی کے علاوہ کسی ایسے شخص نے نماز پڑھائی ہو جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہیں تھا۔
2. ولی نے اُس کو نماز پڑھانے کی اجازت نہ دی ہو۔

3. ولی نے نماز میں اُس کی متابعت نہ کی ہو۔

پس اِن شرائط مذکورہ کے پائے جانے کی صورت میں ولی نماز پڑھ سکتا ہے، اور میت دفن کی جاچکی ہو تو ولی کو اختیار ہے کہ اُس کی قبر پر بھی نماز پڑھ سکتا ہے، تاوقتیکہ لاش پھٹی نہ ہو۔ اور اُس کی اقتداء میں وہ لوگ بھی پڑھ سکتے ہیں جنہوں نے پہلی مرتبہ نماز نہیں پڑھی تھی۔(عمدۃ الفقہ:2/527)

قبر پر نماز جنازہ پڑھنا:

- شوافع اور حنابلہ: قبر پر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، اگرچہ میت کو نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیا گیا ہو۔
- احناف اور مالکیہ: قبر پر نماز جنازہ درست نہیں، ہاں! بغیر نماز پڑھے دفنا دیا گیا ہو تو پڑھی جاسکتی ہے۔

پھر کب تک پڑھی جاسکتی ہے؟ اس میں دو قول ہیں:

ایک قول کے مطابق تین دن تک اور دوسرا قول یہ ہے کہ کوئی تحدید نہیں، جب تک نعش کے پھٹنے کا خیال نہ ہو پڑھی جاسکتی ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:5/389)(عالمگیری:1/165)

﴿چودھواں حکم: جنازہ کو اُٹھانا﴾

جنازے کو اُٹھانے کی فضیلت:

جنازے کی چارپائی کے چاروں پائے کو اُٹھانے کی فضیلت یہ ذکر کی گئی ہے کہ اُس کی برکت سے اللہ تعالیٰ چالیس بڑے گناہ معاف فرمادیتے ہیں، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے جنازے کی چارپائی کے چاروں پائے اُٹھائے اللہ تعالیٰ اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کردیتے ہیں۔مَنْ حَمَلَ جَوَانِبَ السَّرِيرِ الْأَرْبَعَ كَفَّرَ اللَّهُ عَنْهُ أَرْبَعِينَ كَبِيرَةً۔(طبرانی اوسط:5920)

جنازے کو اٹھانے اور لے جانے کے آداب:

(1) میّت کو کسی چار پائی وغیرہ پر لے جانا۔(البحر الرائق:2/206)

(2) میت اگر چھوٹا بچہ ہو تو دست بدست یعنی ہاتھوں میں لے جانا۔(البحر الرائق:2/206)

(3) میّت کے سرہانے کو آگے رکھنا۔(عالمگیری:1/162)

(4) میّت کو چار پائی کے چاروں جانب سے مستحب ترتیب کے مطابق اٹھانا۔(عالمگیری:1/162)

(5) کم از کم ایک جانب کے پائے کو اُٹھا کر دس قدم چلنا۔(عالمگیری:1/162)

(6) جنازے کے پیچھے چلنا بہتر ہے اور آگے چلنا بھی جائز ہے، البتہ سواری پر ہونے کی صورت میں پیچھے ہی چلنا چاہیئے، آگے چلنا مناسب نہیں، نیز دائیں بائیں دور ہو کر نہیں چلنا چاہیئے۔(عالمگیری:1/162)

(7) جنازے کو پیدل لے کر چلنا افضل ہے لہٰذا بغیر عُذر کے سواری پر لے جانے سے گریز کرنا بہتر ہے، البتہ اگر عذر ہو مثلاً دور لے جانا ہو تو سواری پر بھی لے جاسکتے ہیں۔(احکامِ میت:91)

(8) میّت کو تیز رفتاری کے ساتھ لے کر چلنا بہتر ہے، لیکن دوڑنا بھی نہیں چاہیئے اور اس کی حد یہ ہے کہ میّت چار پائی پر ہلنے نہ لگ جائے۔(عالمگیری:1/162)

(9) جنازہ رکھنے سے پہلے نہ بیٹھنا۔(مشکوۃ:144)

(10) نماز پڑھے بغیر واپس نہ جانا۔(عالمگیری:1/165)

(11) آواز بلند کرنے سے اجتناب کرنا، اگرچہ ذکر و تلاوت ہی کے لئے ہو۔(البحر الرائق:2/207)

(12) خاموش رہنا اور تفکر کرنا۔(مصنف عبد الرزاق:6282)

جنازے کو اُٹھانے کا طریقہ کار:

جنازہ کو اُٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کے دائیں طرف کا اگلا پایا اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے اس کے بعد اسی طرح پچھلا پایا اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، اس کے بعد میت کے بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، پھر میت کے بائیں طرف کا پچھلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے۔ تاکہ مجموعی طور پر چالیس قدم ہو جائیں۔(ہدایہ:1/424،بشریٰ)

میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا:

- دفن کرنے کے بعد قبر کھود کر لے جانا ناجائز ہے۔
- ایک دو میل کی مسافت کے اندر اندر منتقل کرنا: خلافِ اولیٰ ہے۔
- ایک دو میل کی مسافت سے دور منتقل کرنا جائز نہیں۔(احکامِ میت:145)(عالمگیری:1/167)

ایک دو میل کی مسافت اس لئے کہا کہ شہر کے اندر قبرستان ایک دو میل کی مسافت پر ہوتے ہیں، پس اگر وہ شہر کے اندر اس سے زائد مسافت پر بھی ہوں تب بھی کوئی کراہت نہیں۔(عمدۃ الفقہ:2/535)

﴿پندرہواں حکم: قبر کی تیاری﴾

قبر کھودنے والے کی فضیلت:

حضرت ابورافع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا(جو اس نے غسل دیتے وقت دیکھا ہو) اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں

اور جس نے اپنے کسی بھائی کیلئے قبر کھودی یہاں تک کہ اُسے قبر میں اُتار دیا تو اُس نے گویا کسی کو ایک مرتبہ قیامت تک کیلئے رہنے کیلئے گھر دیدیا۔مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ أَرْبَعِينَ كَبِيرَةً، وَمَنْ حَفَرَ لِأَخِيهِ قَبْرًا حَتَّى يَجُنَّهُ فَكَأَنَّمَا أَسْكَنَهُ مَسْكَنًا مَرَّةً حَتَّى يُبْعَثَ۔(طبرانی کبیر:929)

جس نے میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا(جو اس نے غسل دیتے وقت دیکھا ہو)اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے سندس اور اِستبرق کا جوڑا پہنائیں گے،اور جس نے میت کیلئے قبر کھودی اور میت کو قبر میں اُتارا اُس کیلئے ایسے گھر کی طرح اجر جاری کردیا جائے گا جس میں قیامت تک سکونت اختیار کی جائے(یعنی قیامت تک کیلئے کسی کو گھر دینے کے اجر کی طرح اجر دیا جائے گا)۔مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ أَرْبَعِينَ مَرَّةً، وَمَنْ كَفَّنَ مَيِّتًا كَسَاهُ اللَّهُ مِنَ السُّنْدُسِ، وَإِسْتَبْرَقِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ حَفَرَ لِمَيِّتٍ قَبْرًا فَأَجَنَّهُ فِيهِ أُجْرِيَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ كَأَجْرِ مَسْكَنٍ أُسْكِنَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔(مستدرکِ حاکم:1307)

قبر کی گہرائی، لمبائی اور چوڑائی:

- گہرائی: کم از کم میت کے نصفِ قد کے برابر اور پورے قد کے برابر ہو تو زیادہ بہتر ہے۔
- لمبائی: میت کے قد کے مطابق۔
- چوڑائی: میت کے نصف قد کے برابر۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ قبر کم از کم میت کے نصفِ قد کے برابر لمبی اور چوڑی ہونی چاہیئے اور پورے ہی قد کے برابر ہو تو زیادہ بہتر ہے،اس سے زیادہ درست نہیں۔(احکامِ میت:140)

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن فرمایا: قبریں کھودو اور قبروں کو کشادہ و گہری کھودو اور انہیں اچھی بناؤ(یعنی قبروں کو ہموار بناؤ اور اندر سے کوڑا کرکٹ و مٹی وغیرہ صاف

کرو)اور ایک ایک قبر میں دو دو تین تین کو دفن کرو اور ان میں آگے (یعنی قبلہ کی طرف) اسے رکھو جسے قرآن زیادہ اچھا یاد تھا۔اِحْفِرُوا، وَأَوْسِعُوا، وَأَحْسِنُوا، وَادْفِنُوا الِاثْنَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ، وَقَدِّمُوا أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا۔(ترمذی:1713)

قبر کی قسمیں:

قبر کی دو قسمیں ہیں:(1)لحد۔اس کو بغلی بھی کہتے ہیں۔ (2)شَق۔اس کو صندوقی بھی کہتے ہیں۔

لحد : پوری قبر کھودی جائے اور پھر اس کے اندر قبلہ کی طرف ایک گڑھا قبر کی لمبائی کے برابر کھودا جائے۔

شق: قبر کھودنے کے بعد اُس کے درمیان میں نہر کی طرح ایک گڑھا میت کے رکھنے کے لئے کھودا جائے۔

پہلی قسم لحد افضل ہے،البتہ زمین اگر نرم ہو،لحد بنانا ممکن نہ ہو تو قبر شق بنائیں گے۔(عمدۃ الفقہ:2/529)

نبی کریم ﷺ کیلئے کون سی قبر کھودی گئی تھی:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں دو شخص تھے (جو قبریں کھودا کرتے تھے) ان میں سے ایک شخص (حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ) تو بغلی قبر کھودا کرتے تھے اور دوسرے شخص (حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ) بغلی قبر نہیں کھودتے تھے (بلکہ صندوقی قبر کھودا کرتے تھے) چنانچہ (آنحضرت ﷺ کا جب وصال ہوا تو) تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (متفقہ طور پر) یہ کہا کہ ان دونوں میں سے جو پہلے آجائے وہی قبر کھودے (یعنی اگر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پہلے آگئے تو بغلی قبر کھودیں اور اگر ابو عبیدہ پہلے آجائیں تو صندوقی قبر کھودیں) آخر کار بغلی قبر کھودنے والے شخص (پہلے) آگئے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کے لئے بغلی قبر کھودی۔عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: كَانَ بِالْمَدِينَةِ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْآخَرُ لَا

يَلْحَدُ. فَقَالُوا: أَيُّهُمَا جَاءَ أَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهُ. فَجَاءَ الَّذِي يَلْحَدُ فَلَحَدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(مشکوۃ المصابیح:1700)

میت کو تابوت میں رکھنا:

حکم: ضرورۃً جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ مثلاً: زمین نرم یا سیلاب زدہ ہو۔

طریقہ: میت کو اگر ضرورت کے تحت تابوت میں رکھا جارہا ہو تو بہتر یہ ہے کہ تابوت میں نیچے مٹی بچھادی جائے اور اوپر والے حصے کو بھی مٹی سے لیپ دیا جائے اور دونوں طرف کچی اینٹیں رکھ دی جائیں تاکہ لحد کی طرح ہو جائے۔(احکامِ میت:141)(فتاوی دار العلوم زکریا:2/641)(شامیہ: 2/234)(البنایۃ:3/248)

﴿سولہواں حکم: دفن کرنا﴾

قبر میں اتارنے والے کی فضیلت:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جس نے میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا(جو اس نے غسل دیتے وقت دیکھا ہو)اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور جس نے اپنے کسی بھائی کیلئے قبر کھودی یہاں تک کہ اُسے قبر میں اُتار دیا تو اُس نے گویا کسی کو ایک مرتبہ قیامت تک کیلئے رہنے کیلئے گھر دیدیا۔مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ أَرْبَعِينَ كَبِيرَةً، وَمَنْ حَفَرَ لِأَخِيهِ قَبْرًا حَتَّى يَجُنَّهُ فَكَأَنَّمَا أَسْكَنَهُ مَسْكَنًا مَرَّةً حَتَّى يُبْعَثَ۔(طبرانی کبیر:929)

جس نے میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا(جو اس نے غسل دیتے وقت دیکھا ہو)اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے سندس اور اِستبرق کا جوڑا پہنائیں گے،اور جس نے میت کیلئے قبر کھودی اور میت کو قبر میں اُتارا

اُس کیلئے ایسے گھر کی طرح اجر جاری کر دیا جائے گا جس میں قیامت تک سکونت اختیار کی جائے (یعنی قیامت تک کیلئے کسی کو گھر دینے کے اجر کی طرح اجر دیا جائے گا)۔مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ أَرْبَعِينَ مَرَّةً، وَمَنْ كَفَّنَ مَيِّتًا كَسَاهُ اللَّهُ مِنَ السُّنْدُسِ، وَإِسْتَبْرَقِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ حَفَرَ لِمَيِّتٍ قَبْرًا فَأَجَنَّهُ فِيهِ أُجْرِيَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ كَأَجْرِ مَسْكَنٍ أُسْكِنَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔(مستدرکِ حاکم:1307)

دفن کرنے کا حکم:

میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے، لیکن یہ اُس وقت ہے جبکہ دفن کرنا ممکن ہو، اور اگر ممکن نہ ہو جیسے کوئی سمندری سفر کے دوران مثلاً کشتی میں مر جائے اور کنارہ یا خشکی قریب نہ ہو تو دفن کرنا فرض نہیں ہے، بلکہ غسل کفن اور نمازِ جنازہ کے بعد کچھ بوجھ باندھ کر پانی میں ڈال دینا چاہیئے۔(عمدۃ الفقہ:2/529)

میت کو قبر میں اُتارنے کا طریقہ اور اُس کی دعاء:

جنازہ کو پہلے قبر کے کنارے قبلہ کی طرف اس طرح رکھیں کہ قبلہ میت کے دائیں طرف ہو، پھر اُتارنے والے قبلہ رُو کھڑے ہو کر میت کو احتیاط سے اُٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔ قبر میں رکھتے ہوئے یہ کہنا مستحب ہے: **بِسْمِ اللَّهِ، وَبِاَللَّهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ**۔(الدر المختار:2/235)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں اتارتے تھے تو یہ فرماتے: **بِسْمِ اللَّهِ، وَبِاَللَّهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ**۔ترجمہ:اس میت کو ہم اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر قبر میں اتارتے ہیں اور ایک روایت میں "وعلیٰ ملۃ رسول اللہ" کے بجائے "وعلیٰ سنۃ رسول اللہ" ہے۔عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ إِذَا أُدْخِلَ المَيِّتُ القَبْرَ، وَقَالَ أَبُو خَالِدٍ مَرَّةً: إِذَا وُضِعَ المَيِّتُ فِي لَحْدِهِ، قَالَ مَرَّةً: «بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ»، وَقَالَ مَرَّةً: «بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»۔(ترمذی:1046)

ایک اور روایت میں امر کے صیغہ کے ساتھ یہی دعاء ذکر کی گئی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب تم اپنے مُردوں کو اُن کی قبروں میں رکھو تو یہ دعاء پڑھا کرو: بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ۔ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ ہم رکھتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہم اس میت کو حوالے کرتے ہیں۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا وَضَعْتُمْ مَوْتَاكُمْ فِي قُبُورِهِمْ فَقُولُوا: بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ۔(مستدرکِ حاکم:1353)(البنایۃ:3/250)

قبر میں اُتارتے ہوئے پردہ کرنا:

میّت اگر عورت ہو تو قبر میں اتارتے ہوئے پردہ کیا جائے گا، مرد ہو تو دفن کے وقت پردہ نہ کرنا چاہیئے۔ ہاں! اگر عذر ہو، مثلاً: بارش ہورہی ہو تو جائز ہے۔(الدر المختار:2/236)

عورت کو قبر میں اُتارتے ہوئے پردہ کرنا واجب ہے یا مستحب، دونوں ہی قول ہیں، راجح یہ ہے کہ جب کفن کھل جانے اور بدن ظاہر ہونے کا ظن غالب ہو تو ضروری ہے، ورنہ مستحب ہے۔(عمدۃ الفقہ:2/531)

میت کو قبر میں کس طرح لٹایا جائے؟

میت کو قبر میں لٹانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اُسے قبر میں دائیں کروٹ پر قبلہ رُخ کرکے لٹایا جائے اور میت کی پیٹھ کی طرف مٹی یا اس کے ڈھیلے سے ٹیک لگادیں تاکہ میت دائیں کروٹ پر قائم رہے۔ سیدھا

لٹا کر صرف منہ قبلہ کی طرف کرنے کا جو عام رواج ہو گیا ہے وہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے، پس اس سے پرہیز کرنا اور سنت کو رواج دینا ضروری ہے۔(عمدۃ الفقہ:2/531)(البنایۃ:3/254)

میت کو قبر میں لٹانے کے بعد کفن کی وہ گرہیں جو کفن کھل جانے کے خوف سے لگائی گئیں تھیں اُنہیں کھول دیا جائے گا۔(ہدایہ)

قبر کو کس طرح بند کیا جائے گا؟

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد قبر کو بند کیا جائے گا، جس کا طریقہ یہ ہے:

- قبر اگر شق(صندوقی)ہو تو اُس کے اوپر لکڑی کے تختے یا سیمنٹ کے سلیب رکھ کر بند کریں گے۔
- اور اگر بغلی قبر ہو تو اُسے کچی اینٹوں یا نَرکل وغیرہ سے بند کریں گے۔(احکامِ میت:148)

رات کو دفنانا:

رات کو دفنانا بلاشبہ جائز ہے، نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رات میں نبی کریم ﷺ (کسی میت کو رکھنے کے لئے) قبر میں اترے، آپ کے لئے چراغ جلا دیا گیا چنانچہ آپ نے میت کو قبلہ کی طرف سے پکڑا (اور اسے قبر میں اتارا) اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تو (خوف اللہ سے) بہت رونے والا اور قرآن کریم بہت زیادہ پڑھنے والے تھے۔عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا، فَأُسْرِجَ لَهُ سِرَاجٌ، فَأَخَذَهُ مِنْ قِبَلِ القِبْلَةِ، وَقَالَ:رَحِمَكَ اللَّهُ، إِنْ كُنْتَ لَأَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْآنِ۔(ترمذی:1057)

قبر میں میت کے نیچے کچھ بچھانا:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بلاضرورت قبر کے اندر میت کے نیچے کوئی چیز نہیں بچھائی جائے گی، البتہ بوقتِ ضرورت بچھا سکتے ہیں، مثلاً: بارش کی وجہ سے قبر کے اندر کی مٹی گیلی ہے یا نیچے سے پانی نکل رہا ہے تو کپڑا یا چٹائی وغیرہ بچھا کر اس پر میت کو رکھ سکتے ہیں۔(تحفۃ الالمعی:3/458)(البنایۃ:3/253)

قبر پر مٹی ڈالنے کا طریقہ:

- کہاں سے ابتداء کی جائے؟: سرہانے کی طرف سے ابتداء کرنا مستحب ہے۔(ابن ماجہ:1565)
- کتنی مرتبہ ڈالی جائے؟: تین مرتبہ ڈالنا مستحب ہے۔(مشکوۃ المصابیح:1708)
- کس طرح ڈالی جائے؟: دونوں ہاتھوں سے تین تین لپ بھر کر مٹی ڈالنا مستحب ہے، اور ایک دم سے ساری مٹی نہیں ڈالیں گے بلکہ تھوڑی تھوڑی کرکے ڈالیں گے۔(مسلم:121)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی پھر اس کی قبر پر آئے اور سرہانے کی طرف سے قبر میں تین مٹھی مٹی ڈالی۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم،صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ، ثُمَّ أَتَى قَبْرَ الْمَيِّتِ، فَحَثَى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ ثَلَاثًا۔(ابن ماجہ:1565)

حضرت جعفر صادق بن محمد اپنے والد (حضرت باقر) سے مرسلاً نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میّت پر اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعہ تین لپ بھر کر مٹی ڈالی اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر کے اوپر پانی چھڑکا اور علامت کے لئے قبر پر سنگریزے رکھے۔عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ مُرْسَلًا

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حثا عَلَى الْمَيِّتِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيعًا وَأَنَّهُ رَشَّ عَلَى قَبْرِ ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ۔(مشکوۃ المصابیح:1708)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت اپنے بیٹے سے کہا: جب میں مر جاؤں تو کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ نہ جائے اور نہ آگ ساتھ لے جائی جائے اور جب مجھے دفن کرنا تو تھوڑا تھوڑا کر کے مٹی ڈال دینا پھر میری قبر کے چاروں طرف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ میں تم سے اُنسیت حاصل کر سکوں اور میں جان سکوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ، وَلَا نَارٌ، فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي۔(مسلم:121)

قبر پر مٹی ڈالنے کی دعاء:

قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کا پڑھنا مسنون ہے:

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ، وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى﴾ترجمہ: اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا۔اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے،اور اسی سے ایک مرتبہ پھر تمہیں نکال لائیں گے۔(سورہ طٰہٰ:55)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا قبر میں رکھی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی : ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ، وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى﴾۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: لَمَّا وُضِعَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ ابْنَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ قَالَ

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ، وَمِنْهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى}۔(مسند احمد:22187)

طریقہ اس کا یہ ہے کہ پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے ہوئے: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ۔ دوسری مرتبہ میں: وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ اور تیسری مرتبہ میں: وَمِنْهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى پڑھیں گے اس کے بعد پھاوڑے وغیرہ سے بقیہ مٹی قبر پر ڈال دی جائے گی۔(عمدۃ الفقہ:2/532)(احکامِ میت:149،150)

قبر پر پانی چھڑکنا :

قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد اُس پر پانی چھڑک دینا چاہیئے، یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ سے ثابت ہے، اس کا حکم ،طریقہ اور حکمت کیا ہے اِس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم :

مٹی ڈالنے کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔(احکامِ میت:150)

قبر پر پانی چھڑکنے کا طریقہ:

قبر پر پانی چھڑکنے کا طریقہ یہ ہے کہ سر کی جانب سے پانی چھڑکنا شروع کرکے پاؤں کی طرف ختم کردینا چاہیئے، ایک مرتبہ یا ایک سے زیادہ دفعہ بھی کیا جاسکتا ہے۔(مرقاۃ:3/1224)

حضرت جعفر صادق بن محمد اپنے والد (حضرت باقر) سے بطریق ارسال نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے میّت پر اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعہ تین لپ بھر کر مٹی ڈالی اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر کے اوپر پانی چھڑکا اور علامت کے لئے قبر پر سنگریزے رکھے۔عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ

أَبِيهِ مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حثا عَلَى الْمَيِّتِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيعًا وَأَنَّهُ رَشَّ عَلَى قَبْرِ ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ۔(مشکوۃ المصابیح:1708)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ راوی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر پر پانی چھڑ کا گیا تھا اور وہ شخص کہ جنہوں نے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر مبارک پر پانی چھڑ کا تھا، حضرت بلال بن رباح رَضِیَ اللہُ عَنْہُ تھے چنانچہ انہوں نے مشک لے کر سر کی طرف سے (قبر پر) پانی چھڑکنا شروع کیا اور پاؤں تک (چھڑکتے ہوئے) لے گئے۔رُشَّ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلی الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءُ رَشًّا، قَالَ:وَكَانَ الَّذِي رَشَّ الْمَاءَ عَلَى قَبْرِهِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، حَتَّى انْتَهَى إِلَى رِجْلَيْهِ۔(دلائل النبوّۃ للبیہقی:7/264)

قبر پر پانی چھڑکنے کی حکمتیں:

اس کی اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، ظاہری طور پر جو حکمتیں ذکر کی گئی ہیں وہ یہ ہیں:

(1)۔۔۔رحمتوں کے نزول کا نیک فال لینا۔یعنی اے اللہ! جس طرح ہم ظاہری طور پر اِس قبر پر پانی ڈال رہے ہیں آپ اِس صاحبِ قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمادیجئے۔

(2)۔۔۔گناہوں اور خطاؤں کے دُھل جانے کا نیک فال لینا۔یعنی اے اللہ! جس طرح ہمارے پانی ڈالنے سے اِس قبر کی مٹی دُھل رہی ہے آپ اپنی رحمت سے اِس صاحبِ قبر کے گناہوں کو دھو دیجئے۔

(3)۔۔۔قبر کی مٹی کو بٹھانے کے لئے، تاکہ مٹی پھیل نہ جائے۔(لمعات۔بحوالہ حاشیہ مشکوۃ:149)

قبر کو کس طرح بنایا جائے؟

قبر کو مربع یعنی چوکور بنانا مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کی طرح بنائی جائے جس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونی چاہیئے۔(احکامِ میت:149- 150)(ردالمحتار:2/237)

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیماری میں جس میں ان کی وفات ہوئی فرمایا: مجھے دفن کرنے کے لئے لحد بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کرنا جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا گیا تھا۔عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: فِي مَرَضِهِ الَّذِي هَلَكَ فِيهِ: «الْحَدُوا لِي لَحْدًا، وَانْصِبُوا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا، كَمَا صُنِعَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»۔(مسلم:966)

حضرت سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا جو اونٹ کے کوہان کی طرح تھی۔عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ:«أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مُسَنَّمًا»۔(بخاری:1390)

حضرت ابوالہیاج اسدی (تابعی) کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس کام پر مامور نہ کروں جس کام پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا تھا؟ اور وہ کام یہ ہے کہ تم جو بھی تصویر دیکھو اسے چھوڑو نہیں بلکہ اسے مٹادو اور جس قبر کو بلند دیکھو اسے برابر کردو(یعنی قبر اگر زیادہ اونچی اور بلند بنائی گئی ہو تو اسے اتنی نیچی کردو کہ زمین کی سطح سے قریب ہو جائے صرف اس کا نشان باقی رہے جس کی مقدار ایک بالشت ہے کیونکہ مسنون یہی ہے)۔عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ «أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ»۔(مسلم:969)

قبر کو پختہ بنانا اور اُس پر عمارت قائم کرنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر گچ کرنے (چونے وغیرہ سے پختہ بنانے) اور اس پر عمارت بنانے سے نیز قبر کے اوپر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ»۔(مسلم:970)

گچ کرنا دراصل چونے وغیرہ سے عمارت کے پختہ کرنے کو کہا جاتا ہے، موجودہ زمانے میں قبروں کو ماربل اور سنگِ مَرمَر وغیرہ کے ذریعہ پختہ اور مضبوط بنانے کا رَواج ہے جو احادیثِ رسول اللہ ﷺ کی رُو سے بالکل ناجائز ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کیا جاتا ہے کہ اُس پر ایک اونچی اور مضبوط عمارت بھی قائم کی جاتی ہے، قبّہ بھی بنادیا جاتا ہے اور باقاعدہ ایک مَزار کی شکل دیدی جاتی ہے، یہ سب جہالت اور دین سے دوری کا نتیجہ ہے جس میں عَوام کالأنعام مبتلاء ہیں۔

پختہ قبر بنانے کی مُمانعت ایک اتفاقی مسئلہ ہے:

بعض لوگ پختہ قبر بنانے کو اختلافی مسئلہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں، اُن کی یہ رائے محض غلط ہے، یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں، بلکہ حدیث کا صریح اور واضح مسئلہ ہے، اِس میں بھلا اختلاف کی کیا وجہ ہوسکتی ہے، ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و محدّثین اِس پر متفق ہیں، ذیل میں اِس کے کچھ حوالہ جات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں:

✳—اِمام محمّد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم اس چیز کو درست نہیں سمجھتے کہ قبر پر اس کی اپنی مٹی سے زیادہ مٹی ڈالی جائے اور ہم اسے بھی مکروہ (بمعنی حرام) سمجھتے ہیں کہ قبر کو چونا گچ کیا جائے یا مٹی سے لیپا جائے یا اس کے قریب مسجد بنائی جائے یا نشان بنایا جائے یا اس پر لکھا جائے اسی طرح ہمارے نزدیک پختہ اینٹ سے قبر بنانا یا اسے قبر میں استعمال کرنا مکروہ ہے البتہ قبر پر پانی لگانے میں کوئی حرج گناہ نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ ہی قول ہے۔

قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهِ نَأْخُذُ، وَلَا نَرَى أَنْ يُزَادَ عَلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ، وَنَكْرَهُ أَنْ يُجَصَّصَ أَوْ يُطَيَّنَ، أَوْ

يُجْعَلَ عِنْدَهُ مَسْجِدٌ، أَوْ عَلَمٌ، أَوْ يُكْتَبُ عَلَيْهِ، وَنَكْرَهُ الْآجُرَ أَنْ يُبْنَى بِهِ أَوْ يَدْخُلَ الْقَبْرَ، وَلَا نَرَى بِرَشِّ الْمَاءِ عَلَيْهِ بَأْسًا، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔(کتاب الآثار:256)

✳—اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں یہ پسند کرتا ہوں کہ قبر کو زمین سے صرف ایک بالشت یا اس کے قریب قریب اونچا کیا جائے اور مجھے یہ پسند ہے کہ قبر پر عمارت قائم نہ کی جائے اور اُسے پختہ نہ کیا جائے اِس لئے کہ یہ زینت اختیار کرنے اور تکبر کرنے کے مُشابہ ہے اور موت ان دونوں (زینت اور تکبّر) کا مقام نہیں ہے، اور میں نے مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں کو پختہ نہیں دیکھا۔وَإِنَّمَا أُحِبُّ أَنْ يُشَخِّصَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ شِبْرًا أَوْ نَحْوَهُ وَأُحِبُّ أَنْ لَا يُبْنَى، وَلَا يُجَصَّصَ فَإِنَّ ذَلِكَ يُشْبِهُ الزِّينَةَ وَالْخُيَلَاءَ، وَلَيْسَ الْمَوْتُ مَوْضِعَ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، وَلَمْ أَرَ قُبُورَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ مُجَصَّصَةً۔(کتاب الام للشافعی:1/316)

✳—علّامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ قبر پر عمارت تعمیر کرنا اسے پختہ بنانا یا اس پر کتبہ لگانا مکروہ ہے کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پختہ بنانے اس پر عمارت کھڑی کرنے اور اس پر بیٹھنے سے منع کیا ہے اور اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ " وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ " یعنی اس بات سے منع کیا ہے کہ قبر پر کچھ لکھا جائے، نیز اس (قبروں کو پختہ بنانے، اُس پر عمارت قائم کرنے اور اُس پر کچھ لکھنے کی مُمانعت) کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دنیا کی زیب و زینت اختیار کرنے کا معنی پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ میّت کو اِس کی بالکل حاجت نہیں۔وَيُكْرَهُ الْبِنَاءُ عَلَى الْقَبْرِ، وَتَجْصِيصُهُ، وَالْكِتَابَةُ عَلَيْهِ لِمَا رَوَى مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ،

وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ.» زَادَ التِّرْمِذِيُّ وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ. وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَلِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ زِينَةِ الدُّنْيَا، فَلَا حَاجَةَ بِالْمَيِّتِ إِلَيْهِ۔(المغنی لابن قدامۃ:2/378)

✳— امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر عمارت تعمیر کرنے کو مکروہ (حرام) سمجھتا ہوں۔وَقَالَ مَالِكٌ: أَكْرَهُ تَجْصِيصَ الْقُبُورِ وَالْبِنَاءَ عَلَيْهَا وَهَذِهِ الْحِجَارَةَ الَّتِي يُبْنَى عَلَيْهَا۔(المدوّنۃ الکبریٰ:1/263)

✳— شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قبر زمین سے ایک بالشت اونچی بنائی جائے گی اور اس پر پانی چھڑکا جائے گا اس پر سنگریزہ رکھنا اور مٹی سے لیپ کرنا بھی جائز ہے مگر پختہ گچ کرنا مکروہ ہے۔وَيُرْفَعُ الْقَبْرُ مِنَ الْاَرْضِ قَدْرَ شِبْرٍ وَ يُرَشُّ عَلَيْهِ الْمَاءُ وَ يَضَعَ عَلَيْهِ الْحَصىٰ وَ اِنْ طَيَّنَ جَازَ وَ اِنْ جَصَّصَ كُرِهَ۔(غنیۃ الطالبین:2/233)

قبر پر کتبہ لگانا:

قبر پر کتبہ لگانے کے جائز و ناجائز ہونے کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

- ضرورت کے تحت لکھنا: جائز ہے، لیکن نہ لکھنا بہتر ہے۔
- بلا ضرورت لکھنا: مکروہ ہے۔
- آیاتِ قرآنیہ لکھوانا: ہر حال میں مکروہ ہے۔(عمدۃ الفقہ:2/533)

کتبہ پر آیاتِ قرآنیہ لکھنا یا کوئی شعر یا مبالغہ آمیز میت کے تعریفی جملے لکھنا جائز نہیں، ہاں! نام وغیرہ بطور یاد داشت لکھنے کی گنجائش ہے، جو قبر سے علیحدہ سرہانے پر لگانا چاہیئے، البتہ ضرورت کے باوجود بھی نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔(احکامِ میت:157)(عمدۃ الفقہ:2/533)(فتاوی دار العلوم زکریا:2/654)

﴿سترہواں حکم: دفن کے بعد﴾

تدفین کے بعد کے اعمال:

تدفین کے بعد مندرجہ ذیل کام بہتر ہیں:

(1)۔۔۔کچھ دیر ٹھہرنا:

نبی کریم ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر وہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ۔(ابوداؤد:3221)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت اپنے بیٹے سے کہا: جب میں مر جاؤں تو کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ نہ جائے اور نہ آگ ساتھ لے جائی جائے اور جب مجھے دفن کرنا تو تھوڑا تھوڑا کرکے مٹی ڈال دینا پھر میری قبر کے چاروں طرف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ میں تم سے اُنسیت حاصل کر سکوں اور میں جان سکوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ، وَلَا نَارٌ، فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي۔(مسلم:121)

(2)۔۔۔میت کے لئے ثابت قدمی کی دعاء کرنا:

میت کیلئے مُنکَر نکیر کے سوالات کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعاء کرنا چاہیئے،حدیث میں ہے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ جب کسی میّت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ

دیر ٹھہرتے اور فرماتے: اپنے بھائی کیلئے اِستغفار کرو اور اس کیلئے ثابت قدمی کی دعاء کرو اِس لئے کہ اس سے اب پوچھا جائے گا۔اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ۔(ابوداؤد:3221)

(3)۔۔۔میت کے لئے استغفار کرنا:

یعنی میت کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنا چاہیئے اور یہ بھی حدیثِ سابق میں صراحۃً مذکور ہے۔اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ۔(ابوداؤد:3221)

(4)۔۔۔سورۃ البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کا پڑھنا:

سرہانے کھڑے ہوکر سورۃ الفاتحہ اور بقرہ کا ابتدائی رکوع(مفلحون تک) اور پاؤں کے پاس آخری آیات(آمن الرّسول سے آخر تک)ہر فرض نماز کے بعد پڑھنا چاہیئے۔حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اُسے گھر میں روک کر مت رکھو،اُسے جلدی اُس کی قبر تک لے جاؤ اور چاہیئے کہ میّت کے سر کے پاس سورۃ الفاتحہ اور سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات (مفلحون تک) اور اُس کے پاؤں کے پاس آخری آیات(آمن الرّسول سے) پڑھی جائے۔إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَبْرِهِ۔(شعب الایمان:8854)

(5)۔۔۔میت کو اچھے الفاظ میں یاد کرنا:

بکثرت یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ کسی کے مرنے کے بعد باہمی گفتگو میں میت کے محاسن اور خوبیوں کو ذکر کرتے ہوئے اُس کی بُرائیوں کا بھی تذکرہ کرنے لگتے ہیں،حالآنکہ احادیث میں اِس کی مُمانعت کی گئی

ہے، نبی کریم ﷺ کی تعلیمات یہ ہیں کہ میت کے حق میں اچھائیوں اور خوبیوں کی شہادت دینی چاہیئے، ذیل میں اِس سلسلے کی چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذرا تو (صحابہ کرامؓ نے) اس کی تعریف کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، (پھر ایک) اور جنازہ گذرا تو (صحابہ کرامؓ نے) اس کی برائی بیان کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں ایک جنازہ گذرا اور اس پر تعریف کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہو گئی (تین مرتبہ) پھر (دوسرا) جنازہ گذرا اور اس کی برائی بیان کی گئی تو (پھر بھی) آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہو گئی (تین مرتبہ) پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے جس کی تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی تو اس کے لئے جہنم واجب ہو گئی تم (لوگ) زمین میں اللہ کے گواہ ہو (تین مرتبہ فرمایا)۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ»، وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ»، قَالَ عُمَرُ: فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي، مُرَّ بِجَنَازَةٍ، فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرٌ، فَقُلْتَ:«وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ»، وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ، فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرٌّ، فَقُلْتَ: «وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ»؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ»۔(مسلم:949)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: مُردوں کو بُرا نہ کہو، کیونکہ وہ اُس چیز تک پہنچ چکے ہیں جو اُنہوں نے کیا (اللہ تعالیٰ اُن کے عمل کا بدلہ اُنہیں دیں گے، اب تم اپنی فکر میں لگو)۔لاَ تَسُبُّوا الأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا۔(بخاری:1393)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو مسلمان بھی مَر جائے اور اُس کے دو ادنیٰ پڑوس کے گھر کے افراد بھی اُس کے بارے میں اِس بات کی گواہی دیدیں کہ وہ مرحوم کے اندر صرف خیر ہی جانتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے تمہاری گواہی کو قبول کرلیا اور مَرنے والے کے وہ گناہ معاف کردیتاہوں جو تم نہیں جانتے۔مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَشْهَدُ لَهُ أَرْبَعَةٌ مِنْ أَهْلِ أَبْيَاتِ جِيرَانِهِ الْأَدْنَيْنَ أَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ مِنْهُ إِلَّا خَيْرًا، إِلَّا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَتَبَارَكَ: قَدْ قَبِلْتُ قَوْلَكُمْ-أَوْ قَالَ: شَهَادَتَكُمْ-وَغَفَرْتُ لَهُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔(مستدرکِ حاکم:1398)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: جب تمہارے کسی ساتھی کا انتقال ہو جائے تو اُسے کو چھوڑ دو اور اُس کی غیبت نہ کرو۔إِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ، وَلَا تَقَعُوا فِيهِ۔(ابوداؤد: 4899)

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اپنے مُردوں کی اچھائیاں بیان کیا کرو اور اُن کی بُرائیاں بیان کرنے سے گریز کیا کرو۔اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ۔(ابوداؤد:4900)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: مردوں کو بُرا نہ کہا کرو، کیونکہ اِس عمل سے تم زندوں کو تکلیف واذیت پہنچاؤ گے۔لَا تَسُبُّوا الأَمْوَاتَ فَتُؤْذُوا الأَحْيَاءَ۔(ترمذی:1982)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے کسی مرنے والے کا بُرائی کے ساتھ تذکرہ کیا گیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اپنے مرنے والوں کا صرف خیر و بھلائی کے ساتھ تذکرہ کیا کرو۔لَا تَذْکُرُوا هَلْكَاكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ۔(نسائی:1935)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے: اپنے مردوں کا صرف خیر و بھلائی کے ساتھ تذکر کیا کرو، اِس لئے کہ اگر وہ جنتی ہیں تو تم گناہ گار ہوگے اور اگر وہ دوزخی ہیں تو (تمہیں اُن کی برائی کی کیا ضرورت ہے) اُن کے لئے تو وہی کافی ہے جس میں وہ ہیں۔لَا تَذْکُرُوْا مَوْتَاکُم إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّهُمْ إن يَّكُوْنُوا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّة تَأْثَمُوا وَإِنْ يَّكُوْنُوا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَحَسْبُهُمْ مَا هُمْ فِيْهِ۔(اِحیاءعلوم الدین:4/493)

(6)—ایصالِ ثواب:

میّت کیلئے ایصالِ ثواب کرنا چاہیئے اور اپنے نفلی اعمال، مثلاً: تلاوت، صدقہ، روزہ اور دیگر نفلی اعمال کرکے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنی چاہیئے کہ اُن کا اجروثواب مرحوم تک پہنچادیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہو گئیں۔ اس موقع پر وہ ان کے پاس نہیں تھے۔(جب واپس پہنچے) تو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آئے اور پوچھا: یارسول اللہ، میری والدہ فوت ہوگئی ہیں اور میں ان کے پاس نہیں تھا۔ کیا کوئی چیز جو میں ان کی طرف سے صدقہ کروں، انہیں فائدہ دے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس پر انھوں نے کہا: میں آپ کو گواہ بناتا ہوں، یہ میرا مخراف (نامی باغ) ان (کے نام) پر صدقہ ہے۔أَنْبَأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا

غَائِبٌ عَنْهَا، أَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ:«نَعَمْ»،قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ المِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا۔(بخاری:2756)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دریافت کیا: یارسول اللہ! میری والدہ اچانک فوت ہو گئیں اور وہ کوئی وصیت نہ کر سکیں، میرا گمان ہے کہ وہ اگر بات کر پاتیں تو (ضرور) صدقہ کرتیں، (مجھے یہ بتایئے! کہ) اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اجر ملے گا،؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تُوصِ، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، أَفَلَهَا أَجْرٌ، إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ:«نَعَمْ»۔(مسلم:1004)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میرے والد وفات پا گئے، انہوں نے مال چھوڑا ہے، لیکن وصیت نہیں کی۔ کیا اگر میں اُن کی جانب سے صدقہ کروں تو اُن (کے گناہوں) کیلئے کفارہ بن جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ہاں۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا، وَلَمْ يُوصِ، فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ»۔(مسلم:1630)

حضرت حنش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مینڈھوں کی قربانی کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یہ کیا؟ فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، سو میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔عَنْ حَنَشٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ

فَقُلْتُ لَهُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ:«إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ»۔(ابوداؤد:2790)

حضرت ابواُسید مالک بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے پاس موجود تھے کہ اتنے میں بنوسلمہ کا ایک شخص آیا اور اُس نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: یارسول اللہ! میرے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوئی صورت ہے، جس کو میں اختیار کروں؟ فرمایا: ہاں! ان کے لئے دُعاو اِستغفار کرنا، ان کے بعد ان کی وصیت کو نافذ کرنا، ان کے متعلقین سے صلہ رحمی کرنا، اور ان کے دوستوں سے عزّت کے ساتھ پیش آنا۔بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: «نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا»۔(ابوداؤد:5142)

(7)—میّت کے دَین کو اداء کرنا:

میت کیلئے ایصالِ ثواب اور دعاء وغیرہ سے بھی زیادہ جلدی جس چیز کی ضرورت ہے وہ اُس کے قرضو کو اداء کرنے کا اہتمام کرنا ہے، عموماً اِس میں بڑی حد تک غفلت، سستی اور کوتاہی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے میّت کی آخرت کا معاملہ داؤ پر لگتا ہے، یاد رکھئے! کسی کے ساتھ اُس کے مَرنے کے بعد سب سے بڑا احسان اُس کے قرض کو اداء کرنا ہے۔

اِمام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کی مجھے یہ خبر پہنچی ہے: جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں اُن کے ساتھ بدسلوکی کرتا رہا پھر (مرنے کے بعد) اُن کے قرض کو اگر اُن کے ذمّہ کسی کا ہو تو اداء کردے اور اُن کیلئے

استغفار کرے اور اُنہیں کسی کے سامنے گالی کیلئے پیش نہ کرے تو اُسے بارّ(حُسنِ سلوک کرنے والا) لکھ دیا جاتا ہے، اور جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتا رہا پھر (اُن کے مرنے کے بعد) اُن کے قرض کو اگر اُن کے ذمّہ کسی کا ہو تو اداء نہ کرے اور اُن کیلئے استغفار نہ کرے اور اُنہیں دوسروں کے سامنے گالی کیلئے پیش کرے تو وہ عاق (نافرمانی اور بدسلوکی کرنے والا لکھ دیا جاتا ہے۔بَلَغَنِي أَنَّ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ فِي حَيَاتِهِمَا، ثُمَّ قَضَى دَيْنًا إِنْ كَانَ عَلَيْهِمَا، وَاسْتَغْفَرَ لَهُمَا وَلَمْ يسْتَسِبَّ لَهُمَا كُتِبَ بَارًّا، وَمَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ فِي حَيَاتِهِمَا، ثُمَّ لَمْ يَقْضِ دَيْنًا إِذَا كَانَ عَلَيْهِمَا، وَلَمْ يَسْتَغْفِرْ لَهُمَا، واسْتَسَبَّ لَهُمَا كُتِبَ عَاقًّا۔(شعب الایمان:7529)

فائدہ:ماں باپ کوکسی کے سامنے گالی کیلئے پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور کے ماں باپ کو گالی دی جائے جس کی وجہ سے وہ بھی پلٹ کر جواب میں تمہارے ماں باپ کو گالی دے، تو یہ اگرچہ دیکھنے میں تو دوسروں کے ماں باپ کو گالی دینا ہے لیکن در حقیقت یہ اپنے ماں باپ کو دوسروں کے سامنے گالی کیلئے پیش کرنا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں اِس کی صراحت کی گئی ہے:

کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے، لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ہاں! (وہ اِس طرح کہ) وہ کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے جس سے وہ اِس کے باپ کو گالی دے، اور یہ اُس کی ماں کو گالی دے جس سے وہ اِس کی ماں کو گالی دے۔مِنَ الكَبَائِرِ أَنْ يَشْتُمَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟قَالَ:نَعَمْ،يَسُبُّ أَبَاالرَّجُلِ فَيَشْتُمُ أَبَاهُ وَيَشْتُمُ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ۔(ترمذی:1902)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے اپنے والدین کی جانب سے حج کیا یا اُن کی جانب سے قرضہ اداء کیا تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن ابرار اُٹھائیں گے۔مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ، أَوْ قَضَى عَنْهُمَا مَغْرَمًا بَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْأَبْرَارِ۔(طبرانی اوسط: 7800)

(8)۔۔۔وقتاً فوقتاً قبر کی زیارت کرتے رہنا:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جو شخص ہر جمعہ کو اپنے والدین یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اُس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اُسے والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا لکھ دیا جاتا ہے۔مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًّا۔(شعب الایمان:7522)

فائدہ: قبر کی زیارت کے آداب اور اُس سے متعلّق شرعی احکام اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆.........☆.........☆.........☆

قبروں کی زیارت

زیارتِ قبور کی ابتدائی مُمانعت اور اُس کا منسوخ ہونا:

احادیثِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں مسلمانوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا، تاکہ جاہلیت کے زمانے کی رسومِ فاسدہ کا مکمل قلع قمع ہوسکے، پھر بعد میں قبروں کی زیارت کی اِجازت دیدی گئی اور صرف اِجازت ہی نہیں بلکہ اِس کی ترغیب بھی دی گئی کیونکہ یہ آخرت کو یاد دلانے والی اور اِنسان کیلئے نہایت عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے پہلے تمہیں قبروں پر جانے سے منع کیا تھا مگر اب تم قبروں پر جایا کرو کیونکہ قبروں پر جانا دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا؛ فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ»۔(ابن ماجہ:1571)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے تو میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھے مگر اب تم قبروں کی زیارت کر لیا کرو، اسی طرح میں قربانی کا گوشت تین سے زیادہ رکھ کر کھانے سے منع کیا تھا اور اب تم جب چاہو اسے کھاؤ نیز میں نے نبیذ کو سوائے مشک کے دوسرے برتنوں میں رکھ کر پینے سے منع کیا تھا اب تم جن برتنوں میں چاہو سب میں پی لیا کرو لیکن نشہ کی کوئی چیز کبھی نہ پینا۔عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ

الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَأَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيذِ إِلَّا فِي سِقَاءٍ، فَاشْرَبُوا فِي الْأَسْقِيَةِ كُلِّهَا، وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا»۔(مسلم:977)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں تین کاموں سے منع کیا تھا لیکن اب ان کے کرنے کا تمہیں حکم دیتا ہوں: میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا لیکن اب ان کی زیارت کر لیا کرو کیونکہ اس میں نصیحت ہے۔ میں نے تمہیں چمڑے کے سوا دوسرے برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اب ہر برتن میں پی لیا کرو، ہاں! نشہ لانے والی چیز نہ پیا کرو۔ اور میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع کیا تھا لیکن اب کھا لیا کرو اور اپنے سفر میں اس سے فائدہ اٹھایا کرو۔نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ، وَأَنَا آمُرُكُمْ بِهِنَّ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَشْرِبَةِ أَنْ تَشْرَبُوا إِلَّا فِي ظُرُوفِ الْأَدَمِ فَاشْرَبُوا فِي كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ أَنْ لَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ أَنْ تَأْكُلُوهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَكُلُوا وَاسْتَمْتِعُوا بِهَا فِي أَسْفَارِكُمْ۔(ابوداؤد:3698)

شروع میں زیارتِ قبور سے منع کرنے کی وجہ:

علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زیارت قبور سے منع کرنے کا معنی یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کا بتوں کی عبادت اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کا زمانہ قریب تھا اِس وجہ سے یہ ممانعت تھی، لیکن جب اسلام مستحکم ہوا اور لوگوں کے دلوں میں راسخ اور مضبوط ہوگیا اور قبروں کی عبادت اور ان کے لئے نماز کا خوف ختم ہوگیا تو پھر زیارتِ قبور کی ممانعت منسوخ ہوگئی کیونکہ دراصل زیارتِ قبور آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔(عُمدۃ القاری:8/70)

مَردوں کیلئے زیارتِ قبور کا حکم:

شروع میں جس وقت خاص مصالح کے پیشِ نظر قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا اُس وقت تو اِس کا حکم ناجائز کا تھا، لیکن بعد میں جب اس کی مُمانعت منسوخ ہوگئی تو اب اس کی کیا حیثیت جمہور کے نزدیک مندوب اور مستحب کی ہے، چنانچہ احادیثِ رسول اللہ ﷺ میں قبروں کی زیارت کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اِستحباب پر محمول ہے۔(مرقاۃ:4/1255)

عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت کا حکم:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم : اِس بارے میں احناف کے دو قول ہیں:(1)عدمِ جواز۔ (2)جواز۔

راجح یہ ہے کہ کثرتِ جزع، بے پردگی، مَردوں سے اختلاط، یا بدعات کے ارتکاب یا کسی اور فتنے کا اندیشہ ہو تو ممنوع ہے، ورنہ جائز ہے۔

- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مطلقاً مکروہ ہے۔(درسِ ترمذی:3/327تا329)(الفقہ الاسلامی:2/1570)

فائدہ : زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ عورتیں خواہ بوڑھی ہوں یا جوان اور خواہ بزرگوں کے قبروں میں جائیں یا عام قبرستان میں، مطلقاً ہر حال میں منع کیا جائے۔ اور ہمارے زمانے میں جبکہ جہالت اور رُسومِ بدعات و شرک کا بہت زور ہے اور بہت سے غیر اخلاقی اور غیر شرعی امور کا ظہور ہے، لہٰذا مناسب یہ ہے شدت سے منع کیا جائے۔(زبدۃ الفقہ:403)

زیارتِ قبور کے درجات:

نصوص و روایات میں غور کرنے اور فقہاء و محدّثین کے کلام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی زیارت کے چار درجات ہیں:

- **مستحب:** عمومی حالت میں قبروں کی زیارت کرنا مَردوں کے لئے مستحب ہے اور روضہ اقدس کی زیارت کرنا مَردوں اور عورتوں دونوں ہی کیلئے مستحب ہے۔
- **جائز:** قبروں کی زیارت کرنا بوڑھی عورتوں کے لئے جائز ہے، بشرطیکہ کثرتِ جزع، بے پردگی، مَردوں سے اختلاط، بدعات کے ارتکاب یا کسی اور فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔
- **مکروہ:** جوان عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے۔
- **ممنوع:** قبروں کی زیارت کرنا اُس وقت ممنوع اور ناجائز ہے جبکہ جزع فزع کرنے، نوحہ و بین کرنے یا بدعات کے ارتکاب اور غم و حزن کو تازہ کرنے کے اِرادے سے زیارت کی جائے یا عورتوں کیلئے بے پردگی، مَردوں سے اختلاط، یا اور کسی فتنے میں مبتلاء ہونے کا قوی اندیشہ ہو، اِن تمام صورتوں میں زیارت ممنوع اور ناجائز ہے۔(ردّالمحتار، بتغیر یسیر:2/242)(درسِ ترمذی:3/327تا329)

قبروں کی زیارت کس دن کی جائے:

ہفتہ میں کسی بھی دن قبر کی زیارت کی جاسکتی ہے، البتہ علماء نے جمعہ کے دن زیارت کرنے کو افضل قرار دیا ہے، حدیث میں ہے: جو شخص ہر جمعہ کو اپنے والدین یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اُس کی

مغفرت کر دی جاتی ہے اور اُسے والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا لکھ دیا جاتا ہے۔مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًّا۔(شعب الایمان:7522)

حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ زیارت کی جائے اور اس میں بہتر یہ ہے وہ دن جمعہ کا ہو۔(تسہیل بہشتی زیور:1/386)

علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمّد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ: قبرستان کے مُردے جمعہ دن اور اُس سے ایک دن پہلے اور بعد میں (یعنی جمعرات اور ہفتہ کے دن) اپنی زیارت کیلئے آنے والوں کو جانتے ہیں، پس حاصل یہ نکلا کہ جمعہ کے دن زیارت کرنا افضل ہے۔(ردالمحتار:2/242) گویا اصل فضیلت جمعہ کی ہوئی اور اُس کی برکت سے ایک دن پہلے اور بعد میں بھی یہی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

اولیاء و صلحاء کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا:

جمہور علماء کرام کے نزدیک قبروں کی زیارت کیلئے سفر کرنا جائز ہے، بالخصوص جبکہ انبیاء کرام، اولیاءِ دین، اور صلحاء کی قبروں کی زیارت کیلئے سفر کیا جائے، اِس لئے کہ زیارتِ قبور کی نصوص عام اور دلائل مطلق ہیں، لہٰذا ان کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بعض شوافع، علّامہ ابن تیمیہ اور اُن کے ہمنوا اصحاب نے "لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ" کی حدیث کو بنیاد بناکر قبروں کی زیارت کیلئے سفر کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:24/89)(ردالمحتار:2/242)

عدمِ جواز کے قائلین اِس مسئلہ کو "شدِّ رِحال" کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں۔ ذیل میں اس مسئلہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ شدِّ رِحال:

شدِّ رِحال رختِ سفر یعنی سامانِ سفر کو باندھنے کو کہا جاتا ہے، حدیث میں مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ کسی بھی مسجد کی طرف اُس کی اِضافی فضیلت کے اعتقاد کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، اِس لئے کہ دوسری تمام مساجد برابر ہیں، اُن کے بارے میں شریعت نے کوئی اِضافی فضیلت ذکر نہیں فرمائی۔

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین مسجدوں کے علاوہ (کسی دوسری مسجد کے لیے) تم اپنے کجاووں کو نہ باندھو (یعنی سفر نہ کرو) مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی۔لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ: المَسْجِدِ الحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى۔(بخاری:1188)

اِس حدیث سے کے ضمن میں یہ مسئلہ بیان کرنا کہ خاص روضہ رسول پر حاضری دینے کی نیت سے سفر کرنا درست نہیں کیونکہ وہ مساجدِ ثلاثہ میں داخل نہیں جیسا کہ علّامہ ابن تیمیہ اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہما نے کیا ہے، یہ ہرگز درست نہیں، اِس لئے یہ معنیٰ تو اُس وقت لیا جاسکتا ہے جبکہ حدیثِ مذکور میں مستثنیٰ منہ کو عام ہونے کی حیثیت سے محذوف مانا جائے، لیکن ظاہر ہے کہ حدیثِ مذکور میں مستثنیٰ منہ کو عام نہیں لیا جاسکتا کیونکہ پھر تو مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ کسی بھی چیز کی جانب سفر جائز نہ ہوگا، حتیٰ کہ حصولِ علم، والدین کی زیارت اور تجارت کی غرض سے کیے جانے والے تمام اَسفار ممنوع اور حرام ہوجائیں گے، حالآنکہ خود علامہ ابن تیمیہ اور اُن کے پیروکار بھی اس کے قائل نہیں، پس لازماً یہی کہا جائے گا کہ حدیثِ مذکور میں مستثنیٰ منہ خاص ہونے کی حیثیت سے محذوف ہے اور وہ ”مسجد“ ہے، أی:لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى مَسْجِدٍ

إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِد۔یعنی کجاوہ کسی بھی مسجد کی طرف اُس کی فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے نہیں کسا جائے گا مگر تین مساجد کی طرف، کیونکہ اُن کی اِضافی فضیلت احادیث میں منقول ہیں۔

خلاصہ: یہ ہے کہ اولیاء کرام اور صلحاء کی قبروں کی زیارت کیلئے سفر کرنا بلاشبہ جائز ہے، ”شدِّ رِحال“ کی حدیث سے اِستدلال کرتے ہوئے اُس کو ممنوع قرار دینا جیسا کہ بعض حضرات نے کیا ہے، یہ ہر گز درست نہیں، اِس لئے کہ حدیث میں مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے، مطلقاً ہر قسم کے سفر کی ممانعت کو بیان نہیں کیا گیا، لہٰذا اُن کا اِستدلال اِس حدیث سے کسی طور درست نہیں۔(فتح الباری:3/66)(مرقاۃ:2/589)(نفحات التنقیح:2/362)

قبروں کی زیارت کا طریقہ:

جب قبرستان میں داخل ہوں تو وہاں کے اہلِ قبور کی نیت کرکے ایک بار سلام کرلیں۔ سلام کے الفاظ یہ ہیں: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ القُبُورِ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا، وَنَحْنُ بِالأَثَرِ»۔

ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف کرے، تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔(ترمذی:1053)

سلام کے بعد قبلہ کی طرف پشت کرکے اور میت کی جانب منہ کرکے جتنا ہوسکے قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچادیں۔(احکامِ میت:167، 268)

زیارتِ قبور کے وقت کے کچھ اعمال:

قرآن کریم کی تلاوت کرنا:

علّامہ ابن نُجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قبروں کے پاس تلاوت کرنا جائز ہے بلکہ بسا اوقات دیگر اعمال کے مقابلے میں تلاوت ہی زیادہ افضل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے قبرستان کے مُردوں سے عذاب میں تخفیف فرمادیتے ہیں۔(البحر الرائق:2/210)

سورہ اخلاص کا پڑھنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مَروی ہے کہ جو قبرستان میں سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھے پھر اُس کا اجر مُردوں کو بخش دے تو اُس کو تمام مُردوں کی تعداد کے بقدر اجر دیا جاتا ہے۔من مر على الْمَقَابِر وَقَرَأَ {قل هُوَ الله أحد} إِحْدَى عشرَة مرّة ثمَّ وهب أجره للأموات أعطي من الْأجر بِعَدَد الْأَمْوَات۔(شرح الصدور للسیوطی:1/303)

حضرت حمّاد مکّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک رات مکہ مکرمہ کے قبرستان گیا اور وہاں کسی قبر پر اپنا سر رکھ کے سو گیا، میں نے دیکھا کہ قبرستان کے مُردے حلقہ لگائے ہوئے ہیں، میں نے دریافت کیا: کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟ اُنہوں نے کہا: لیکن ہمارے بھائیوں میں سے کسی نے سورۂ اخلاص پڑھ کر اُس کا ثواب ہمیں پہنچایا ہے پس ہم اُسے ایک سال سے تقسیم کرنے میں لگے ہیں۔قَالَ حَمَّاد الْمَكِّيّ خرَجْتُ لَيْلَةً إِلَى مَقَابِر مَكَّة فَوَضَعْتُ رَأْسِي على قَبْرٍ فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ أَهْلَ الْمَقَابِرِ حَلقَةً حَلقَةً فَقُلْتُ قَامَتْ الْقِيَامَة قَالُوا لَا وَلَكِنَّ رَجُلٌ مِّنْ إِخْوَانِنَا قَرَأَ {قل هُوَ الله أحد} وَجَعَلَ ثَوَابَهَا لنا فَنحْنُ نَقْتَسِمُهُ مُنْذُ سَنَةً۔(شرح الصدور للسیوطی:1/303)

سورہ یٰسٓ کا پڑھنا:

حدیث کے مطابق سورۂ یٰسٓ کا ایک دفعہ پڑھنا دس قرآن کریم پڑھنے کے برابر ہے، لہٰذا کم وقت کے اندر زیادہ سے زیادہ مُردوں کیلئے ثواب بخشنے کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے کہ سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کرکے مُردوں کو بخش دیا جائے۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسٓ ہے جس نے اسے (ایک بار) پڑھا گویا اسنے دس بار قرآن پڑھ لیا۔إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا، وَإِنَّ قَلْبَ الْقُرْآنِ يس، مَنْ قَرَأَهَا، فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ عَشْرَ مَرَّاتٍ۔(سنن الدّارمی:3459)

لہٰذا اگر وقت ہو تو ایصالِ ثواب کیلئے زیارتِ قبور کے موقع پر قبرستان میں سورہ یٰسٓ پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے، چنانچہ منقول ہے: جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور سورہ یٰسٓ کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ مُردوں سے اُس دن عذاب میں تخفیف فرمادیتے ہیں اور پڑھنے والے کو قبرستان کے مُردوں کی تعداد کے بقدر نیکیاں ملتی ہیں۔مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ سُورَةَ يس خَفَّفَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ، وَكَانَ لَهُ بِعَدَدِ مَنْ فِيهَا حَسَنَاتٌ۔(رد المحتار:2/243)(البحر الرائق:2/210)یہی روایت علّامہ سیوطی رَحمۃُ اللہِ عَلَیْہ نے شرح الصدور کے میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی روایت سے مرفوعاً نقل فرمائی ہے۔(شرح الصدور:1/304)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جو قبرستان میں داخل ہو اور سورۃ یٰسٓ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس دن قبرستان والوں کے عذاب میں تخفیف فرمادیتا ہے(یعنی ان کا عذاب

ہلکا کردیتا ہے)اور پڑھنے والے کو یٰسٓ کے حروف کے بقدر نیکیاں ملتی ہیں۔مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ سُورَةَ يس خَفَّفَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ لَهُ بِعَدَدِ حُرُوْفِهَا حَسَنَات۔(تفسیر قرطبی:3/15)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: سورۂ یٰسٓ قرآن کریم کا دل ہے، اسے جو شخص بھی اللہ کی رضاء اور آخرت کے بھلے کیلئے پڑھے گا اُس کی مغفرت کردی جائے گی اور اِس سورت کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔يس قَلْبُ الْقُرْآنِ، لَا يَقْرَؤُهَا رَجُلٌ يُرِيدُ اللهَ والدَّارَ الْآخِرَةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ، وَاقْرَءُوهَا عَلَى مَوْتَاكُمْ۔(مسند احمد:20300)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو۔اقْرَءُوا يس عَلَى مَوْتَاكُمْ۔(ابوداؤد:3121)(ابن ماجہ:1448)

فائدہ: اِس حدیث میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو اِس میں "مَوْتَاكُمْ" سے کیا مراد ہے، اِس میں تین قول ذکر کیے گئے ہیں:

1. قریب الموت شخص مراد ہے، یعنی جس کی جان نکل رہی ہو اُس کے قریب پڑھنا چاہیئے۔
2. قبر پر پڑھنا مراد ہے، یعنی قبرستان میں مردوں کی زیارت کے موقع پر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔
3. دونوں ہی معنی مراد ہیں، یعنی قریب الموت شخص کے پاس بھی پڑھنا چاہیئے اور قبرستان میں مُردے کی زیارت کے موقع پر بھی پڑھنا چاہیئے۔(شرح الصدور للسیوطی:1/304)

سورۂ فاتحہ، اخلاص اور تکاثر پڑھنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور سورۃ الفاتحہ، سورۃ الاِخلاص اور سورۃ التکاثر پڑھے اور پھر اُس کا ثواب مُردوں کو بخش دے تو وہ مُردے اُس کے حق میں (قیامت کے دن) سفارشی بن جائیں گے۔مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ ثُمَّ قَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابَ وَ {قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ} و {أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ} ثُمَّ اللَّهُمَّ إِنِّي جَعَلْتُ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُ مِنْ كَلَامِكَ لِأَهْلِ الْمَقَابِرِ مِنَ الْمُؤمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَانُوا شُفَعَاءَ لَهُ إِلَى اللهِ تَعَالَى۔(شرح الصدور للسیوطی:1/303)

سورۂ فاتحہ اور آخری تینوں قُل پڑھنا:

اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۂ فاتحہ، موّعذتین اور سورۂ اخلاص پڑھ کے اس کا ثواب قبرستان کے مُردوں کو بخش دیا کرو اِس لئے کہ یہ اُن تک پہنچ جاتا ہے۔إِذا دَخَلْتُم الْمَقَابِر فاقرؤوا بِفَاتِحَة الْكِتاب والمعوذتين و {قل هُوَ الله أحد} وَاجْعَلُوا ذَلِك لأهل الْمَقَابِر فَإِنَّهُ يصل إِلَيْهِم۔(شرح الصدور للسیوطی:1/304)

زیارتِ قبور کے فوائد:

قبروں کی زیارت ایک اہم اور قیمتی عمل ہے، احادیث میں اِس عمل کے بہت سے فوائد ذکر کیے گئے ہیں، ذیل میں چند فائدے مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا فائدہ: اتباعِ سنّت:

سب سے اہم فائدہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع نصیب ہوتی ہے، اِس لئے کہ آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ قبروں کی زیارت کی تعلیم دی ہے، خود بھی آپ بقیع کے قبرستان تشریف لے جایا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی زیارتِ قبور کی تلقین کیا کرتے تھے، چنانچہ بہت سی حدیثوں میں آپ ﷺ سے قبروں کی زیارت کا حکم منقول ہے، جمہور نے اُسے استحباب پر محمول کیا ہے۔

دوسرا فائدہ: آخرت کی یاد دہانی:

زیارتِ قبور کا ایک فائدہ بہت سی حدیثوں میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اِس سے انسان کو آخرت یاد رہتی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اِرشاد فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو اس سے تمہیں آخرت یاد رہے گی اور مُردوں کو نہلایا کرو اِس لئے کہ (روح سے) خالی جسم کا معالجہ (نہلانا) بڑی نصیحت کی بات ہے اور جنازوں کی نماز پڑھا کرو کیونکہ یہ تمہیں غمگین کردے گا اور غمگین شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوگا۔زُرِ الْقُبُورَ تَذْكُرْ بِهَا الْآخِرَةَ، وَاغْسِلِ الْمَوْتَى فَإِنَّ مُعَالَجَةَ جَسَدٍ خَاوٍ مَوْعِظَةٌ بَلِيغَةٌ، وَصَلِّ عَلَى الْجَنَائِزِ لَعَلَّ ذَلِكَ يُحْزِنُكَ فَإِنَّ الْحَزِينَ فِي ظِلِّ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(مستدرکِ حاکم:7941)

تیسرا فائدہ: دنیا سے بے رغبتی:

قبر کی زیارت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اِس سے دنیا کی حرص و طمع اور لالچ نکلتی ہے، دل میں دنیا کی جانب سے بے رغبتی کی کیفیت ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ قبروں پر جانا دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔فَزُورُوهَا؛ فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ۔(ابن ماجہ:1571)

علّامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند دیلمی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مَروی ہے: زہد(یعنی دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے)کا سب سے افضل اور بہتر طریقہ موت کو یاد کرنا ہے اور سب سے افضل عبادت تفکر(یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کرکے نصیحت حاصل)کرنا ہے۔أَفْضَلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا ذِكْرُ الْمَوْتِ وَأَفْضَلُ الْعِبَادَةِ التَّفَكُّرُ۔(شرح الصدور للسیوطی:1/29،30)

چوتھا فائدہ: نصیحت ہونا :

حدیث کے مطابق موت اِنسان کیلئے سب سے بڑی نصیحت ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: موت نصیحت کیلئے کافی ہے۔كَفَى بِالْمَوْتِ وَاعِظاً۔(الترغیب والترہیب:5058)

اِس لئے وقتاً فوقتاً قبر کی زیارت کیلئے جاتے رہنا انسان کیلئے ایک بہترین نصیحت کا سامان ثابت ہوتا ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا لیکن اب ان کی زیارت کرلیا کرو کیونکہ اس میں نصیحت ہے۔نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً۔(ابوداؤد:3698)

پانچواں فائدہ: خیر و بھلائی میں اضافہ کا سبب:

قبر کی زیارت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان کے اندر خیر و بھلائی اور نیکیوں کے اعمال میں اضافہ ہونے لگتا ہے اور وہ اپنی آخرت کیلئے فکر مند ہو کر کچھ ذخیرہ کرنے کیلئے فکر مند ہو جاتا ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: قبروں کی زیارت کیا کرو، تاکہ اُس کی زیارت تمہاری خیر و بھلائی میں اضافہ کردے۔فَزُورُوهَا، وَلْتَزِدْكُمْ زِيَارَتُهَا خَيْرًا۔(نسائی:4429)

چھٹا فائدہ: دل کی نرمی:

دنیا کی رنگینیاں اور گناہوں کی کثرت انسان کے قلب کو قساوت کا شکار کرکے اُسے پتھر کی طرح بلکہ اُس سے بھی زیادہ سخت بنادیتی ہیں جس سے اِنسان "قسیّ القلب" ہوجاتا ہے اور اُس کی آنکھیں خشک ہوکر رہ جاتی ہیں، عبادت کی لذت و سرور سے محروم ہوجاتا ہے اور گناہوں کو یاد کرکے خشیتِ الٰہی سے رو جانا اور آنسوؤں کا بہہ پڑنا اُس کیلئے ایک انہونی سی چیز بن جاتی ہے، ایسے میں دل کی نرمی پیدا کرنے کیلئے ایک نسخہ یہ بھی ہے کہ موت کو یاد کیا جائے اور وقتاً فوقتاً قبرستان جایا جائے، اِس سے حدیث کے مطابق دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور اُسی کے اثر سے آنکھیں تر ہونے لگتی ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

بیشک میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب جو بھی قبر کی زیارت کرنا چاہے اسے اجازت ہے کہ وہ زیارت کرے کیونکہ یہ زیارت دل کو نرم کرتی ہے، آنکھوں سے آنسو بہاتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی

ہے۔«إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَزُورَ قَبْرًا فَلْيَزُرْهُ، فَإِنَّهُ يُرِقُّ الْقَلْبَ، وَيُدْمِعُ الْعَيْنَ، وَيُذَكِّرُ الْآخِرَةَ»۔(مستدرکِ حاکم:1394)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی عورت نے دل کی قساوت اور سخت ہو جانے کی شکایت کی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"أَكْثِرِيْ ذِكْرَ الْمَوْت يَرِق قَلْبُكِ"موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اِس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا۔(شرح الصدور للسیوطی:1/29)

ساتواں فائدہ: عبرت کا حاصل ہونا:

قبروں کی زیارت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان اُس شہرِ خموشاں کے سکوت اور بے آبادی کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتا ہے ،وہاں مدفون امیر و غریب ،حاکم و محکوم، آزاد و غلام، مرد و عورت، ظالم و مظلوم، سب ہی کی عاجزی و انکساری کو دیکھ کر سبق حاصل کرتا ہے، اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایک دن تھا کہ یہ سب بھی زندگی کے ہنگامے اور ہجومِ زمانہ کے شور و شغب میں بھاگتے دوڑتے اپنی زندگی میں ترقی اور خوش عیشی کیلئے سرگرمِ عمل تھے، اچھے اور روشن مستقبل کیلئے لمبی لمبی پلاننگ اور منصوبہ بندیاں کیا کرتے تھے اور آج کِس طرح بے سر و سامانی میں یہاں بے کس و مجبور یہاں اکیلے پڑے ہیں اور ان کا وہ مال اور سامانِ زندگی جو کل تک اُن کے قبضہ اور تصرّف میں تھا آج وہ سب کچھ ان کے ہاتھوں سے ہمیشہ کیلئے چھوٹ کر دوسروں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے، ان کے محبوب اور عزیز پسماندگان اور لواحقین ان کی وفات پر کچھ دنوں تک آنسو بہا کر پھر سے اپنی مصروف ترین زندگیوں میں مشغول ہو کر ان کو فراموش کر چکے ہیں۔ یہ سب باتیں انسان سوچتا اور محسوس کرتا ہے اور یہی احساس اُس زیارت کرنے

والے کیلئے عبرت اور موعظت کا سامان بن جاتا ہے ، اِسی لئے نبی کریم ﷺ نے قبروں کی زیارت کو عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس میں نصیحت اور عبرت ہے۔نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِيهَا عِبْرَةً۔(مستدرکِ حاکم:1386)

حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا پس اب تم زیارت کیا کرو، بے شک اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔«نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّ لَكُمْ فِيهَا عِبْرَةً»۔(مستدرکِ حاکم:1386)

اپنے (مرحوم) بھائیوں کی (قبروں کی) زیارت کیا کرو انہیں سلام کہا کرو اور ان پر رحمت بھیجا کرو بے شک ان کی (قبروں کی) زیارت میں تمہارے لئے عبرت ہے۔زُورُوْا إِخْوَانَكُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَصَلُّوا فَإِنَّ لَكُمْ فِيْهِمْ عِبْرَةً۔(کنز العمال:24830)

زیارتِ قبور کے آداب:

قبر کی زیارت یقیناً ایک اہم اور قیمتی عمل ہے لیکن اس کو نبی کریم ﷺ کے بیان کردہ طریقے کے مطابق ہی کرنا چاہیئے تاکہ یہ عمل سنّت کے مطابق ہو اور اس کا بھرپور اور مکمل فائدہ حاصل ہو، ورنہ بسا اوقات شیطان غلط راہ پر ڈال کر اِس عمل کے اجر و ثواب کو ضائع اور اس کی برکات اور مقاصد کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے، ذیل میں زیارتِ قبور کے کچھ آداب اور شرعی طریقے ذکر کیے جارہے ہیں:

بیہودہ بات سے اجتناب:

ایک ادب یہ ہے کہ قبر کی زیارت کیلئے جاتے ہوئے اِس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ کوئی بیہودہ بات زبان پر نہ لائی جائے، بیہودہ بات میں مختلف چیزیں ہو سکتی ہیں، مثلاً: شرکیہ جملے زبان پر لانا، قبروں سے اِستمداد (مدد طلب) کرنا، جزع فزع کرنا، اپنے قول و فعل کے ذریعہ بے صبری اور گلہ شکوہ کا اِظہار کرنا، صاحبِ قبر کی بیجا تعریف اور مدح خوانی کے قصیدے پڑھنا، وغیرہ وغیرہ، یہ سب اُمور زمانہ جاہلیت میں سرانجام دیے جاتے تھے، نبی کریم ﷺ نے ایسی تمام باتوں پر قطعاً پابندی لگادی اور اپنے قول و فعل کے ذریعہ قبروں کی زیارت کا طریقہ، آداب اور اُس کی حقیقت و مقصد کو واضح فرمادیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، پس اب تم زیارت کرلیا کرو اور کوئی بیہودہ بات نہ کہا کرو۔ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا۔(طبرانی کبیر:11653)

حضرت ابن بُریدہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، لیکن اب جو زیارت کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے، لیکن (قبروں کی زیارت میں) کوئی بیہودہ بات نہ کہا کرو۔ وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَزُورَ فَلْيَزُرْ، وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا۔(نسائی:2033)

اہلِ قبور پر سلامتی بھیجنا:

نبی کریم ﷺ جب قبر کی زیارت کیلئے قبرستان جایا کرتے تھے تو اصحاب قبور کو سلام کرتے تھے، اور یقیناً صاحبِ قبر سلامتی کی دعاء کا بہت زیادہ محتاج اور ضرورت مند بھی ہوتا ہے اِس لئے اُس کے حق میں سلامتی

کی دعاء کرنا نہایت مناسب اور اُس کیلئے فائدہ مند بھی ہے، چنانچہ بہت سی روایات میں نبی کریم ﷺ کے قبرستان جانے کی دعاء میں سلام کے الفاظ ذکر کیے گئے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منوّرہ کے قبرستان سے گزرے تو آپ اُن کی جانب متوجہ ہوئے اور یہ اِرشاد فرمایا: «**السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا، وَنَحْنُ بِالأَثَرِ**»۔اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف کرے، تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔(ترمذی:1053)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دفعہ قبرستان کی جانب نکلے اور آپ نے یہ دعاء پڑھی: «**السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ**»تم پر سلامتی ہو اے ایمان والو! اور بیشک ہم بھی تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔(مسلم:975)

اہلِ قبور کیلئے مغفرت کی دعاء کرنا:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا پس (اب تمہیں اِجازت ہے) تم قبروں کی زیارت کیا کرو اور مُردوں کی زیارت اِس طرح کرو کہ اُن کیلئے رحمت کی دعاء اور اِستغفار کیا کرو۔إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، وَاجْعَلُوا زِيَارَتَكُمْ لَهَا صَلَاةً عَلَيْهِمْ واسْتِغْفَارًا لَهُمْ۔(طبرانی کبیر:1419)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ میرے ہاں قیام فرما ہوتے تو (اکثر) آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے اور (قبر والوں سے خطاب

کرکے) فرماتے :«السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا، مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ، اَللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ»۔ترجمہ:سلامتی ہو تم پر اے مومنین! تمہارے پاس وہ چیز آئی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا یعنی ثواب و عذاب کل کو یعنی قیامت کے دن کو تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دی گئی ہے اور یقیناً ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم سے ملنے ہی والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔(مسلم:974)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: سات چیزیں ایسی ہیں جن کا اجر بندے کو اُس کی موت بعد بھی قبر میں ملتا رہتا ہے: جس نے کوئی علم سکھایا یا کوئی نہر بنائی، یا کنواں کھودا، یا درخت اُگایا یا مسجد بنائی، یا قرآن کریم کا کسی کو وارث بنایا (یعنی قرآن کریم پڑھایا یا اُس کی ملکیت میں قرآن دیا) یا کوئی اولاد چھوڑی جو اُس کیلئے مرنے کے بعد مغفرت کی دعاء کرے۔سَبْعٌ يَجْرِي لِلْعَبْدِ أَجْرُهُنَّ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ، وهُو فِي قَبْرِهِ: مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا، أَوْ كَرَى نَهْرًا، أَوْ حَفَرَ بِئْرًا، أَوْ غَرَسَ نَخْلا، أَوْ بَنَى مَسْجِدًا، أَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا، أَوْ تَرَكَ وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ۔(مسند البزّار:7289)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

بیشک اللہ تعالیٰ (مرنے کے بعد) بندے کو کسی (بڑے) درجہ تک پہنچادیتے ہیں تو وہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار! میرے لئے یہ (عظیم) درجہ کہاں سے آیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمہاری اولاد کے تمہارے لئے استغفار کرنے کی وجہ سے۔إِنَّ اللَّهَ لَيُبَلِّغُ الْعَبْدَ الدَّرَجَةَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، أَنَّى لِي هَذِهِ الدَّرَجَةُ؟ فَيَقُولُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔(طبرانی اوسط:5108)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

قیامت کے دن کچھ انسانوں کے ساتھ پہاڑوں کی مانند نیکیاں چلیں گی، وہ (خوش نصیب) کہے گا: یہ نیکیاں کہاں سے آگئیں، پس اُس کے جواب میں کہا جائے گا: تمہاری اولاد کے تمہارے لئے استغفار کرنے کی وجہ سے۔يَتْبَعُ الرَّجُلَ مِنَ الْحَسَنَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالُ الْجِبَالِ، فَيَقُولُ: أَنَّى هَذَا؟ فَيُقَالُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔(طبرانی اوسط:1894)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

میت قبر میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی ڈوبنے والا جو (اپنی مدد کیلئے) فریاد کر رہا ہو، وہ اُس دعاء کا منتظر ہوتا ہے جو اُس کے پاس والد، ماں، بھائی، یا دوست کی جانب سے آئے، پس جب کوئی دعاء اُسے ملتی ہے تو وہ دعاء اُس کیلئے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر محبوب ہوتی ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعاء قبر والوں (مُردوں) کے پاس پہاڑوں کی طرح (بڑا ہدیہ اور تحفہ بنا کر) داخل کرتے ہیں، اور بیشک زندوں کی جانب سے مُردوں کیلئے ہدیہ اُن کیلئے استغفار کرنا ہے۔مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ، يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ، فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَتْ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الِاسْتِغْفَارُ لَهُمْ۔(شعب الایمان:7527)

حضرت ابو اُسید مالک بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ اتنے میں بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میرے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوئی صورت ہے، جس کو میں اختیار کروں؟ فرمایا: ہاں! ان کے لئے دُعاو اِستغفار کرنا، ان کے بعد ان کی وصیت کو نافذ کرنا، ان کے متعلقین سے صلہ رحمی کرنا، اور ان کے دوستوں

سے عزّت کے ساتھ پیش آنا۔بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: «نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا»۔(ابوداؤد:5142)

اہلِ قبور کیلئے رحمت کی دعاء کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں زیارت قبور کے وقت کیا کہوں؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کلمات کہا کرو:**اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ،وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ،وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ۔**

ترجمہ: سلامتی ہو مومنین و مسلمین میں سے گھر والوں پر اللہ ان پر رحم کرے جو ہم میں سے پہلے تھے اور ان پر بھی اپنی رحمت کا سایہ کرے جو ہم میں سے بعد میں آنے والے ہیں یقیناً ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا توتم سے ملنے ہی والے ہیں۔(مسلم:974)

اہلِ قبور کیلئے عافیت کی دعاء:

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قبرستان جانے کے وقت یہ کلمات کہنا سکھایا کرتے تھے: **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللهُ لَلَاحِقُونَ أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔**ترجمہ:سلامتی ہو تم پر اے گھر والو!جو مسلمان اور مؤمن ہیں بیشک ہم بھی

تمہارے ساتھ آکر لاحق ہونے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔(مسلم:975)

زیارتِ قبور کی دعائیں:

اس سے پہلے جو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں اُن میں زیارتِ قبور کی مسنون دعائیں بھی موجود ہیں، ذیل میں اُن دعاؤں کو بالترتیب الگ سے ذکر کیا جارہاہے تاکہ بآسانی سمجھا اور یاد کیا جاسکے، ان میں سے جو دعاء بھی آسانی سے یاد کرکے پڑھی جاسکے وہ پڑھ لینی چاہیئے:

(1) **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ القُبُورِ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا، وَنَحْنُ بِالأَثَرِ**۔اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف کرے، تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔(ترمذی:1053)

(2) **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللهُ لَلَاحِقُونَ أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ**۔ترجمہ: سلامتی ہو تم پر اے گھر والو! جو مسلمان اور مؤمن ہیں بیشک ہم بھی تمہارے ساتھ آکر لاحق ہونے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔(مسلم:975)

(3) **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ** تم پر سلامتی ہو اے ایمان والو! اور بیشک ہم بھی تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔(مسلم:975)

(4) السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا، مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ، اَللَّهُمَّ، اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ ۔ترجمہ:سلامتی ہو تم پر اے مومنین! تمہارے پاس وہ چیز آئی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا یعنی ثواب و عذاب کل کو یعنی قیامت کے دن کو تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دی گئی ہے اور یقیناً ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم سے ملنے ہی والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔(مسلم:974)

(5) السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ۔ترجمہ:سلامتی ہو قبر والوں میں سے مومنوں اور مسلمانوں پر، اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے جو ہم میں سے پہلے تھے اور ان پر بھی اپنی رحمت کا سایہ کرے جو ہم میں سے بعد میں آنے والے ہیں، یقینا ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم سے ضرور ملنے ہی والے ہیں۔(مسلم:974)

☆.........☆.........☆.........☆